المسائل المہمۃ

فیما ابتلت بہ العامۃ

اہم مسائل

جن میں ابتلاء عام ہے

جلد ہفتم

پسند فرمودہ:

حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی

رئیس: جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا نندربار

تحریک وتحریض:

حضرت مولانا محمد حذیفہ صاحب وستانوی

ناظم تعلیمات ومعتمد جامعہ

ترتیب:

مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی

صدر دارالافتاء جامعہ اکل کوا

تحقیق وتخریج:

معاون مفتیان کرام دارالافتاء

ناشر:

جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم

اکل کوا، نندربار، مہاراشٹر

تقسیم کار

نام کتاب : المسائل المهمة فيما ابتلت به العامة

ابتدائیہ : حضرت مولانا مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی

تحقیق وتخریج : معاون مفتیان کرام دارالافتاء

کمپوزنگ و پروف ریڈنگ: عبدالمتین اشاعتی کانڑگاؤں

طبع اول : ۱۴۳۵ھ/۲۰۱۴ء

صفحات : 305

تعداد مسائل : 230

قیمت :

باہتمام : ابوحمزہ وستانوی

ناشر : جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا

ملنے کا پتہ

جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا ضلع نندربار مہاراشٹر

Phone & Fax: 02567,252556

E-mail jafarmilly@gmail.com

fatawaakkalkuwa@gmail.com

http://jamiyaakkalkuwa.com/fatawa/

فہرست عناوین

ابتــدائیــہ

از...... مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی حفظہ اللہ
صدر دارالافتاء جامعہ اسلامیہ اشاعۃ العلوم اکل کوا

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على خاتم النبيين محمد بن عبد الله ، وعلى آله الطيبين الطاهرين الى يوم الدين، أما بعد!

قال الله عزّ وجلّ : ﴿ان الدين عند الله الإسلام﴾ . ''یقیناً دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے''۔ (آل عمران:۱۹)

وقال أيضًا : ﴿ومن يبتغ غير الإسلام دينًا فلن يقبل منه وهو في الآخرة من الخٰسرين﴾ . ''اور جو کوئی اسلام کے سوا کسی اور دین کو تلاش کرے گا سو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ شخص آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہوگا''۔ (آل عمران:۸۵)

قال النبي ﷺ : '' تركتكم على البيضاء ، ليلها كنهارها لا يزيغ عنها بعدي إلا هالك '' . ''میں نے تمہیں ایک ایسے صاف اور واضح دین وشریعت پر چھوڑا کہ اس کی رات بھی اس کے دن کی مانند ہے، میرے بعد اس سے وہی شخص سرِ موانحراف کرے گا جو ہلاک وبرباد ہونے والا ہو''۔ (اتحاف السادۃ المتقین :۱/۱۸۲)

قال أمير المؤمنين عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه : '' كنا أذلاء ، نحن قوم أعزنا الله بالإسلام ، فمهما ابتغينا العزة بغير ما أعزنا الله به أذلّنا الله '' .
''ہم ذلیل ورسوا تھے،ہمیں اللہ رب العزت نے دینِ اسلام کے ذریعہ عزت بخشی، پھر جب جب ہم اسلام کو چھوڑ کر دیگر طریقوں سے عزت طلب کریں گے اللہ تعالیٰ ہمیں ذلیل ورسوا کردیں گے''۔ (وللہ الاسماء الحسنیٰ :۱/ ۳۳۸،عبدالعزیز بن ناصر الجلیل)

محترم قارئین! فرمانِ باری تعالیٰ، ارشادِ رسول اللہ ﷺ، اورقولِ امیر المؤمنین کو ٹھنڈے دل

سے پڑھ کر کچھ دیر کے لیے ہم میں سے ہر شخص اپنی زندگی کے ہر شعبہ پر، اور اس میں دامن گیر ناکامی ونامرادی پر نظر کرلیں، تو معلوم ہوگا کہ اس کا اصل سبب وہی ہے، جس کی طرف اللہ رب العزت، آپ ﷺ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشارہ فرمایا ہے۔

ملکی وبین الاقوامی سطح پر امت پر طاری احوال وحوادث، تغیُّرات وانقلابات؛ اسے اپنی غفلت سے بیدار ہونے اور دامنِ اسلام میں پوری طرح پناہ لینے کی دعوت دے رہے ہیں۔

دین اسلام، اس کی تعلیم وتبلیغ اور اس پر عمل عموماً پوری انسانیت اور خصوصاً مسلمانوں کی انتہائی اہم ضرورت ہے، تاریخ شاہد ہے کہ جب تک اس امت نے ضرورتِ دین کو مقدم اور دیگر ضرورتوں کو مؤخر کیا، وہ ہر میدان میں مقدم رہی، اور جس دن سے اس نے دیگر ضرورتوں کو مقدم اور ضرورتِ دین کو مؤخر بلکہ فراموش کردیا، اسی دن سے اس کی ذلت ونکبت کا آغاز ہوا۔

آج امت مسلمہ جن حالات کی شکار ہے، جن مصائب وحوادث میں گِھری ہوئی ہے، جن پریشانیوں اور مشکلات کا اسے سامنا ہے، اس کا سبب بس ایک ہے، اور وہ یہ ہے کہ؛ اس نے اپنے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق میں اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کردیا، اور غیروں کے طریقوں کو اپنالیا، ورنہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ باری تعالیٰ کے اس وعدے کے باوجود ﴿وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین﴾ وہ ناکام ونامراد، ہراساں وپریشان ہو۔

ملکی حالات دن بدن بدل رہے ہیں، اسلام مخالف طاقتیں یکجا ہورہی ہیں، اسلامی احکام وہدایات، اور تہذیب وثقافت کو سبوتاژ کرکے اس کی جگہ اپنے عقائد وافکار اور تہذیب وتمدن کو فروغ ورَواج دینے کے لیے منصوبہ بندیاں کی جارہی ہیں، گرچہ ہمارا ایمان ویقین ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کا حافظ وناصر ''اللہ'' ہے، مگر اس کے لیے ہمیں عملی طور پر یہ ثابت بھی کرنا ہوگا کہ واقعی ہم مسلمان ہیں، اور اللہ ہمارا خالق ومعبود ہے، یعنی ہمارا ہر عمل اس کے عین حکم کے مطابق ہو، اور ہم اپنی نسلِ نو کی تعلیم وتربیت بھی اسی نہج وطریقہ پر کریں۔

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ کسی بھی عمل کی صحت اس کے علم پر موقوف ہوتی ہے، جب تک علم نہ ہو اس کے صحت وفساد کا حکم نہیں لگایا جاسکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے دینی علم کے طلب

وحصول کو ہر مسلم مرد وعورت پر فرض قرار دیا۔

زیر نظر کتاب ''**المسائل المهمة (اهم مسائل)**'' دارالافتاء جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا کی اسی زرین سلسلے کی ساتویں کڑی ہے، جس کے ذریعہ یہ کوشش کی جارہی ہے کہ امت مسائل سے واقف ہو، اور اپنے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق کی اصلاح کرلیں۔(اللہ پاک اس کوشش کو قبول فرمائے۔آمین)

میں مشکور رہوں......!

رئیس جامعہ حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی دامت برکاتہم کا؛ اس سلسلے کی پسندیدگی پر،

ناظم تعلیمات حضرت مولانا حذیفہ زید مجدہٗ کا؛ ان کی تحریک وتحریض پر،

اپنے معاون حضرات مفتیانِ کرام (مفتی عبدالمتین، مفتی مجیب الرحمٰن، مفتی افضل زید مجدہم) کا؛ ان کی تخریج وتحقیق پر،

اور دیگر مخلصین ومحبین کا؛ بندے کے حق میں خدمت دین کے واسطے صحت وتندرستی کی دعاؤں پر،

اللہ پاک ہر ایک کو ان کے شایانِ شان اجرِ عظیم وجزیل عطا فرمائے، اور اس حقیر سی خدمت دین کو اپنے ہاں شرفِ قبولیت سے نوازیں!

آمین یارب العالمین!

محمد جعفر ملی رحمانی

۱۶/ ۷/ ۱۴۳۵ھ

كتاب الإيمان والعقائد

ایمان وعقائد کے مسائل

دس محرم کو قبروں پر پانی ڈالنا

مسئلہ(۱): بعض علاقوں میں محرم کی دسویں تاریخ کو قبروں پر پانی ڈالنے یا مسور دال وغیرہ ڈالنے کو ثواب کا کام سمجھ کر کیا جاتا ہے، چوں کہ یہ عمل نہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے، نہ خیر القرون میں ہوا ہے، نہ ائمہ دین سے مروی ہے، اور نہ فقہاء کرام کا تجویز شدہ ہے، لہٰذا یہ عمل ثواب کے ارادے سے کرنا بدعت اور موجبِ عذاب ہوگا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن عائشة رضى الله عنها قالت : قال رسول الله ﷺ : " من أحدث في أمرنا هذا ما ليس فيه فهو ردٌّ " . (۱/۳۷۱ ، كتاب الصلح ، باب إذا اصطلحوا – الخ ، رقم الحديث : ۲۶۹۷ ، الصحيح لمسلم : ۲/۷۷ ، كتاب الأقضية ، السنن لأبي داود :ص/۶۳۵ ، كتاب السنة ، باب في لزوم السنة ، رقم الحديث : ۴۶۲۲ ، السنن لإبن ماجة :ص/۱۳ ، مشكوة المصابيح : ص/۲۷ ، باب الاعتصام بالكتاب والسنة ، الفصل الأول)

ما في " بذل المجهود " : سواء كان في العمل أو الاعتقاد فهو مردود .

(۱۳/۳۳ ، رقم الحديث : ۴۶۲۲)

ما في " رد المحتار " : البدعة ما أحدث على خلاف الحق المتلقى عن رسول الله ﷺ من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان ، وجعل ديناً قويماً وصراطاً مستقيماً .

(۲/۲۵۶ ، مطلب البدعة خمسة أقسام)

ما في " كتاب التعريفات للجرجاني " : البدعة : هي الأمر المحدث الذي لم يكن عليه الصحابة والتابعون ولم يكن مما اقتضاه الدليل الشرعي . (ص/۴۷) (فتاویٰ فریدیہ:۱/۲۹۲،۱/۳۲۵)

خانۂ کعبہ ومسجد نبوی وغیرہ کا نقشہ گھروں میں آویزاں کرنا

مسئلہ (۲): بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ خانۂ کعبہ اور روضۂ اقدس ﷺ وغیرہ کا نقشہ جو گھروں میں آویزاں کیا جاتا ہے، بدعت ہے، جب کہ خانۂ کعبہ، روضۂ اقدس ﷺ وغیرہ واجب الاحترام ہیں، اور اُن کی تصاویر نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع، لہٰذا خانۂ کعبہ، بیت المقدس، مسجد نبوی (علی صاحبہا الف تحیۃ وسلام) اور روضۂ اقدس ﷺ وغیرہ کا نقشہ گھروں میں آویزاں کرنا بدعت نہیں ہے۔ (۱)

جماعت میں تین دن، چلہ، چار مہینہ یا سال لگانا

مسئلہ (۳): تین دن، چالیس دن، چار مہینہ، یا سال کے لیے جماعت میں جانا بدعت نہیں ہے، اسے بدعت قرار دینا جہالت ہے، چلہ اور چار مہینے مقصود نہیں، بلکہ یہ دعوت وتبلیغ اور دین سیکھنے سکھانے کے لیے بزرگانِ دین کا بنایا ہوا ایک نظام ہے، جس طرح مدرسوں میں داخلہ، امتحان اور تعلیم وغیرہ کا نظام ہوتا ہے، جس کی افادیت سے کسی کو انکار نہیں ہوتا، اِس نظام کے جواز کے لیے

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الشامية " : قال ابن عابدين الشامي رحمه الله تعالى : والمباح غير مطلوب الفعل ، وإنما هو مخير فيه .

(۱/ ۲۲۲ ، مطلب : المختار أن الأصل في الأشياء الإباحة ، ط ؛ بيروت)

ما في " التعريفات الفقهية مع قواعد الفقه للمجدّدي " : المباح : هو ما استوى طرفاه يعني ما ليس بفعله ثواب ولا لتركه عقاب . (ص/ ۴۶۰) (فتاویٰ فریدیہ:۱/۳۱۶)

اتنا کافی ہے کہ اس کا قرآن وحدیث کے خلاف ہونا ثابت نہیں، اور چلہ، چار مہینہ کا احوال کی تبدیلی میں بڑا دخل ہے، یہ بات قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخارى " : عن عبد الله بن مسعود قال : حدثنا رسول الله ﷺ وهو الصادق المصدوق : إن أحدكم يجمع في بطن أمه أربعين يومًا ثم علقة مثل ذلک ، ثم يكون مضغة مثل ذلک ، ثم يبعث الله مَلَكًا فيؤمر بأربع ؛ برزقه ، وأجله ، وشقي وسعيد . الحديث . (۲/۹۷۶، كتاب القدر ، باب في القدر ، رقم الحديث :۶۳۴۲، صحيح مسلم :۲/۳۳۲، كتاب القدر ، باب كيفية خلق الآدمى في بطن أمه ، رقم الحديث :۲۶۴۳)

ما في " جامع الترمذى " : عن أنس بن مالک قال : قال رسول الله ﷺ : " من صلى لله أربعين يومًا في جماعة يدرک التكبيرة الأولى كتبت له برأتان ؛ برأة من النار ، وبرأة من النفاق " . (۱/۵۶، أبواب الصلاة ، باب في فضل التكبيرة الأولى ، رقم الحديث : ۲۴۱ ، جمع الفوائد : ۱/۲۳۴، فضل صلاة الجماعة والمشي إلى المساجد وانتظار الصلاة ، رقم الحديث : ۱۶۶۲)

ما في " كشف الخفاء للعجلونى " : " من أخلص لله أربعين يومًا ظهرت ينابيع الحكمة من قلبه على لسانه " . (۲/۲۰۰ ، رقم الحديث : ۲۳۵۹)

ما في " بيان القرآن " : قوله تعالى :﴿فتمّ ميقات ربه أربعين ليلة﴾ أصل للأربعين المعتاد عند المشائخ الذي يشاهدون البركات فيها .

(۱/۵۶۵، سورة الأعراف ، الآية/۱۴۲ ، مسائل السلوک)

(فتاویٰ محمودیہ:۵/۱۷، ط؛ میرٹھ،فتاویٰ دارالعلوم دیوبند،رقم الفتویٰ:۴۳۰۲۹)

شبِ معراج میں وعظ وغیرہ کا التزام

مسئلہ (۴): نفسِ وعظ، امر بالمعروف ونہی عن المنکر ، یا واقعۂ معراج کو بیان کرنے کے لیے لوگوں کو جمع کرنا شرعاً درست اور مفید ہے، مگر ۲۷؍ رجب کی شب میں عشا کے بعد اس کا اہتمام اور پابندی، اسی طرح شیرینی اور نفل نمازوں کا التزام- بے دلیل، بدعت اور خلافِ شرع ہے [۱]، اِس شب میں روزانہ کی نماز کے علاوہ خصوصی نوافل کا اہتمام کہیں ثابت نہیں، نہ کبھی حضورِ اقدس ﷺ نے کیا، نہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے، نہ تابعین رحمہم اللہ نے کیا، بلکہ علامہ حلبی، علامہ ابن نجیم اور علامہ طحطاوی رحمہم اللہ نے اس رَواج پر نکیر فرمائی ہے [۲]، لیکن اگر کوئی شخص اس رات اور دوسری راتوں میں کوئی فرق وامتیاز کیے بغیر، مثلاً گزشتہ رات بھی جاگا تھا آج بھی جاگ لے، اور ۲۷؍ رجب کو بھی جاگ لے، اور ذکر وعبادت میں مشغول رہے، تو یہ بہتر ہی بہتر ہے، بدعت نہیں، اسی طرح بعض لوگ ۲۷؍ رجب کو روزہ رکھتے ہیں، اور بہت ثواب سمجھتے ہیں، حالانکہ اس تاریخ کو روزہ رکھنے کی فضیلت پر جو روایات وارد ہوئی ہیں، محدثین کے نزدیک وہ روایات صحت کو نہیں پہنچتیں، شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے "ماثبت بالسنة" میں ذکر کیا ہے کہ بعض بہت ضعیف ہیں، اور بعض موضوع ہیں۔ [۳]

الحجة علی ما قلنا : =

اگربتی جلانا سنت ہے یا مستحب؟

مسئلہ (۵): بعض لوگ اگربتی جلانے کو سنت یا مستحب کہتے ہیں، جب کہ دیگر بعض یہ کہتے ہیں کہ یہ سنت یا مستحب تو نہیں، مگر اس سے بلائیں دور ہوتی ہیں، یہ تمام باتیں بے بنیاد ہیں، شریعت میں اس کی کوئی اصل ودلیل نہیں (۱)، ہاں! البتہ پہلے زمانے میں لوگ خوشبو کے لیے عُود جلاتے تھے، اب اس کی جگہ اگربتی جلاتے ہیں، تو محض خوشبو حاصل کرنے کے لیے اسے جلانے کی اجازت ہے۔ (۲)

=(۱) ما في " مجموعة رسائل اللكنوي " : فكم من مباح يصير بالالتزام من غير لزوم والتخصيص من غير مخصص مكروهًا . (۳/۴۹۰ ، إدارة القرآن كراتشى ، سباحة الفكر في الجهر بالذكر ، الباب الأول تحت الثاني والأربعون :ص/۳۴)

(۲) ما في " حلبي كبير" : واعلم أن النفل بالجماعة على سبيل التداعي مكروه على ما تقدم ما عدا التراويح وصلاة الكسوف والاستسقاء ، فعلم أن كلا من صلاة الرغائب ليلة أول جمعة من رجب ، وصلاة البراء ة ليلة النصف من شعبان ، وصلاة القدر ليلة السابع والعشرين من رمضان بالجماعة بدعة مكروهة .... ولا ينبغي أن يتكلف لإلتزام ما لم يكن في الصدر الأول كل هذا التكلف لإقامة أمر مكروه ، وهو أداء النفل بالجماعة على سبيل التداعي . (ص/۴۳۲ ، ۴۳۳)

ما في " البحر الرائق " : ويكره الإجتماع على إحياء ليلة من هذه الليالي في المساجد ، قال في الحاوي القدسي : ولا يصلى تطوع بجماعة غير التراويح .... ومن هنا يعلم كراهة الإجتماع على صلاة الرغائب التي تفعل في رجب في أول ليلة منها ، وإنها بدعة .
(۲/۹۳، كتاب الصلاة ، باب الوتر والنوافل)

(۳) (فتاویٰ محمودیہ:۵/۴۳۳، ط: میرٹھ،۳/۲۸۴، ط: کراچی)=

لال مرچ اور کوئلہ رکھ کر گوشت بھیجنا

مسئلہ (۶): کچھ لوگ لال پیلا پانی (پانی میں چونا اور ہلدی ملا کر) انسان کے اوپر سے اتارتے ہیں، اسی طرح بعض لوگ نظر اتارنے کے لیے.........

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " لا عدوى ولا طيرة ولا هامة ولا صفر ، وفر من المجذوم كما تفر من الأسد " . رواه البخاري . (ص/۳۹۱ ، كتاب الطب والرقى ، باب الفال والطيرة ، الفصل الأول ، رقم الحديث :۴۵۷۷)

ما في " مرقاة المفاتيح " : وكانت العرب تزعم أن عظام الميت إذا بليت وعدمت تصير هامة وتخرج من القبر وتتردد وتأتي بأخبار أهله ، وقيل : كانت تزعم أن روح القتيل الذي لا يدرك بثأره تصير هامة ، فتقول : " اسقوني اسقوني " فإذا أدرك بثأره وطارت ، فأبطل ﷺ هذا الاعتقاد .

(۳۹۴/۸ ، باب الفأل والطيرة ، تحت رقم الحديث :۴۵۷۷)

(۲) ما في " المسند للإمام أحمد " : عن أنس أن النبي ﷺ قال : " حبب إليّ من الدنيا النساء والطيب وجعل قرة عيني في الصلاة " .

(۴۱۲/۱۰ ، رقم الحديث :۱۲۲۳۳)

وفيه أيضًا : عن مكحول قال : قال أبو أيوب : قال رسول الله ﷺ : " أربع من سنن المرسلين : التعطّر والنكاح والسواك والحياء " . (۴۱/۱۷ ، رقم الحديث : ۲۳۴۷۱ ، الموسوعة الفقهية : ۱۷۴/۱۲ ، تطيب ، تطيب الرجل والمرأة)

(فتاویٰ دار العلوم دیو بند، رقم الفتویٰ:۴۰۶۳۴)

جھاڑو کی کڑیاں اوپر سے اتار کر جلاتے ہیں، اور بعض لوگ باہر سے گوشت وغیرہ بھیجتے وقت ساتھ میں لال مرچ اور کوئلہ رکھتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہ ساتھ رکھنے سے شیطان اور جن کا اثر نہیں ہوتا، یہ چیزیں ناجائز اور توہماتِ باطلہ کے قبیل سے ہیں، اِن سے مسلمانوں کو احتراز کرنا چاہیے۔(۱)

اذان دینے والی مرغی کا انڈا اور گوشت

مسئلہ (۷): بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں جو مُرغی اذان دینے لگے وہ نحوست کی علامت ہے، اُس مرغی کو پالنا، اُس کا انڈا و گوشت کھانا درست نہیں ہے، اُن کا

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿قل لن يصيبنا إلا ما كتب الله لنا هو مولٰنا وعلى الله فليتوكّل المؤمنون﴾ . (سورة التوبة : ۵۱)

ما في " روح المعاني " : أي لن يصيبنا إلا ما خط الله لأجلنا في اللوح ولا يتغير بموافقتكم ومخالفتكم ، فتدل الآية على أن الحوادث كلها بقضاء الله تعالى .

(۱۶۶/۶)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن ابن عباس قال : قال رسول الله ﷺ : " أبغض الناس إلى الله ثلاثة : ملحد في الحرم ، ومبتغ في الإسلام سنة الجاهلية ، ومطلب دم امرئ مسلم بغير حق ليهريق دمه " . رواه البخاري .

(ص/۲۷، كتاب الإيمان ، باب الاعتصام بالكتاب والسنة ، الفصل الأول)

ما في " مرقاة المفاتيح " : من اعتقد أن شيئًا سوى الله ينفع أو يضرّ بالإشراک فقد أشرک جليًا . (۳۹۸/۸ ، كتاب الطب والرقى ، باب الفال والطيرة ، رقم : ۴۵۸۴)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۲۷۴۹۳)

یہ خیال غلط ہے، صحیح یہ ہے کہ یہ کوئی نحوست کی بات نہیں ہے، اس طرح کی مرغی کو پالنا، اس کا انڈا استعمال کرنا اور اُس کا گوشت کھانا سب درست ہیں۔ [1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن أنس رضي الله عنه عن النبي ﷺ قال : " لا عدوى ولا طيرة ، ويُعجبني الفأل الصالح ، الكلمة الحسنةُ " .

(ص/۱۰۴۶، كتاب الطب ، باب الفأل ، رقم الحديث : ۵۷۵۶ ، مشكاة المصابيح :ص/۳۹۱ ، باب الفال والطيرة)

ما فى " فتح البارى " : عن أبى هريرة قال : قال النبى ﷺ : " لا طيرة وخيرها الفال " . قال : وما الفال يا رسول الله ؟ قال : " الكلمة الصالحة يسمعها أحدكم " .

(۱۰/۲۴۹ ، باب الفال ، ط : شيخ الهند ديوبند)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي هريرة قال : سمعتُ رسول الله ﷺ يقول : "لا طِيرة وخيرها الفال " .

(ص/۳۷۷ ، باب الفال والطيرة ، الفصل الأول ، رقم الحديث : ۴۵۷۶)

ما في " مرقاة المفاتيح " : قال الشيخ محمد القاري : قلت : المستفاد من القاموس أن الفال مختص بالخير ، وقد يستعمل في الشر ، والطيرة لا يستعمل إلا في الشر ، فهما ضدان في أصل الوضع .... لا يجوز العمل بالطيرة وهي التفاؤل بالطير ، والتشاؤم بها ، كانوا يجعلون العبرة في ذلك تارة بالأسماء ، وتارة بالأصوات ، وتارة بالسنوح والبروح . (۸/۳۹۱ ، باب الفال والطيرة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : قد اتفق أهل التوحيد على تحريم التطير ونفي تأثيره في حدوث الخير والشرّ لما في ذلك من الإشراك بالله في تدبير الأمور . (۱۲/۱۸۳)

(فتاویٰ محمودیہ:۱۸/۲۳۶)

کتاب الطهارة

پاکی کے مسائل

مغربی طرز کے بیت الخلاء میں کھڑے ہوکر پیشاب

مسئلہ(۸): بس اسٹیشنوں، ریلوے اسٹیشنوں، ایئر پورٹوں، بڑے بڑے مول (Mall) اور کمپنیوں میں؛ ملازمین اور عام آمد ورفت کرنے والوں کے لیے مغربی طرز (Western Styl) کے بیت الخلاء بنے ہوتے ہیں، جن کو مسلم غیر مسلم - ہر طرح کے لوگ استعمال کرتے ہیں، مسلم کے لیے اُن کا استعمال ایک بڑا مسئلہ ہوتا ہے کہ بیٹھ کر پیشاب کریں، تو کپڑوں کے خراب ہونے کا اندیشہ ہے، اور کھڑے ہوکر پیشاب کریں، تو یہ مکروہِ تنزیہی ہے، اِس صورتِ حال میں حکمِ شرعی یہ ہے کہ اگر کپڑوں کو نجاست سے بچانا مشکل ودُشوار ہو، تو کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کی گنجایش ہے، ورنہ بیٹھ کر ہی پیشاب کریں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن أبی داود " : عن حذيفة قال : " أتى رسول الله ﷺ سُباطة قوم فبال قائمًا ثم دعا بماء فمسح على خفيه " . (ص/۴)

ما في " بذل المجهود " : " فبال قائمًا " اختلف العلماء في البول قائمًا ..... وقال عامة العلماء : البول قائمًا مكروه إلا لعذر وهي كراهة تنزيه لا تحريم ، وهو مذهبنا الحنفية . (۱/۲۴۷ ، ط: دار البشائر الإسلامية)=

نامحرم کو دیکھنے سے وضو نہیں ٹوٹتا

مسئلہ (۹): بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ وضو کرنے کے بعد نامحرم کو دیکھنے یا بات چیت کرنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، اُن کا یہ خیال غلط ہے، صحیح بات یہ ہے کہ کسی نامحرم کو دیکھنے، یا اُس سے بات چیت کرنے سے وضو نہیں ٹوٹتا[1]، البتہ غیر محرم کو قصداً دیکھنا اور بلا ضرورت اس سے بات چیت کرنا شرعاً جائز نہیں، اس سے بچنا ضروری ہے۔[2]

=ما في " الدر مع الرد " : وكذا يكره .... وأن يبول قائمًا . در . وفي الشامية : أن يبول قائمًا .... فلذا قال العلماء : يكره إلا لعذر ، وهي كراهة تنزيه لا تحريم .
(۱/۵۵۷ ، ط : بيروت) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۴۰۷۰۶)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الهندية " : مسّ الرجل المرأة والمرأة الرجل لا ينقض الوضوء . كذا في المحيط . (۱/۱۳ ، كتاب الطهارة ، الباب الأول ، الفصل الخامس في نواقض الوضوء)

ما في " الفتاوى الولوالجية " : مس الرجل للمرأة أو المرأة للرجل لا ينتقض لما روي عن عائشة رضي الله تعالى عنها أن النبي ﷺ " كان يقبل بعض نسائه ثم يخرج إلى الصلاة ولا يتوضأ " . (۱/۴۸ ، كتاب الطهارة ، الفصل الثالث في المعاني الموجبة للوضوء وغيره)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿قل للمؤمنين يغضّوا من أبصارهم ويحفظوا فروجَهم ذلك أزكى لهم﴾ الآية . (سورة النور : ۳۰)

ما في " تفسير المظهري " : ﴿قل للمؤمنين يغضّوا من أبصارهم﴾ عن النظر إلى ما لا يحل النظر إليه ، عن الحسن مرسلا قال : بلغني أن رسول الله ﷺ قال : " لعن الله الناظر والمنظور لها " . رواه البيهقي في شعب الإيمان . (۶/۳۷۴ ، سورة النور: ۳۰) =

واشنگ مشین میں کپڑے نچوڑنا

مسئلہ (۱۰): ناپاک کپڑوں کو واشنگ مشین میں اچھی طرح دھو لیا جائے، پھر اِسپینر مشین یعنی مشین کا وہ حصہ جس میں کپڑا ڈال کر گھمانے سے کپڑے اچھی طرح نچوڑ جاتے ہیں، اور کچھ حد تک خشک بھی ہوجاتے ہیں، اُن کپڑوں کو ڈال دیا جائے، اور اِسپینر کے اوپر صاف پانی کا پائپ لگا کر اتنی دیر چلایا جائے کہ گندے پانی کی جگہ صاف پانی نیچے پائپ سے آنا شروع ہوجائے، تو یہ کپڑے پاک ہوجائیں گے، ہاتھ نچوڑنا ضروری نہیں ہے۔[1]

=ما في " الدر المختار مع الشامية " : ولا يكلم الأجنبية إلا عجوزًا . در مختار . وفي الشامية : فقد ذكر الاستحباب في نظر المرأة إلى الرجل الأجنبي وفي عكسه قال : فليجتنب ، وهو دليل الحرمة وهو الصحيح في الفصلين جميعًا . اهـ. ملخصًا .
(۹/ ۵۳۰ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في النظر والمس)
(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۴۸۸۴۶)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : أما لو غسل في غدير أو صب عليه ماء كثير ، أو جرى عليه الماء طهر مطلقًا بلا شرط عصر وتجفيف وتكرار غمس . هو المختار .
(۱/ ۵۴۲ ، ۵۴۳ ، كتاب الطهارة ، باب الأنجاس ، قبيل مطلب في تطهير الدّهن والغَسل)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ثم إن اشتراط الغسل والعصر ثلاثًا إنما هو إذا غمسه في إجانة ، أما إذا غمسه في ماء جار حتى جرى عليه الماء أو صب عليه ماء كثير بحيث يخرج ما أصابه من الماء ويخلف غيره ثلاثًا فقد طهر مطلقًا بلا اشتراط عصر وتكرار غمس .
(۲۹/ ۹۹، طهارة ، تطهير محل النجاسة ، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح : ص/ ۱۵۹ ، كتاب الطهارة ، باب الأنجاس والطهارة عنها) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۴۷۸۸۶)

سگریٹ نوشی ناقضِ وضو ہے یا نہیں؟

مسئلہ (۱۱): مطلقاً سگریٹ نوشی ؛ اگر اس میں کسی قسم کی نشہ آور چیز کی آمیزش نہ بھی ہو، تب بھی مال کو ضائع کرنے ، فضول خرچی کو شامل ہونے ، اور منہ میں ایسی بدبو کے پیدا ہونے کی وجہ سے کہ اس سے دوسرے لوگ نفرت کرتے ہیں- مکروہ ہے، اس لیے عام حالات میں اس کے استعمال سے احتراز کرنا چاہیے، مگر اس کے استعمال سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الأحكام الفقهية المتعلقة بالتدخين " : فأفتى الجمهور الأعظم بالتحريم ، وأفتى بعضهم بالكراهة ، وذهب آحاد منهم إلى حله ، وذهب القليل إلى أنه تجري عليه الأحكام الخمسة : فهو حرام إذا تحقق ضرره ، ومكروه لرائحته ، أو كان ضرره قليلا محتملا ، أو لكونه مما اختلف فيه ، ومندوب إذا كان له فائدة مرجوة كالمداواة مثلا ، ومباح إذا استوى حال متعاطيه شرب أو لم يشرب ، وواجب إذا تعين دواء وأخبره بذلک طبيب عادل .

(ص/۴۸ ، المطب الثامن حكم شرب الدخان ، المرحلة الثانية)

ما في " الشامية " : وفي شرح الوهبانية للشرنبلالي [الطويل] :

ويمنع من بيع الدخان وشربه ☆ وشاربه في الصوم لا شک يفطر

(۱۰/۴۲ ، كتاب الأشربة)

(فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۱۶۷۰۲)

غسل کے شروع میں وضو کرنا

مسئلہ (۱۲): غسل کے شروع میں باقاعدہ وضو کرلینا سنت ہے، لیکن اگر کسی نے غسل سے پہلے وضو نہیں کیا، تو غسل کے ضمن میں اس کا وضو بھی ہو جائے گا، کیوں کہ غسل میں جسم کے ساتھ پورے اعضاء وضو بھی دُھل جاتے ہیں، لہٰذا غسل کے بعد مستقل وضو کی ضرورت نہیں، اس کے بغیر بھی نماز پڑھنا درست ہے[1]، ہاں! اگر غسل کے بعد وضو ٹوٹ گیا، تو نماز وغیرہ کے لیے دوبارہ وضو کرنا لازم ہے۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : عن عائشة رضي الله عنها قالت : " كان رسول الله لا يتوضأ بعد الغسل " . رواه أبو داود والترمذي والنسائي وابن ماجة .

(ص/۴۸ ، باب الغسل ، الفصل الثاني ، رقم : ۴۴۵)

ما في " مرقاة المفاتيح " : أي اكتفاء بوضوئه الأول في الغسل وهو سنة ، أو باندراج ارتفاع الحدث الأصغر تحت ارتفاع الأكبر بإيصال الماء إلى جميع أعضائه وهو رخصة ..... قال ابن حجر : وقالوا : ولا يشرع وضوء ان اتفاقا للخبر الصحيح " كان عليه الصلاة والسلام لا يتوضأ بعد الغسل من الجنابة " .

(۱۳۶/۲ ، ۱۳۷ ، رقم : ۴۴۵)

(۲) ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " لا تُقبل صلاة من أحدث حتى يتوضأ " . متفق عليه .

(ص/۴۰ ، كتاب الطهارة ، باب ما يوجب الوضوء ، الفصل الأول ، رقم : ۳۰۰)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۴۷۹۷۴)

کتاب الأذان

اذان کے مسائل

چودہ سالہ بچہ کی اذان

مسئلہ (۱۳): چودہ سال کے بچے عموماً عاقل وقریب البلوغ ہوتے ہیں، ایسے بچوں کا اذان دینا درست ہے، ہاں! اگر کوئی دوسرا سمجھدار بالغ شخص موجود ہو، اور وہ کلماتِ اذان صحیح ادا کرنے پر قادر ہو، تو اس کا اذان دینا زیادہ بہتر ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (ويجوز) بلا كراهة (أذان صحبي مراهق وعبد) . تنوير وشرحه . وفي الشامية : قوله : (بلا كراهة) أي تحريمية ، لأن التنزيهية ثابتة لما في البحر عن الخلاصة أن غيرهم أولى منهم .

(۲/ ۵۹ ، باب الأذان ، مطلب في أذان الجَوق)

ما في " البحر الرائق " : وأما الصبي الذي يعقل فأذانه صحيح من غير كراهة في ظاهر الرواية إلا أن أذان البالغ أفضل . كذا في السراج الوهاج .

(۱/ ۴۶۰ ، باب الأذان ، الفتاوى التاتارخانية : ۱/ ۳۳۴ ، نوع آخر في أذان المحدث والجنب وبيان من يكره أذانه ومن لا يكره ، حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح : ص/ ۱۹۹ ، كتاب الصلاة ، باب الأذان) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۱۶۸۴۲)

کتاب الصلوۃ

فصل فی الجماعۃ...... جماعت کے مسائل

عذرِ شرعی کی صورت میں نماز با جماعت کا ترک

مسئلہ (۱۴): اگر کسی شخص کو ایسا عذرِ شرعی ہو، جو جماعت کی حاضری کو ساقط کر دیتا ہے، اور وہ گھر پر نماز پڑھتا ہو، تو اذان شروع ہوتے ہی، دورانِ اذان اس کے لیے نماز پڑھنا جائز ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ اذان پوری ہونے کا انتظار کرے، اذان کا جواب دے، اس کے بعد درود شریف اور مسنون دعا سے فارغ ہو کر نماز پڑھے۔[1]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوی الهندية " : ولا ينبغي أن يتكلم في خلال الأذان والإقامة ولا يشتغل بقراء ة القرآن ولا بشيء من الأعمال سوی الإجابة ، ولو كان في القراء ة ينبغي أن يقطع ويشتغل بالاستماع والإجابة . كذا في البدائع .

(۱/۵۷ ، كتاب الصلاة ، ومما يتصل بذلک إجابة المؤذن)

ما في " رد المحتار " : قوله : (بخلاف القرآن) لأنه لا يفوت . " جوهرة " . ولعله لأن تكرار القراء ة إنما هو للأجر فلا يفوت بالإجابة .

(۶۰/۲ ، باب الأذان ، مطلب في كراهة تكرار الجماعة في المسجد ، بيروت)

ما في " عمدة القاری " : وينبغي أن لا يتكلم السامع في خلال الأذان والإقامة ، ولا يقرأ القرآن ولا يسلم ولا يرد السلام ، ولا يشتغل بشيء من الأعمال سوی الإجابة ، ولو كان في قراء ة القرآن يقطع ويسمع الأذان ويجيب .

(۱۷۲/۵ ، كتاب الأذان ، باب ما يقول إذا سمع المؤذن ، تحت رقم الحديث: ۶۱۱)

فقراء نماز چھوڑنے کی وعید سے بری نہیں!

مسئلہ (۱۵): بہت سے مسلمان فقراء (بھکاری) نمازوں کے اوقات میں مسجدوں کے باہر ڈیرہ جمالیتے ہیں، اور صرف بھیک مانگتے ہیں، ذی ہوش وحواس ہونے کے باوجود نماز نہیں پڑھتے، اور یہ سمجھتے ہیں کہ آخرت میں ہمارا موٴاخذہ نہیں ہوگا، بلکہ درگذر اور معافی ہوجائیگی، حالانکہ نماز کے چھوڑنے پر جو وعیدِ شدید، عذابِ الیم اور موٴاخذہ نصوص یعنی قرآن وحدیث میں وارد ہے، اُس سے ذی ہوش وحواس فقراء (بھکاری) بَری نہیں ہوسکتے۔ (۱)

=ما في " الموسوعة الفقهية " : والأصل في ذلک حديث ابن عمر مرفوعًا : " إذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما يقول ، ثم صلوا عليّ ، فإنه من صلى عليّ صلاةً صلى الله عليه بها عشرًا ، ثم سلوا الله لي الوسيلة ، فإنها منزلة في الجنة ، لا ينبغي أن تكون إلا لعبد من عباد الله ، وأرجو أن أكون أنا هو ، فمن سأل الله لي الوسيلة حلّت عليه الشفاعة ، ثم يدعو بعد الأذان بما شاء ، لحديث أنس مرفوعًا : الدعاء لا يردّ بين الأذان والإقامة . (۲/۳۷۲ ، أذان ، إجابة المؤذن والدعاء بعد الإجابة)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۴۲۲۸۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله عنه عن النبي ﷺ — أنه ذكر الصلاةَ يومًا فقال : " مَن حافظ عليها كانت له نورًا وبرهانًا ونجاةً يوم القيامة ، ومن لم يُحافظ عليها لم تكن له نورًا ولا برهانًا ولا نجاةً ، وكان يوم القيامة مع قارون وفرعون وهامان وأبيّ بن خلف " . رواه أحمد والدّارمي والبيهقي في شعب الإيمان . =

فصل فی الإمامة

امامت کے مسائل

غیر اسلامی طرز پر بال کٹوانے والے کی امامت

مسئلہ (۱۶): جو حافظِ قرآن غیر اسلامی طریقہ پر بال کٹواتا ہو، پینٹ شرٹ پہنتا ہو، فاسق وفاجر[۱] لوگوں جیسی وضع قطع اختیار کرتا ہو، اس کے پیچھے تراویح یا کوئی اور نماز پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے، اس لیے حفاظ وعلماء کرام کو چاہیے کہ وہ شرعی وضع قطع کو اپنائیں۔[۲]

=وعن عبد الله بن شقيق قال : " كان أصحاب رسول الله ﷺ لا يرون شيئًا من الأعمال تركه كفر غير الصلاة " . رواه الترمذي .

وعن أبي الدرداء رضي الله عنه قال : " أوصاني خليلي أن لا تشرك بالله شيئًا وإن قُطِّعتَ وحُرِّقتَ ، ولا تترُكْ صلاة مكتوبةً متعمّدًا ، فمن تركها متعمّدًا فقد برئتْ منه الذّمّةُ ، ولا تشرب الخمر فإنها مفتاح كلّ شرّ " . رواه ابن ماجة .

(ص/۵۸ ، ۵۹ ، كتاب الصلاة ، قبيل باب المواقيت ، الفصل الثالث)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۸/ ۲۲۸، ۲۲۹، مکتبہ دار العلوم دیوبند)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " حاشية الطحطاوي " : والفسق لغة : خروج عن الاستقامة وهو معنى قولهم : خروج الشيء عن الشيء على وجه الفساد ، وشرعًا : خروج عن طاعة الله تعالى بارتكاب كبيرة . قال القهستاني : أي إصرار على صغيرة .

(ص/۳۰۳ ، كتاب الصلاة ، باب الإمامة)=

مقتدی کا امام کے بائیں جانب کھڑا ہونا

مسئلہ (۱۷): اگر امام کے ساتھ صرف ایک ہی مقتدی ہو، تو اسے امام کے دائیں جانب محاذ میں قدرے پیچھے کھڑا ہونا چاہیے، اگر وہ امام کے بائیں جانب یا پیچھے کھڑا ہو، تو نماز ہوجائے گی، البتہ خلافِ سنت ہونے کی وجہ سے اسائت کا مرتکب ہوگا۔ (۱)

=(۲) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : ويكره تنزيهًا إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى . (۲/۲۹۸ ، كتاب الصلاة ، باب الإمامة)

ما في " البحر الرائق " : وكره إمامة العبد والأعرابي والفاسق والمبتدع والأعمى وولد الزنا .... فالحاصل أنه يكره لهولاء التقدم ويكره الاقتداء بهم كراهة تنزيهة ، فإن أمكن الصلاة خلف غيرهم فهو أفضل وإلا فالاقتداء أولى من الانفراد ، وينبغي أن يكون محل كراهة الاقتداء بهم عند وجود غيرهم وإلا فلا كراهة كما لا يخفى . (۱/۶۱۰، ۶۱۱، باب الإمامة ، حاشية الطحطاوي :ص/۳۰۲ ، كتاب الصلاة ، باب الإمامة ، الموسوعة الفقهية :۶/۲۱۱، ۲۱۲، إمامة ، من تكره إمامتهم)

(فتاویٰ محمودیہ:۱۰/۱۴۲، فتاویٰ دارالعلوم، رقم الفتویٰ:۴۶۸۶۹)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مسند أحمد " : عن ابن عباس قال : " بتُّ ليلة عند خالتي ميمونة بنت الحارث ، ورسول الله ﷺ عندها في ليلتها ، فقام يصلي من الليل فقمت عن يساره لأصلي بصلاته ، قال : فأخذ بذؤابةٍ كانت لي ، أو برأسي ، حتى جعلني عن يمينه ".
(۲/۴۲۴ ، رقم :۱۸۴۳)

ما في " سنن الدارمي " : عن الأعمش قال : كان إبراهيم يقول : يقوم عن يساره فحدّثته عن سميع الزيات ، عن ابن عباس " أن النبي ﷺ أقامه عن يمينه فأخذ به " .=

فصل فی القراءۃ

قرأت کے مسائل

بڑی آیت کو نصف نصف دو رکعتوں میں پڑھنا

مسئلہ (۱۸): اگر کوئی شخص قرآن کریم کی بڑی آیت، مثلاً: آیتِ مُداینہ ﴿يا أيها الذين اٰمنوا إذا تداينتم . الخ﴾، یا ﴿يوصيكم اللهُ في أولادكم . الخ﴾، یا ﴿آية الكرسي﴾، وغیرہ کو دو رکعتوں میں نصف نصف پڑھے (اور وہ نصف آیت تین چھوٹی آیتوں کے برابر ہو)، تو اس کی نماز درست ہوجائے گی، اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ (۱)

=(۱/ ۱۶۱، باب الرجل يفتى بشيء ثم يبلغه عن النبي صلى الله عليه وسلم فيرجع إلى قول النبي صلى الله عليه وسلم ، رقم : ۱ ۶۴)

ما في " كتاب الآثار " : قال محمد : أخبرنا أبو حنيفة عن حماد عن إبراهيم في الرجلين يوم أحدهما صاحبه قال : يقوم الإمام في الجانب الأيسر . قال محمد : وبه نأخذ ، وهو قول أبي حنيفة ، يكون المأموم عن يمين الإمام .

(۱/ ۱۶۱، كتاب الصلاة ، باب الرجل يؤم القوم أو يؤم الرجلين)

ما في " الفتاوى الولوالجية " : إذا كان مع الإمام واحد يقوم عن يمينه لما روى عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم أقامه عن يمينه ، فإن قام يساره أو خلفه جاز لانعدام المفسد وهو مسيء لأنه خالف السنة . (۱/۱۱۷، الفصل العاشر في حق المريض ومن بمعناه إلى آخر الفصل ، التنوير مع الدر والرد :۲/۳۰۷ ، باب الإمامة ، مطلب إذا صلى الشافعي قبل الحنفي الخ ، بيروت) (فتاویٰ رحیمیہ:۵/۱۲۲)

(۱) ما في " رد المحتار " : لأن نصف الآية الطويلة إذا كان يزيد على ثلاث آيات =

فرض کی ایک رکعت میں دوسورتوں کو جمع کرنا

مسئلہ (۱۹): دوسورتوں کو فرض کی ایک ہی رکعت میں جمع کرنے کے سلسلے میں روایاتِ احادیث مختلف ہیں، جن کے مابین تطبیق دیتے ہوئے فقہاء کرام نے فرمایا ہے کہ؛ دوسورتوں کا ایک رکعت میں جمع کرنا جائز ہے، لیکن خلافِ اَولیٰ ہے، خصوصاً امام کے لیے افضل یہ ہے کہ قرأتِ مسنونہ پر اکتفا کرے، اور نماز کو طویل نہ کرے، ''احسن الفتاویٰ'' میں ہے: ''فرض نماز کی ایک رکعت میں دوسورتیں جمع کر کے پڑھنا خلافِ اَولیٰ ہے''۔ (۱)

''فتاویٰ محمودیہ'' میں ہے: ''فرائض میں نامناسب، نوافل میں مضائقہ نہیں''۔ (۲)

''عمدۃ الفقہ'' میں ہے: ''قرأتِ مسنونہ پر زیادتی نہ کرے اور نماز کو جماعت پر بھاری نہ کرے، لیکن پوری سنت اور مستحب قرأت ادا کرنے کے بعد تخفیف کا لحاظ رکھے''۔ (۳)

=قصار يصح على قولهما ، فعلى قول أبي حنيفة المكتفى بالآية أولى .

(۱/۵۳۷ ، مکتبہ سعید)

وفيه أيضًا : لو قرأ آية طويلة في الركعتين كآية الكرسي أو آية المداينة البعض في ركعة ، والبعض في ركعة اختلفوا فيه على قول أبي حنيفة قيل لا يجوز لأنه ما قرأ آية تامة في كل ركعة وعامتهم على أنه يجوز . (۱/۵۳۸ ، مکتبہ سعید ، الفتاوی الهندية : ۱/۸۷) (فتاویٰ عثمانی:۱/۴۳۱، کتاب الصلوۃ، امداد الاحکام:۱/۵۹۰، کتاب الصلوۃ)=

لیکن چوں کہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے دو سورتوں کو ایک رکعت میں جمع کرنا ثابت ہے، اس لیے کبھی کبھی جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (۴)

پہلی رکعت میں چھوٹی اور دوسری رکعت میں بڑی سورت

مسئلہ (۲۰): اگر کسی شخص نے نماز کی پہلی رکعت میں کوئی سورت تلاوت کی اور دوسری رکعت میں اس سے بڑی سورت تلاوت کی، تو سورت کا چھوٹی بڑی ہونا اگر ان سورتوں میں ہوا جن کی آیات چھوٹی بڑی ہونے میں قریب قریب ہے، تو تین آیتوں کی مقدار زیادتی سے کراہتِ تنزیہی لازم آئے گی، اور اگر یہ صورت ان بڑی سورتوں میں پیش آئی جن کی آیات میں چھوٹے بڑے ہونے کا نمایاں فرق ہو، تو حروف کی گنتی کا اعتبار ہوگا، جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر دوسری رکعت میں جو سورت پڑھی گئی اس کے زیادتی والے حروف پہلی رکعت کی سورت کے نصف کے برابر یا زائد ہیں، تو کراہت ہوگی، ورنہ نہیں (۱)، جو سورتیں آپ ﷺ سے ثابت ہیں، وہ کراہت میں داخل نہیں۔ (۲)

الحجة علی ما قلنا :

=(۱) (احسن الفتاویٰ: ۳/ ۷۶، باب القرأۃ والتجوید)

(۲) (فتاویٰ محمودیہ: ۷/ ۹۰، کراچی)

(۳) (عمدۃ الفقہ: ۲/ ۱۱۶، چوتھی فصل، قرأت کا بیان، مکتبہ مجددیہ)

(۴) (فتاویٰ دار العلوم زکریا: ۲/ ۲۰۸-۲۱۱)=

....

....

....

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " رد المحتار " : والحاصل أن سنية إطالة الأولى على الثانية وكراهية العكس إنما تعتبر من حيث عدد الآيات إن تقاربت الآيات طولا وقصرا ، فإن تفاوتت تعتبر من حيث الكلمات فإذا قرأ في الأولى من الفجر عشرين آية طويلة وفي الثانية منها عشرين آية قصيرة تبلغ كلماتها قدر نصف كلمات الأولى فقد حصل السنة ، ولو عكس يكره .

(۲/۲۳۳ ، كتاب الصلاة ، مطلب : السنة تكون سنة عين وسنة كفاية)

ما في " تبيين الحقائق " : قال المرغيناني : التطويل يعتبر الكلمات إن كانت متقاربة وإن كانت الآيات متفاوتة من حيث الطول والقصر يعتبر الكلمات والحروف ولا يعتبر بالزيادة والنقصان فيما دون ثلث آيات لعدم إمكان الاحتراز عنه ، وقيل ينبغي أن يكون التفاوت بالثلث والثلثين . (۱/۳۳۶ ، كتاب الصلاة ، باب صفة الصلاة)

(۲) ما في " رد المحتار " : قوله : (واستثنى في البحر ما وردت به السنة) أي كقرائته عليه الصلاة والسلام في الجمعة والعيدين في الأولى بالأعلى وفي الثانية بالغاشية فإنه ثبت في الصحيحين مع أن الأولى تسع عشرة آية والثانية ستة وعشرون. (۲/۲۳۴ ، كتاب الصلاة)

ما في " البحر الرائق " : وأما ما ورد عنه عليه الصلاة والسلام في شيء من الصلاة فلا والكراهة تنزيهية وفعله عليه الصلاة والسلام تعليما للجواز لا يوصف بها .

(۱/۵۹۷ ، كتاب الصلاة ، باب صفة الصلاة)

(فتاویٰ محمودیہ:۷/۸۷)

باب صفة الصلوة

طریقۂ نماز

بحالتِ قیام قدموں کے درمیان چار اُنگل کا فاصلہ

مسئلہ (۲۱): ہماری اِس مسجد (مسجد میمنی) کے نمازی اکثر علماء وطلباء ہیں، ہماری نماز کو دیکھ کر باہر سے آنے والے مہمان اپنی نماز کو صحیح کرتے ہیں، اس لیے ہمیں اپنی نماز سنت کے مطابق ادا کرنی چاہیے، بہت سے طلباء جب نماز میں کھڑے ہوتے ہیں، تو دونوں قدموں کے درمیان چار انگلیوں سے زائد فاصلہ رکھتے ہیں، اور بعض دونوں قدموں کو بالکل ملا کر کھڑے ہوتے ہیں، یہ دونوں حالتیں خلافِ سنت ہیں، سنت یہ ہے کہ قیام کی حالت میں اپنے دونوں قدموں کے درمیان چار انگلیوں کے برابر فاصلہ رکھ کر کھڑے ہوں، نہ اس سے زیادہ اور نہ اس سے کم، طلباء عزیز اس پر خاص توجہ فرمائیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : وينبغي أن يكون بينهما مقدار أربع أصابع اليد ، لأنه أقرب إلى الخشوع ، هكذا روي عن أبي نصر الدبوسي أنه كان يفعله . كذا في الكبرى .

(۲/۱۳۱ ، باب صفة الصلاة)

ما في " اعلاء السنن " : ففيه دليل على كراهة ضم القدمين في الصلاة حال القيام أيضًا ، بل يسنّ تفريجهما ، وقدره فقهاؤنا بقدر أربع أصابع ، لأنه أقرب إلى الخشوع كما في مراقي الفلاح . (۵/۱۶۲ ، باب كراهة صف القدمين في الصلاة واستحباب التراويح بينهما الخ ، مراقي الفلاح : ص/۹۵ ، كتاب الصلاة ، فصل في سننها ، حاشية الطحطاوي : ص/۲۶۲) (فتاویٰ محمودیہ:۹/۲۹۸)

پارک کی گھاس پر نماز

مسئلہ (۲۲): بعض لوگ سیر وتفریح کی غرض سے باغوں اور پارکوں میں جاتے ہیں، اور نماز کا وقت ہونے پر وہیں بغیر کچھ بچھائے گھاس پر نماز پڑھتے ہیں، اگر گھاس پاک ہے اور اس پر سجدہ کرنے کی صورت میں پیشانی زمین پر ٹِک جاتی ہے، تو نماز ادا ہوجائے گی، ورنہ نہیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : عن حذيفة قال : قال رسول الله ﷺ : " فضلنا على الناس بثلاث : جعلت صفوفنا كصفوف الملائكة ، وجعلت لنا الأرض كلها مسجدا ، وجعلت تربتها لنا طهورًا إذا لم نجد الماء " .

(ص/۵۴ ، باب التيمم ، الفصل الأول ، رقم : ۵۲۶)

ما في " الدر المختار مع الشامية ": السجود هو لغة الخضوع ، وفسره في المغرب بوضع الجبهة في الأرض، وفي البحر: حقيقة السجود وضع بعض الوجه على الأرض مما لا سخرية فيه ، فدخل الأنف وخرج الخد والذقن . (۲/۱۱۹)

ما في " مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوى " : ويفترض السجود على ما يجد الساجد حجمه بحيث لو بالغ لا يتسفل رأسه أبلغ فما كان حال الوضع فلا يصح السجود على النطق والثلج والتبن والأرز والذرة . (ص/۲۳۱)

ما في " الدرالمختار مع الشامية ": لا يصح لعدم السجود على محله وبشرط طهارة المكان وأن يجد حجم الأرض. "در مختار" . وفي الشامية : قو له : (أن يجد حجم الأرض) تفسيره أن الساجد لو بالغ لا يتسفل رأ سه أبلغ من ذلک فصح على طنفسة وحصير وحنطة وشعير وسرير وعجلة وإن كانت على الأرض .... ولا على أرز أو ذرة إلا في جوالق .... أو حشيش إلا أن وجد حجمه، ومن=

....

....

....

....

....

=هنا يعلم الجواز على طراحة القطن فإن وجد الحجم جاز وإلا فلا .
(۲/ ۱۸۲ ، مطلب في إطالة الركوع للجائي)

ما في " تبيين الحقائق " : قوله : وإن سجد على شيء يلقى حجمه لا يجوز ... الخ .... يجوز السجود على الحشيش والتبن والقطن والطنفسة إن وجد حجم الأرض وكذا الثلج الملبد فإن كان بحال يغيب فيه وجهه ولا يجد حجم أو على العجلة على الأرض يجوز كالسرير........... .....والحنطة والشعير يجوز لا على الدخن والأرز لعدم الاستقرار . (۱/ ۳۰۵)

ما في " الفتاوى الهندية " : ولوسجد على الحشيش أو التبن أو على القطن أو الطنفسة أو الثلج إن استقرت جبهته وأنفه ويجد حجمه يجوز وإن لم تستقر لا ...... إذا سجد على الحنطة أو الشعير جاز . وإن سجد على الذرة أو الجاروس أو الدخن أو الأرز لا يجوز . (۱/ ۷۰)

ما في " الفتاوى الولوالجية " : إذا صلى على الثلج إن لبده جاز لأنه صار بمنزلة الأرض وإن لم يلبده وكان يغيب وجهه فيه ولا يجد حجمه لم يجز ، لأنه بمنزلة الساجد في الهوى ، وعلى هذا إذا ألقى في المسجد حشيش كثير إن وجد حجمه جاز أن يسجد وإن لم يجد لا . (۱/ ۸۷ ، كتاب الطهارة ، الفصل التاسع)

(فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۱۶۹۷۳)

مفسدات الصلوۃ ومکروھاتہا

مفسدات ومکروھاتِ نماز

محدِث کا صف سے نکلنے کا طریقہ

مسئلہ (۲۳): اگر نماز کی حالت میں کسی شخص کا وُضو ٹوٹ جائے، تو وہ باہر جا کر وضو کر لے، پھر وضو کے بعد اُسے اختیار ہے، خواہ جس قدر نماز پڑھ چکا اسی پر بِناء کرے، یا ازسرِ نو نماز پڑھے، ازسرِ نو پڑھنا بہتر ہے، کیوں کہ بِناء کے مسائل بہت باریک ہیں، ہر کوئی اُن سے واقف نہیں ہوتا، اگر ایسے شخص کے پیچھے نمازی کھڑے ہوں، تو اس کے لیے صف سے نکلنے کا طریقہ یہ ہے کہ بالکل کنارے کی طرف چلا جائے، اور دیوار کے سہارے سے نکل جائے اگر گنجایش ہو، یا پھر اپنے پیچھے والے آدمی کو اپنی جگہ کھڑا کرے اور خود پیچھے آجائے، اور اگر یہ سب کرنا دشوار ہو، یا لوگوں کی نماز گڑبڑانے کا اندیشہ ہو، تو اسی جگہ بیٹھ جائے، اورلوگوں کے فارغ ہوجانے کے بعد وضو کر کے اپنی نماز ازسرِ نو پڑھ لے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " السنن لإبن ماجه " : عن عائشة قالت : قال رسول الله ﷺ : " من أصابه قيء أو رُعاف أو قلس أو مذي فلينصرف فليتوضأ ، ثم ليبن على صلوته وهو في ذلک لا يتكلم " . (ص/۸۵، السهو في الصلاة ، باب ما جاء في البناء على الصلاة)

ما في " السنن لأبي داود " : عن علي بن طلق قال : قال رسول الله ﷺ : " إذا فسا أحدكم في الصلاة فلينصرف فليتوضأ وليعد الصلاة " . =

....

....

....

....

=(ص/۲۷، کتاب الطهارة ، باب فيمن يحدث في الصلاة ، رقم الحديث :۲۰۵)

ما في " عون المعبود " : إن المحدث يخرج من الصلاة ويعيد الوضوء ويبنى عليها ولا تفسد صلاته بشرط أن لا يفعل مفسدًا ، وهذا هو مذهب مالک وأبي حنيفة وقول للشافعي . (ص/۲۳)

ما في " اعلاء السنن " : منها ما يدل على الاستئناف ، ومنها ما يدل على البناء فجمعنا بينهما بأن حكمنا بجواز كليهما واستحباب الاستئناف .

(۵/۶، أبواب أحكام الحدث في الصلاة ، باب جواز البناء لمن أحدث الخ)

ما في " المبسوط للسرخسي " : مصل سبقه الحدث في الصلاة من بول أو غائط أو ريح أو رعاف بغير قصده انصرف فتوضأ وبنى على صلاته ما لم يتكلم استحسانًا وإن تكلم واستقبل فهو أفضل .... ثم الذي سبقه الحدث إما أن يكون منفردًا وإما أن يكون مقتديًا أو إمامًا . فأم المنفرد : يذهب فيتوضأ ثم يتخير بين إتمام بقية الصلوة في بيته وبين الرجوع إلى مصلاه ليكون مؤدّيًا جميع الصلاة في مكان واحد وهو أفضل وإن أتم في بيته فلم يوجد منه إلا ترک المشي في الصلاة وذلک لا يضره ، وأما المقتدى : إذا فرغ من الوضوء فإن لم يفرغ إمامه من الصلاة فعليه أن يعود .. وإن كان قد فرغ إمامه يخير هو كما بينا . (۱/۳۲۴ ، ۳۲۵ ، باب الحدث في الصلاة ، الفتاوى التاتارخانية : ۱/۴۳۲ ، ۴۳۳ ، الفصل الخامس عشر في الحدث في الصلاة، الفتاوى الهندية : ۱/۹۳، الباب السادس في الحدث في الصلاة)

(کتاب الفتاویٰ:۲/۲۵۰،فتاویٰ دار العلوم دیو بند،رقم الفتویٰ:۴۷۱۲۳)

نماز یا غیر نماز میں کونسی نیند ناقض وضو ہے؟

مسئلہ (۲۴): اگر کوئی شخص نماز میں یا غیر نماز میں سجدہ کی مسنون حالت کو چھوڑ کر اس طرح سوئے کہ اس کی کہنیاں زمین پر ٹکی ہوئی ہوں، اور پیٹ رانوں سے لگا ہوا ہو، اور اسی حالت میں اسے نیند آجائے، تو اس کا وضو باقی نہیں رہے گا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : ومنها نوم مصل ولو نام راكعًا أو ساجدًا إذا كان على جهة أي صفة السنة في ظاهر المذهب بأن أبدى ضبعيه وجافى بطنه عن فخذيه لقوله ﷺ : " لا يجب الوضوء على من نام جالسًا أو قائمًا أو ساجدًا حتى يضع جنبه فإذا اضطجع استرخت مفاصله ، وإذا نام كذلك خارج الصلاة لا ينتقض به وضوءه في الصحيح وإن لم يكن على صفة السجود والركوع المسنون انتقض وضوءه . والله سبحانه الموفق . (ص/۹۴ ، ۹۵، كتاب الطهارة ، قبيل فصل ما يوجب الاغتسال ، الدر المختار مع الشامية : ۱/۲۷۱ ، ۲۷۲)

ما في " مجمع الأنهر " : إنما لا ينقض نوم الساجد إذا كان رافعًا بطنه عن فخذيه جافيًا عن عضديه عن جنبيه ، وإن ملتصقًا بفخذيه متعمدا على ذراعيه فعليه الوضوء .

(۱/۳۵ ، كتاب الطهارة ، تبيين الحقائق : ۱/۵۲ ، ۵۳ ، كتاب الطهارة ، الفتاوى الهندية : ۱/۱۲ ، الفصل الخامس في نواقض الوضوء ، ومنها النوم) (فتاوی محمودیہ: ۸/۱۴۲، ۱۴۳)

مسجد میں ایکوساؤنڈ سسٹم (Echo Sound System) کا استعمال

مسئلہ (۲۵): اگر نمازیوں تک آواز پہنچانے کے لیے مائک کے استعمال کی ضرورت ہوتو ایسا مائک استعمال کرنا چاہیے، جس کی آواز سے مسجد میں گونج نہ پیدا ہوتی ہو، اور نہ ہی نمازیوں کو اس سے دِقّت ہوتی ہو، کیوں کہ علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''کسی آدمی کا اتنے بلند آواز سے ذکر کرنا جس سے کسی سونے والے کی نیند خراب ہو، یا کسی نمازی اور قاریٔ قرآن کو دِقّت و پریشانی لاحق ہو، مکروہ ہے''، جب یہ حکم ذکر کے متعلق ہے تو پھر ''اِیکوساؤنڈ سسٹم'' (Echo Sound System) جس سے مسجد میں گونج پیدا ہوتی ہو، اور نمازیوں کو دِقّت ہوتی ہو- کے استعمال کی اجازت کیسے دی جاسکتی ہے؟ لہٰذا مساجد کے منتظمین اِس جانب خصوصی توجّہ دیں! اور مساجد میں سادہ ساؤنڈ سسٹم استعمال کریں! اور اس میں بھی اس بات کا خیال رکھیں کہ آواز ضرورت سے زائد نہ ہو۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : قوله : (ورفع صوت بذكر الخ) .... وفي حاشية الحموي عن الإمام الشعراني : أجمع العلماء سلفًا وخلفًا على استحباب ذكر الجماعة في المساجد وغيرها إلا أن يشوّش جهرهم على نائم أو مصلّ أو قارئ الخ .

(۲/۴۳۴ ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، مطلب في رفع الصوت بالذكر ، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح :ص/۳۱۸ ، كتاب الصلاة ، فصل في صفة الأذكار ، ط : مكتبة شيخ الهند ، الموسوعة الفقهية :۳۷/۲۰۷ ، مسجد ، رفع الصوت في المسجد والجهر فيه ، الفتاوى الحديثية :ص/۱۰۸ ، مطلب في الجهر بالأوراد عقب الصلاة سنة الخ، ط: احياء التراث) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۲۸۹۰)

قرأت میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوجانا

مسئلہ (۲۶): اگر کوئی شخص قرأت کرتے کرتے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوگیا، اور درمیان میں وقف نہیں کیا، تو اگر معنی نہیں بگڑا تو نماز فاسد نہیں ہوگی، اور اگر معنی بگڑ جائے تو نماز فاسد ہوجائے گی، اور اگر منتقل ہونے سے پہلے وقفِ تام کیا، یعنی سانس توڑ کر ٹھہر گیا، پھر ایسی جگہ سے پڑھا جس سے معنی بدل جائے، تب بھی نماز فاسد نہیں ہوگی، کیوں کہ وقف تام کی وجہ سے وہ دوسرا جملہ شمار ہوگا[1]، البتہ بلا مجبوری کے قصداً دوسری جگہ منتقل ہونا غلط ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : لو ذكر مكان آية إن وقف وقفا تاما ثم ابتدأ بآية أخرى أو ببعض آية لا تفسد كما لو قرأ ﴿والعصر ان الانسان﴾ ثم قال ﴿ان الابرار لفي نعيم﴾ أو قرأ ﴿والتين﴾ إلى قوله ﴿وهذا البلد الامين﴾ ووقف ثم قرأ ﴿لقد خلقنا الانسان في كبد﴾ أو قرأ ﴿ان الذين اٰمنوا وعملوا الصٰلحٰت﴾ ووقف ثم قال ﴿اولئک هم شرّ البرية﴾ لا تفسد ، أما إذا لم يقف ووصل إن لم يغير المعنى نحو أن يقرأ ﴿ان الذين اٰمنوا وعملوا الصٰلحٰت فلهم جزآء الحسنى﴾ مكان قوله ﴿كانت لهم جنات الفردوس نزلا﴾ لا تفسد ، أما إذا غير المعنى بأن قرأ ﴿ان الذين اٰمنوا وعملوا الصٰلحٰت اولئک هم شر البرية ، ان الذين كفروا من اهل الكتٰب﴾ إلى قوله ﴿خٰلدين فيها اولئک هم خير البرية﴾ تفسد عند عامة علمائنا ، وهو الصحيح ، هكذا في الخلاصة . (۱/ ۸۰ ، ۸۱ ، الباب الرابع في صفة الصلاة ، الفصل الخامس في زلة القاري ، خلاصة الفتاوى : ۱/۱۱۷ ، ۱۱۸ ، الفصل الحادي عشر في القراء ة ، ذكر آية مكان الآية ، رد المحتار : ۲/۳۹۷ ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، مطلب : =

قرأت کی واجب مقدار پڑھ لینے کے بعد لقمہ لینا

مسئلہ (۲۷): بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ فرض نماز میں امام کے سورۂ فاتحہ اور ایک بڑی آیت، یا تین چھوٹی آیتیں پڑھ لینے کے بعد مقتدی کے لقمہ دینے سے خود مقتدی کی نماز، اور امام کے اس لقمہ لینے سے امام کی نماز فاسد ہوجاتی ہے، حالانکہ صحیح قول کے مطابق مقتدی اپنے امام کو لقمہ دے، تو مطلقاً کسی کی بھی نماز فاسد نہیں ہوتی، نہ مقتدی کی نہ امام کی، چاہے امام لقمہ لے یا نہ لے، اور امام بقدرِ ضرورت (فرض وواجب) قرأت کر چکا ہو، یا نہ کر چکا ہو۔ (۱)

=إذا قرأ قوله تعالى : جدک ، بدون الف لا تفسد ، الفتاوی التاتارخانية : ۱/۳۰۰ ، كتاب الصلاة ، الفصل الرابع في ذكر آية مكان آية ، فتاوى قاضيخان : ۱/۷۵ ، كتاب الصلاة ، فصل في قراء ة القرآن خطأ وفي الأحكام المتعلقة بالقراء ة، المحيط البرهانی : ۱/۳۷۱ ، ۳۷۲ ، كتاب الصلاة ، الفصل الرابع في كيفيتها ، فرع في ذكر آية مكان آية)

(فتاویٰ محمودیہ: ۷/۱۵۷، کراچی، فتاویٰ دارالعلوم زکریا: ۲/۱۹۹)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : بخلاف فتحه على إمامه فإنه لا يفسد مطلقا لفاتح وآخذ بكل حال . تنوير مع الدر . وفي الشامية : قوله : (مطلقا) فسره بما بعده . قوله : (بكل حال) أي سواء قرأ الإمام قدر ما تجوز به الصلاة أم لا ، انتقل إلى آية أخرى أم لا ، تكرر الفتح أم لا ، هو الأصح . نهر .

(۲/۳۸۱ ، ۳۸۲ ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، مطلب المواضع التي لا يجب فيها رد السلام ، المحيط البرهاني : ۱/۴۴۵ ، كتاب الصلاة ، الفصل السادس عشر في التغني والإلحان ، فصل في بيان ما يفسد الصلاة وما لا يفسد)

ما في " حاشية الشلبي على التبيين " : قوله : (وقيل : إن قرأ قدر ما تجوز به =

تین یا اس سے زیادہ لقمے لگنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی

مسئلہ (۲۸): بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر امام کو تین یا تین سے زیادہ لقمے لگ جائے، تو سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے، اور سجدۂ سہو نہ کرنے کی صورت میں نماز لوٹانی چاہیے، حالانکہ اصح قول یہ ہے کہ تین یا تین سے زیادہ لقمے لگنے سے نہ نماز فاسد ہوتی ہے، اور نہ ہی سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے[۱]، کیوں کہ قرأت کے تکرار سے جو تاخیر کسی رکن میں ہو، وہ موجبِ سجدۂ سہو نہیں ہے۔[۲]

=الصلاة الخ) وفي جامع قاضيخان وفتاواه وجامع التمرتاشي : لو استفتح بعد ما قرأ مقدار ما تجوز به الصلاة ففتح عليه اختلفوا فيه ، قيل : تفسد صلوته ، ولو أخذ الإمام تفسد صلاة الكل ، والأصح أنه لا تفسد صلوة أحد لأنه لو لم يفتح ربما يجري على لسانه ، ما يكون مفسدا فكان فيه إصلاح صلوته .

(۱/۳۹۳ ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها)

ما في " مجمع الأنهر " : لا تفسد (إن فتح على إمامه مطلقاً) سواء كان مقدار ما يجوز به الصلاة ، أو لم يقرأ أو تحول إلى آية أخرى أو لم يتحول (والأصح) وعليه الفتوى ، احتراز عن قول بعض المشايخ . (۱/۱۸۰، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، الفتاوى التاتارخانية : ۱/۳٦۲ ، الفصل الخامس في بيان ما يفسد الصلاة وما لا يفسد ، الفتاوى الهندية : ۱/۹۹، الباب السابع فيما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، الفصل الأول فيما يفسدها ، فتاوى قاضيخان : ۱/٦۷، كتاب الصلاة ، فصل فيما يفسد الصلاة)

(فتاویٰ رحیمیہ: ۵/۱۰۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير مع الدر والرد " : فتحه على إمامه فإنه لا يفسد مطلقا لفاتح وآخذ بكل حال . تنوير مع الدر . وفي الشامية : قوله : (بكل حال) أي سواء =

فصل فی السنن والنوافل

سنن ونوافل کے مسائل

نمازِ اوابین نفل میں داخل ہے

مسئلہ (۲۹): نمازِ اوّابین نفل میں داخل ہے، اور نفل با جماعت بصورتِ تداعی یعنی نفل نماز کی جماعت کے لیے دعوت وترغیب دینا مکروہ ہے، لیکن اگر نفل نماز میں ایک شخص دوسرے کی اقتدا کرے، یا دو آدمی کسی تیسرے کی اقتدا کریں، تو بالاتفاق یہ مکروہ نہیں ہے، اور اگر تین آدمی کسی چوتھے کی اقتدا کریں، تو کراہت وعدمِ کراہت میں فقہاء کا اختلاف ہے، بعض اسے مکروہ گردانتے ہیں، اور بعض کہتے ہیں کہ مکروہ نہیں ہے، البتہ جب چار آدمی کسی پانچویں کی اقتدا کریں، تو بالاتفاق مکروہ ہے، اس لیے طلبا کے لیے حفظِ قرآن کی پختگی کے پیشِ نظر دو-دو کی جوڑی لگا کر اوّابین کا نظام بنانا شرعاً جائز ودرست ہونا چاہیے۔ [1]

=قرأ الإمام قدر ما تجوز به الصلاة أم لا ، انتقل إلى آية أخرى أم لا ، تكرر الفتح أم لا ، وهو الأصح . نهر . (۳۸۲/۲ ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، مطلب : المواضع التي لا يجب فيها رد السلام)

ما في " البحر الرائق " : الحاصل أن الصحيح من المذهب أن الفتح على إمامه لا يوجب فساد صلاة أحد ، لا الفاتح ولا الآخذ مطلقا في كل حال .

(۱۰/۲ ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها)

(۲) ما في " التنوير مع الدر والرد " : واعلم أنه إذا شغله ذلک الشک فتفکر=

....

....

....

....

= قدر أداء ركن ولم يشتغل حالة الشک بقراء ة ولا تسبيح وجب عليه سجود السهو . (۲/ ۵۶۱ ، ۵۶۲ ، باب سجود السهو) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴/ ۳۹)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مراقي الفلاح " : والجماعة في النفل في غير التراويح مكروهة فالاحتياط تركها في الوتر خارج رمضان ، وعن شمس الأئمة أن هذا فيما كان على سبيل التداعي ، أما لو اقتدى واحد بواحد ، أو اثنان بواحد لا يكره ، وإذ اقتدى ثلاثة بواحد اختلف فيه ، وإن اقتدى أربعة بواحد كره اتفاقًا .

(ص/ ۱۴۵ ، باب الوتر وأحكامه ، خلاصة الفتاوى : ۱/ ۱۵۳ ، كتاب الصلاة ، الفصل الخامس عشر في الإمامة والاقتداء)

ما فی " الدر المختار مع الشامية " : يكره ذلک لو على سبيل التداعي بأن يقتدى أربعة بواحد ، كما في الدرر . در . وفي الشامية : قوله : (على سبيل التداعي) أما اقتدى واحد بواحد أو اثنين بواحد فلا يكره ، وثلاثة فيه خلاف . بحر عن الكافي .

(۲/ ۵۰۰ ، باب الوتر والنفل)

ما في " الفتاوى التاتارخانية " : أما لو اقتدى واحد بواحد أو اثنان بواحد لا يكره ، وإذا اقتدى ثلاثة بواحد ذكر هو رحمه الله أن فيه اختلاف المشايخ ، قال بعضهم يكره ، وقال بعضهم لا يكره ، وإذا اقتدى أربع بواحد كره بلا خلاف .

(۱/ ۴۲۲ ، كتاب صلاة التراويح ، نوع آخر في المتفرقات)

(فتاویٰ محمودیہ:۷/ ۲۴۳)

نمازِ اوّابین کی رکعات

مسئلہ (۳۰): نمازِ اوّابین کی رکعات کم از کم چھ[۱]، اور زیادہ سے زیادہ بیس ہیں[۲]، مغرب کی دو رکعت (سنت) اوّابین میں داخل ہیں[۳]، اگر کوئی شخص دو رکعت سنتِ مؤکدہ کے علاوہ چار رکعت یا اٹھارہ رکعات اوّابین پڑھتا ہے، تو وہ بھی اس ثواب کا مستحق ہوگا، اس لیے طلبہ کے اِس با جماعت نفل پر اوّابین کا اِطلاق اُسی وقت ہوگا جب کہ وہ دو رکعت سنتِ مؤکدہ کے علاوہ نمازِ اوّابین کی چار رکعت پڑھیں، نیز جامعہ کا نظام بھی یہی ہے کہ ہر حافظ طالبِ علم روزانہ پاؤ پارہ اس طرح پڑھے کہ پہلی دو رکعت میں وہ امام بنے اور دوسری دو میں مقتدی، اس طرح کل چار رکعتیں ہوجاتی ہیں، اور مغرب کی دو رکعتیں ملائی جائیں تو چھ رکعتیں، اس طرح ان کی اس نفل نماز پر اوّابین کا اِطلاق ہوجائیگا، جامعہ کی انتظامیہ نے یہ نظام اس لیے ترتیب دیا کہ جہاں پر طلبہ اوّابین کے عادی اور اس کی فضیلت کے مستحق ہوں، وہیں ان کے حفظِ قرآنِ کریم میں پختگی بھی آجائے، طلبۂ عزیز سے قوی امید ہے کہ وہ اِس نظام کی مکمل پیروی و پابندی کرکے اسے مضبوط بنائیں گے۔[۴]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " جامع الترمذي " : عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " من صلّى بعد المغرب ستَّ ركعاتٍ لم يتكلم فيما بينهنّ بسوء عُدلن=

نمازِ اوّابین میں مقتدی کہاں کھڑا ہو؟

مسئلہ (۳۱): طلبۂ عزیز نمازِ اوّابین چونکہ دو دو کی جوڑی بنا کر پڑھتے ہیں، ان میں ایک مقتدی اور دوسرا امام ہوتا ہے، اور اس صورت میں حکم شرعی یہ ہے کہ مقتدی امام کے دائیں جانب مَحاذ میں قدرے پیچھے کھڑا ہو، اگر وہ امام کے بائیں جانب یا پیچھے کھڑا ہوگا، تو نماز ہو جائے گی، البتہ خلافِ سنت ہونے کی وجہ سے اِساءت کا مرتکب ہوگا، اس لیے اِس بات کا خیال رکھا جائے کہ مقتدی امام کے دائیں جانب محاذ میں قدرے پیچھے کھڑا ہو۔ (۱)

= له بعبادة ثنتي عشرة سنة ". (۱/۹۸، كتاب الصلاة، باب ما جاء في فضل التطوع وستّ ركعات بعد المغرب، رقم الحديث: ۴۳۵)

(۲) ما في " شرح الطيبي ": عن عائشة – رضي الله عنها – قالت: قال رسول الله ﷺ: " من صلّى بعد المغرب عشرين ركعة بنى الله له بيتًا في الجنّة ".

(۳/۸۹، كتاب الصلاة، باب السنن وفضلها، رقم الحديث: ۱۱۷۴)

(۳) ما في " مرقاة المفاتيح ": المفهوم أن الركعتين الراتبتين داخلتان في الستّ، وكذا في العشرين المذكورة في الحديث الآتي قاله الطيبي. (۳/۲۲۶)

ما في " شرح الطيبي ": المفهوم من الحديث أن الستّ المذكورة فيه والعشرين في الحديث الآتي هي مع الركعتين الراتبتين. (۳/۸۹، باب السنن وفضلها)

(۴) ما في " القرآن الكريم ": ﴿وتعاونوا على البرِّ والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعُدوان﴾. (سورة المائدة: ۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴/۲۱۷)

الحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " سنن الدارمي ": عن الأعمش قال: كان إبراهيم يقول: يقوم =

....

....

....

....

....

....

=عن يساره ، فحدثته عن سميع الزيات عن ابن عباس أن النبي ﷺ أقامه عن يمينه فأخذ به. (۱/ ۱٦۱ ، باب الرجل يفتى بشيء ثم يبلغه عن النبي ﷺ فيرجع إلى قول النبي ﷺ)

ما في " مسند أحمد " : عن ابن عباس قال : " بتُّ ليلة عند خالتي ميمونة بنت الحارث ، ورسول الله ﷺ عندها في ليلتها ، فقام يصلي من الليل ، فقمت عن يساره لأصلّي بصلاته ، قال : فأخذ بذؤابةٍ كانت لي ، أو برأسي ، حتى جعلني عن يمينه " .
(۲/ ۴۲۴ ، رقم الحديث :۱۸۴۳ ، مسند عبد الله بن عباس)

ما في " كتاب الآثار للشيباني " : قال محمد : " أخبرنا أبو حنيفة عن حماد عن ابراهيم في الرجلين يؤمّ أحدهما صاحبه ، قال : يقوم الإمام في جانب الأيسر " .
(۱/ ۱٦۱ ، كتاب الصلاة ، باب الرجل يؤمّ القوم أو يؤمّ الرجلين)

ما في " الفتاوى الولوالجية " : إذا كان مع الإمام واحد يقوم عن يمينه لما روي عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما ، أن النبي ﷺ أقامه عن يمينه ، فإن قام عن يساره أو خلفه جاز لانعدام المفسد وهو مسيء ، لأنه خالف السنة .
(۱/ ۱۱۷ ، كتاب الطهارة ، الفصل العاشر في حق المريض ومن بمعناه إلى آخر الفصل)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : ويقف الواحد ولو صبيًا ، أما الواحدة فتأخر محاذيًا أي مساويًا ليمين إمامه على المذهب ، ولا عبرة بالرأس بل بالقدم ، فلو صغيرًا فالأصح ما لم يتقدم أكثر قدم المؤتم لا تفسد ، فلو وقف عن يساره =

تراویح میں دیکھ کر قرأت سننا

مسئلہ (۳۲): بعض لوگ رمضان المبارک میں عمرہ کے لیے جاتے ہیں، تو وہاں اور لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ نمازِ تراویح کی حالت میں قرآن کریم کھولتے ہیں، اور امام کی قرأت چیک کرتے ہیں، تو یہ لوگ بھی نماز کی حالت میں ویسا ہی کرتے ہیں، جب کہ احناف کے نزدیک نماز کی حالت میں قرآن کریم دیکھ کر پڑھنا، اور قرآن کریم دیکھ کر امام کی قرأت سننا اور اسے چیک کرنا یہ عملِ کثیر اور تعلُّم من الغیر (دوسرے سے سیکھنا) ہے، جس سے نماز فاسد ہوجاتی ہے، لہٰذا اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔(۱)

=كره اتفاقًا، وكذا يكره خلفه على الأصح لمخالفة السنة . تنوير والدر. وفي الشامية : ومعنى المحاذاة بالقدم : المحاذاة بعقبه ، فلا يضر تقدم أصابع المقتدى على الإمام ، حيث حاذاه بالعقب ما لم يفحش التفاوت بين القدمين ...... قوله : (كره اتفاقًا) الظاهر أن الكراهة تنزيهية لتعليلها في الهداية وغيرها بمخالفة السنة ، ولقوله في الكافي : جاز وأساء ، وكذا نقله الزيلعي عن محمد ، لكن قدمنا في أول بحث سنن الصلاة اختلاف عبارتهم في أن – الإساء ة دون الكراهة – أو أفحش منها، ووفقنا بينها بأنها دون كراهة التحريم ، وأفحش من كراهة التنزيه .

(۲/۳۰۷ ، ۳۰۸ ، كتاب الصلاة ، باب الإمامة ، مطلب هل الإساء ة دون الكراهة أو أفحش منها ، الفتاوى التاتارخانية : ۱/۳۸۹، ۳۹۰ ، الفصل السابع في بيان مقام الإمام والمأموم ، حاشية الطحطاوي :ص/۲۹۰، كتاب الصلاة ، باب الإمامة ، نور الإيضاح :ص/۷۸، باب الإمامة)

ما في " مرقاة المفاتيح " : قال في شرح السنة : في الحديث فوائد : منها جواز =

نفل نماز میں تکرارِ آیت

مسئلہ (۳۳): اگر کوئی شخص نفل نماز تنہا پڑھ رہا ہو، اور ایک ہی آیت کو مکرر پڑھے، تو نفل نماز میں تکرارِ آیت مکروہ نہیں ہے، اور اگر فرض نماز میں بغیر کسی عذر ونسیان کے مکرر پڑھے، تو مکروہ ہے، ورنہ نہیں۔ (۱)

=لصلاة نافلة بالجماعة ، ومنها أن المأموم الواحد يقف على يمين الإمام .... وفي الهداية : وإن صلى خلفه أو يساره جاز وهو مسيء ، قال ابن الهمام : هذا هو المذهب . (۳/۱٦٤ ، كتاب الصلاة ، باب الموقف ، تحت رقم الحديث : ۱۱۰٦)

(فتاویٰ رحیمیہ: ۵/۱۲۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : ويفسدها انتقاله من صلاة إلى مغايرتها وقراء ته من مصحف أي ما فيه القرآن مطلقا لأنه تعلم . تنوير . وفي الشامية : قال الشامي رحمه الله تعالى : قوله : (مطلقا) أي قليلا أو كثيرا إماما أو منفردا أميا لا يمكنه القراء ة إلا منه أو لا . قوله : (لأنه تعلم) ذكروا لأبي حنيفة في علة الفساد وجهين : أحدهما : ان حمل المصحف والنظر فيه وتقليب الأوراق عمل كثير ، والثاني : انه تلقن من المصحف فصار كما إذا تلقن من غيره .

(۲/۳۸۳ ، ۳۸٤ ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، قبيل مطلب في التشبه بأهل الكتاب ، النهر الفائق : ۱/۲۷۲ ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، الفتاوى التاتارخانية : ۱/۳٦٤ ، الفصل الخامس في بيان ما يفسد الصلاة وما لا يفسد ، تبيين الحقائق : ۱/۳۹۷ ، ۳۹۸ ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۳۲۰۴۷)

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : وإذا كرّر آية واحدة مرارًا فإن كان في التطوع=

وتر کے بعد نفل نماز پڑھنا

مسئلہ (۳۴): بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جو لوگ تہجد گزار ہیں، انہیں وتر تہجد کے وقت ادا کرنا چاہیے، عشا کے وقت نہیں، کیوں کہ وتر کے بعد سے صبح تک کوئی نماز نہیں پڑھ سکتے، حالانکہ صحیح یہ ہے کہ جو لوگ تہجد گزار ہیں وہ بھی وتر کو عشا کے بعد پڑھ سکتے ہیں، بلکہ یہ اَحوط ہے، پھر اگر تہجد کے وقت اٹھیں، تو تہجد پڑھ لیں، وتر کو دوبارہ لوٹانے کی ضرورت نہیں، یہ بات غلط ہے کہ وتر کے بعد سے صبح تک کوئی نماز نہیں پڑھ سکتے۔ (۱)

= الذي يصلي وحده فذلک غير مکروه ، وإن کان في الصلاة المفروضة فهو مکروه في حالة الاختيار ، وأما في حالة العذر والنسيان فلا بأس . هکذا في المحيط . (۱/۱۰۷ ، الباب السابع فيما يفسد الصلاة وما يکره فيها ، الفصل الثاني فيما يکره في الصلاة وما لا يکره) (فتاویٰ فریدیہ:۴/۴۹۹)

(۱) ما في " التنوير مع الدر والرد " : (و) تاخير (الوتر إلى آخر الليل لواثق بالانتباه) وإلا فقبل النوم ، فإن أفاق وصلی نوافل والحال أنه صلی الوتر أول الليل فإنه الأفضل . تنوير مع الدر . وفي الشامية : قوله : (فإن أفاق الخ) أي إذا أوتر قبل النوم ثم استيقظ يصلي ما کتب له ، ولا کراهة فيه بل هو مندوب ولا يعيد الوتر . (۲/۲۸ ، کتاب الصلاة ، مطلب في طلوع الشمس من مغربها) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴/۱۶۵)

فصل فی سجدة التلاوة

سجدۂ تلاوت کے مسائل

گاڑی میں آڈیو (Audio) کے ذریعہ سجدۂ تلاوت

مسئلہ (۳۵): اگر کوئی شخص گاڑی چلاتے ہوئے قرآن کریم کی تلاوت- آڈیو (Audio) سی ڈی (C.D) یا پن ڈرائیو (Pin Drive) وغیرہ کے ذریعہ سن رہا ہو، اور اس میں آیتِ سجدہ سن لے، تو اس پر سجدۂ تلاوت واجب نہ ہوگا۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير مع الدر والرد " : لا تجب بسماعه من الصدى والطير .

(۵۸۳/۲ ، باب سجود التلاوة ، بيروت)

ما في " الفتاوى الهندية " : ولا تجب إذا سمعها من طير هو المختار .... وإن سمعها من الصدى لا تجب عليه . كذا في الخلاصة .

(۱۳۲/۱ ، الباب الثالث عشر في سجود التلاوة)

ما في " البحر الرائق " : وكذا تجب على السامع بتلاوة هولاء إلا المجنون لعدم أهليته لانعدام التمييز كالسماع من الصدى . كذا في البدائع . والصدى ما يعارض الصوت في الأماكن الخالية . (۲۱۱/۲ ، باب سجود التلاوة)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۴۶۸۰۵)

سجدۂ تلاوت کے بعد فوراً رکوع

مسئلہ (۳۶): اگر کسی شخص نے نماز میں آیتِ سجدہ تلاوت کرنے کے بعد سجدۂ تلاوت ادا کیا، اور پھر اُٹھ کر کھڑا ہوا، تو اس کے لیے مستحب ہے کہ دو تین آیتیں پڑھ کر پھر رکوع کرے، اور اگر سجدۂ تلاوت سے کھڑا ہونے کے بعد فوراً رکوع کرلیا، تو اس میں کوئی حرج نہیں، نماز صحیح ہوجائیگی۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : وفي الحلية : ثم إذا سجد أو ركع لها على حدة فورًا يعود إلى القيام ، ويستحب أن لا يعقبه بالركوع بل يقرأ آيتين أو ثلاثًا فصاعدًا ثم يركع ، وإن كانت السجدة آخر السورة يقرأ من سورة أخرى ثم يركع ، وتمامه في الإمداد والبحر . (۲/۵۸۶، باب سجود التلاوة)

ما في " مجمع الأنهر" : وفي الخزانة : إن تلا آية سجدة في الصلاة فإن كان في وسط القراء ة فالأفضل أن يركع أو يسجد للتلاوة في الحال غير ركوع الصلاة وغير سجودها ثم يقوم ويقرأ ويتم صلوته . (۱/۲۳۴ ، باب سجود التلاوة)

ما في " الهندية " : وإن قرأ آية السجدة في الصلاة فإن كانت في وسط السورة فالأفضل أن يسجد ثم يقوم ويختم السورة ويركع .... ولو كانت بختم السورة فالأفضل أن يركع بها ولو سجد ولم يركع فلا بد من أن يقرأ شيئًا من السورة الأخرى بعد ما رفع رأسه من السجود ولو رفع ولم يقرأ شيئًا وركع جاز .

(۱/۱۳۳ ، الباب الثالث عشر في سجود التلاوة ، الفتاوى التاتارخانية : ۱/۴۹۷ ، نوع آخر فيما إذا تلا آية السجدة وأراد أن يقيم الركوع مقام السجدة)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴/۴۲۶، ۴۲۷)

غیر مسلم پر سجدۂ تلاوت

مسئلہ (۳۷): اگر کسی غیر مسلم شخص نے آیتِ سجدہ تلاوت کی، تو اس پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں، کیوں کہ سجدۂ تلاوت کے واجب ہونے کے لیے اہلیتِ سجدہ اور مکلّف ہونا ضروری ہے، جب کہ غیر مسلم میں اس کی اہلیت نہیں، البتہ اگر کوئی مکلّف یعنی عاقل وبالغ شخص کسی غیر مسلم سے آیتِ سجدہ سنے تو اس پر سجدۂ تلاوت لازم ہوگا۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الملتقط فی الفتاوی الحنفية " : الصبي إذا تلا آية السجدة لا يجب عليه السجدة ، وتجب على من سمع ذلک ، وکذلک الکافر والحائض .

(ص/۵۲ ، کتاب الصلاة ، مطلب في زيارة القبور)

ما في " البحر الرائق " : وأما بيان من تجب عليه فكل من كان أهلا لوجوب الصلاة عليه إما أداء أو قضاء فهو من أهل وجوب السجدة عليه ومن لا فلا ، لأن السجدة جزء من أجزاء الصلاة فيشترط لوجوبها أهلية وجوب الصلاة من الإسلام والعقل والبلوغ والطهارة من الحيض والنفاس حتى لا يجب على كافر وصبي ومجنون وحائض ونفساء قرأوا أو سمعوا ، وتجب على المحدث والجنب ، وكذا تجب على السامع بتلاوة هؤلاء إلا المجنون لعدم أهليته لانعدام التمييز كالسماع من الصدى . كذا في البدائع . (۲/۲۱۱ ، کتاب الصلاة ، باب سجود التلاوة ، مجمع الأنهر : ۱/۲۳۲ ، کتاب الصلاة ، باب سجود التلاوة)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (فلا تجب على كافر وصبي ومجنون وحائض ونفساء قرأوا أو سمعوا) لأنهم ليسوا أهلا لها (وتجب بتلاوتهم) يعني المذكورين .

(۲/۵۸۱ ، کتاب الصلاة ، باب سجود التلاوة)

آداب الفتح على الإمام

امام کو لقمہ دینے کے آداب

امام کا قرأت میں اَٹک جانا

مسئلہ (۳۸): اگر کوئی امام نماز میں قرأت کرتے ہوئے اَٹک جائے، یا اس کو متشابہ لگ جائے، تو مقتدی کو چاہیے کہ لقمہ دینے میں جلدی نہ کرے، تاکہ امام خود اِصلاح کرلے یا رکوع کردے (اگر تین آیت کے بقدر پڑھ چکا ہے)، یا دوسری جگہ سے پڑھ دے، جلدی میں لقمہ دینا مکروہ ہے، امام کو بھی چاہیے کہ وہیں اَٹکا نہ رہے کسی اور جگہ سے پڑھ دے، وہیں اٹکے رہنا اور بار بار اسی آیت کو پڑھنا امام کے لیے مکروہ ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " حاشية الطحطاوي على مراقی الفلاح " : قوله : (وفتحه على إمامه جائز) لما روي أنه ﷺ قرأ في الصلاة سورة المؤمنين فترک کلمة فلما فرغ قال : "ألم يكن فيكم أبيّ ؟ " قال : بلى ! قال : " هلا فتحت عليّ ؟ " قال : ظننتُ أنها نسخت، فقال ﷺ : " لو نسخت لأ علمتكم " وقال : " إذا استطعمک الإمام فأطعمه " أي إذا استفتحک الإمام فافتح عليه .... ويكره للمقتدي أن يعجّل بالفتح ، لأن الإمام ربما يتذكر فيكون التلقين من غير حاجة ، ويكره للإمام أن يلجئهم إليه بأن يقف ساكنًا بعد الحصر أو يكرر الآية ، بل ينتقل إلى آية أخرى أو يركع إن قرأ القدر المستحب وقيل : قدر الفرض ، والأول هو الظاهر ، قوله : (لإصلاح صلاتهما) لأنه لو لم يفتح ربما يجرى على لسانه ما يكون مفسدا =

مقتدی کا امام کو جلدی لقمہ دینا

مسئلہ (۳۹): اگر امام سورۂ فاتحہ اور تین آیات کی مقدار قرأت کرنے کے بعد اَٹک جائے، تو اسے رکوع کر دینا چاہیے، اور اگر اتنی مقدار قرأت سے پہلے ہی اَٹک جائے، تو اسے چاہیے کہ دوسری سورت جو یاد ہو پڑھ دے، وہیں اَٹکا نہ رہے، اور مقتدی کو بھی چاہیے کہ لقمہ دینے میں جلدی نہ کرے، بلکہ توقّف کرے، کہ شاید امام رکوع کر دے، یا دوسری سورت پڑھ دے، یا خود ہی اَٹکی ہوئی جگہ کو نکال کر صحیح پڑھ لے، ہاں! جب امام نہ رکوع کرے، نہ دوسری سورت پڑھے، اور کئی مرتبہ لوٹانے کے بعد بھی آگے نہ پڑھ پائے، تو پھر مقتدی کو چاہیے کہ لقمہ دیدے۔[1]

=فيكون فيه إصلاح صلاة الإمام وبإصلاحها تصلح صلاة المقتدى .

(ص/۳۳۴ ، مكتبة شيخ الهند ديوبند ، باب ما يفسد الصلاة ، رد المحتار :۲/۳۸۲ ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، البحر الرائق :۲/۱۰ ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، الفتاوى الهندية : ۱/۹۹ ، الباب السابع فيما يفسد الصلاة وفيما يكره فيها ، الفصل الأول فيما يفسدها) (فتاویٰ محمودیہ:۷/۱۵۱-۱۵۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الهداية " : وينبغي للمقتدي أن لا يعجّل بالفتح وللإمام أن لا يلجئهم إليه بل يركع إذا جاء أوانه أو ينتقل إلى آية أخرى . (۱/۱۳۶ ، باب ما يفسد الصلاة)

ما في " رد المحتار " : تتمة : يكره أن يفتح من ساعته كما يكره للإمام أن يلجئه إليه بل ينتقل إلى آية أخرى لا يلزم من وصلها ما يفسد الصلاة أو إلى سورة أخرى أو يركع إذا قرأ قدر الفرض كما جزم به الزيلعي وغيره ، وفي رواية : قدر =

’’سبحان اللہ‘‘ کہہ کر لقمہ دینا

مسئلہ (۴۰): اگر امام کسی رکعت میں کھڑا ہونے کے بجائے سہواً بیٹھ جائے، یا اس کے برعکس ہو، تو اس کو یاد دلانا چاہیے، اور یاد کے لیے ’’سبحان اللہ‘‘ کہنا چاہیے، لیکن اگر امام دو رکعت پڑ بیٹھنے کے بجائے کھڑا ہوگیا، تو اب اس کو یاد نہ دلائے۔[1]

=المستحب كما رجعه الكمال بأنه الظاهر من الدليل ، وأقره في البحر والنهر ، ونازعه في شرح المنية ورجح قدر الواجب لشدة تاكده . (۳۸۲/۲ ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، مطلب : المواضع التي لا يجب فيها ردّ السلام ، الفتاوى الهندية : ۹۹/۱ ، الباب السابع فيما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، الفصل الأول فيما يفسدها)

ما في " المبسوط للسرخسي " : لا ينبغي أن يعجّل بالفتح على الإمام ولا ينبغي للإمام أن يحوّجه إلى ذلك بل يركع أو يتجاوز إلى آية أو سورة أخرى فإن لم يفعل وخاف أن يجرى على لسانه ما يفسد الصلاة فحينئذ يفتح لقول علي رضي الله تعالى عنه إذا استطعمك الإمام فأطعمه وهو مليم أي مستحق اللوم لأنه أحوج المقتدي إلى ذلك . (۳۵۲/۱ ، باب الحدث في الصلاة) (فتاویٰ محمودیہ: ۱۵۱/۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " البحر الرائق " : لو عرض للإمام شيء فسبح المأموم لا بأس به ، لأن المقصود به إصلاح الصلاة .... ولا يسبح للإمام إذا قام إلى الأخريين ، لأنه لا يجوز له الرجوع إذا كان إلى القيام أقرب ، فلم يكن التسبيح مفيدا .... وإنما ترك للحديث الصحيح " من نابه شيء في صلوته فليسبح " فللحاجة لم يعمل بالقياس . (۱۲/۲ ، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها ، بيروت)

ما في " الفتاوى التاتارخانية " : سبح رجل لانتباه الإمام لا تفسد صلوته ، وإن=

نابالغ مراہق کا لقمہ دینا

مسئلہ (۴۱): اگر کوئی نابالغ سمجھدار (مراہق/قریب البلوغ) بچہ جو مفسداتِ صلوۃ سے بچتا ہو، نماز میں امام کو لقمہ دے، تو اس کا لقمہ دینا درست ہے، اور اس کا لقمہ لینے سے امام کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ (۱)

= قام إلى الثالثة لا يسبح . (١/٣٥٩ ، كتاب الصلوة ، الفصل الخامس في بيان ما يفسد الصلاة وما لا يفسد) (فتاویٰ محمودیہ: ۷/۱۵۳، کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(١) ما في " الفتاوى التاتارخانية " : كتب إلى الحسن بن علي : إذا فتح الصبي المراهق على الإمام هل تبقى صلوة الإمام صحيحة ؟ قال : نعم ! . (١/٣٦٣ ، كتاب الصلاة ، الفصل الخامس في بيان ما يفسد الصلاة وما لا يفسد)

ما في " البحر الرائق " : لوفتح على إمامه فلا فساد لأنه تعلق به إصلاح صلوته ..... وفتح المراهق كالبالغ . (٢/١٠، ١١ ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، الفتاوى الهندية : ١/٩٩ ، الباب السابع فيما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، الفصل الأول فيما يفسدها ، حاشية الشلبي على التبيين : ١/٣٩٣ ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها)
(فتاویٰ محمودیہ: ۷/۱۵٦)

قعدۂ اُولیٰ طویل ہونے پر لقمہ دینا

مسئلہ (۴۲): اگر کوئی امام قعدۂ اُولیٰ میں مقدارِ تشہد سے زیادہ بیٹھ جائے، یعنی معمول سے کسی قدر تاخیر ہوجائے، تو یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ امام کو سہو ہوگیا، اور اس نے تشہد کے بعد درود شریف بھی پڑھ لیا، بلکہ ہوسکتا ہے کہ معنی کی طرف دھیان کرنے سے یا کسی دوسری حضوری کیفیت کی وجہ سے تاخیر ہوگئی ہو، تو مقتدیوں کو چاہیے کہ امام کو لقمہ دینے میں جلدی نہ کریں، اور محض شبہ کی بنیاد پر لقمہ نہ دیں [1]، ہاں! جب امام سلام پھیرنے لگے تو یقینی بات ہے کہ اس نے قعدۂ اُولیٰ کو قعدۂ اخیرہ تصور کیا، تب لقمہ دینا لازم ہے، تاہم اگر کسی نے شبہ کی بنیاد پر لقمہ دیدیا، تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔ [2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : قوله : (وفتحه على الإمام جائز) ويكره للمقتدي أن يعجّل بالفتح ؛ لأن الإمام ربما يتذكر ، فيكون التلقين من غير حاجة . (ص/۳۳۴ ، باب ما يفسد الصلاة ، قديمي ، رد المحتار : ۱/۶۲۲ ، ۶۲۳ ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، مكتبه سعيد)

(۲) ما في " البحر الرائق " : لو فتح على إمامه فلا فساد ، لأنه تعلق به إصلاح صلوته ؛ أما إن كان الإمام لم يقرأ الفرض فظاهر ...... والصحيح عدم الفساد ؛ لأنه لو لم يفتح ربما يجري على لسانه ما يكون مفسدا ، فكان فيه إصلاح صلوته .

(۲/۱۰ ، بيروت ورشيديه)

(فتاویٰ محمودیہ: ۷/۱۵۵، کراچی)

باب الجمعة

جمعہ کے مسائل

نمازِ جمعہ فرضِ عین ہے

مسئلہ (۴۳): نمازِ جمعہ فرضِ عین ہے، ہر ایسے مسلمان مرد پر جو عاقل ہو، بالغ ہو، آزاد ہو، صحت مند وصحیح سالم ہو، شہر یا قصبہ میں مقیم ہو، امن کی حالت میں ہو۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " المبسوط للسرخسي" : اعلم أن الجمعة فريضة بالكتاب والسنة ، أما الشرائط في المصلى لوجوب الجمعة فالإقامة والحرّية والذكورة والصحة لحديث جابر رضي الله تعالى عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فعليه الجمعة إلا مسافر ومملوک وصبي وامرأة ومريض ، فمن استغنى عنها بلهو أو تجارة استغنى الله عنه والله غني حميد" . (۳۶/۲ ، باب صلاة الجمعة)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية" : هي فرض عين يكفر جاحدها لثبوتها بالدليل القطعي كما حققه الكمال وهي فرض مستقل آكد من الظهر وليست بدلا عنه كما حرره الباقاني معزيا لسرى الدين . ابن الشحنة .... وشرط لافتراضها تسعة تختص بها إقامة بمصر وصحة وحرية وذكورة وبلوغ وعقل ووجود بصر قدرته على المشي وعدم حبس وعدم خوف وعدم مطر شديد ووحل وثلج ونحوهما. (۳/۳ ، ۴ ، ۵ – ۲۶ ، ۲۷ ، ۲۸ ، ۲۹ ، باب الجمعة)

ما في " نور الإيضاح" : صلوة الجمعة فرض عين على من اجتمع فيه سبعة شرائط: الذكورة والحرية والإقامة في مصر أو فيما هو داخل في حدّ الإقامة فيها في =

چھوٹے گاؤں اور دیہات میں نمازِ جمعہ

مسئلہ (۴۴): چھوٹے گاؤں اور دیہات میں نمازِ جمعہ صحیح نہیں ہے، شہر اور قصبات میں صحیح ہے، قصبہ کی تعریف ہمارے عُرف میں یہ ہے کہ جہاں آبادی چار ہزار کے قریب یا اُس سے زیادہ ہو، اور ایسا بازار موجود ہو جس میں چالیس پچاس دکانیں متصل ہوں، روزانہ بازار لگتا ہو، اور اُس بازار میں ضروریاتِ روزمرّہ کی تمام چیزیں ملتی ہوں، مثلاً جوتے، کپڑے، عطریات، غلہ، دودھ اور گھی وغیرہ کی دکانیں ہوں، ڈاکٹر اور حکیم ہوں، ڈاک خانہ ہو، پولیس تھانہ یا چوکی ہو، اُس میں مختلف محلے مختلف ناموں سے موسوم ہوں، پس جس بستی میں یہ شرائط موجود ہوں، وہاں جمعہ صحیح ہوگا، اور جہاں یہ شرطیں نہ پائی جائیں وہاں جمعہ صحیح نہ ہوگا، جو لوگ چھوٹے گاؤں یا دیہات میں رہتے ہیں، وہ جمعہ کے دن اپنے گاؤں اور دیہات میں ظہر کی نماز اذان واقامت کے ساتھ پڑھ لیا کریں، اُن پر یہ لازم نہیں کہ نمازِ جمعہ کے لیے قصبہ یا شہر جائیں۔ (۱)

=الأصح، والصحة والأمن من ظالم وسلامة العينين وسلامة الرّجلين .

(ص/۱۱۷، باب الجمعة)

ما في " مراقي الفلاح " : صلاة الجمعة فرض عين بالكتاب والسنة والإجماع من المعنى يكفر جاحدها لذلک ، وقال عليه السلام في حديث : " واعلموا أن الله تعالى فرض عليكم الجمعة في يومي هذا ، في شهري هذا ، في مقامي هذا ، فمن تركها ونابها واستخفافًا بحقها ، وله إمام عادل أو جائر فلا جمع الله شمله ولا بارک له في أمره ألا فلا صلاة له ، ألا فلا صلاة له ، ألا فلا زكاة له ، ألا فلا صوم له ، إلا أن =

....

=يتوب ، فمن تاب تاب الله عليه " . (ص/ ١٩٠ ، باب الجمعة) (کتاب الفتاویٰ:٣/٦٩)

الحجة على ما قلنا :

(١) ما في " المبسوط للسرخسی " : ولنا قوله عليه الصلاة والسلام : " لا جمعة ولا تشريق إلا في مصر جامع " . وقال علي رضي الله عنه : " لا جمعة ولا تشريق ولا فطر ولا أضحى إلا في مصر جامع " . ولأن الصحابة حين فتحوا الأمصار والقُرى ما اشتغلوا بنصب المنابر وبناء الجوامع إلا في الأمصار والمدن ، وذلک اتفاق منهم على أن المصر من شرائط الجمعة .... وظاهر المذهب في بيان حدّ المصر الجامع أن يكون فيه سلطان أو قاضٍ لإقامة الحدود وتنفيذ الأحكام ، وقد قال بعض مشايخنا رحمهم الله تعالى أن يتمكن كل صانع أن يعيش بصنعته فيه ، ولا يحتاج فيه إلى التحوّل إلى صنعة أخرى ، وقال ابن شجاع رضي الله تعالى عنه أحسن ما قيل فيه أن أهلها بحيث لو اجتمعوا في أكبر مساجدهم لم يسعهم ذلک ، حتى احتاجوا إلى بناء مسجد الجمعة ، فهذا مصر جامع تقام فيه الجمعة . (٢/٣٧ ، ٣٨ ، باب صلاة الجمعة)

ما في " رد المحتار " : في التحفة عن أبي حنيفة أنه بلدة كبيرة فيها سكک وأسواق ولها رساتيق وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه أو علم غيره يرجع الناس إليه فيما يقع من الحوادث ، وهذا هو الأصح . (٣/٥،٦ ، باب الجمعة)

ما في " الكوكب الدرى " : وأما ما قال بعضهم من أن شرطه المصر فمسلّم لكنهم اختلفوا في ما يتحقق به المصرية ...... وقيل ما فيه أربعة آلاف رجال إلى غير ذلک ، وليس هذا كله تحديدًا له بل إشارة إلى تعيينه وتقريب له إلى الأذهان ، وحاصله إدارة الأمر على رأي أهل كلّ زمان في عدهم المعمورة مصرًا فما هو مصر في عرفهم جازت الجمعة فيه ، وما ليس بمصر لم يجز فيه . (١/١٩٩ ، أبواب الجمعة ، باب ما جاء في ترک الجمعة من غير عذر ، بدائع الصنائع : ٢/١٨٩ ، فصل في بيان شرائط الجمعة)

(فتاویٰ عثمانی:١/٥٠٩، کفایت المفتی:٣/٢٤٩، فتاویٰ رحیمیہ:٦/٩٠، فتاویٰ محمودیہ:١٢/٢١٦، فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:٣٧٨٣٢، جواہر الفقہ:٤/١١٢،١١٣)

خطبہ اور نماز ایک ہی شخص پڑھائے

مسئلہ (۴۵): بہتر اور مناسب یہی ہے کہ خطبہ اور نماز ایک ہی شخص پڑھائے، البتہ اگر خطبہ کوئی پڑھے اور امامت دوسرا کرائے، تو یہ بھی درست ہے، اور نماز میں کوئی کراہت نہیں ہے، البتہ یہ فعل بلاضرورت غیر اَولیٰ ہے (۱)، خطبہ کا بعض حصہ نہ سننے والا بھی امامت کرسکتا ہے، البتہ مکمل خطبہ نہ سننے والا جمعہ کی امامت نہیں کرسکتا۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : لا ينبغي أن يصلي غير الخطيب لأنهما كشيء واحد . تنوير وشرحه . وفي الشامية : قوله : (لأنهما) أي الخطبة والصلاة كشيء واحد لكونهما شرطًا ومشروطًا ، ولا تحقق للمشروط بدون شرطه ، فالمناسب أن يكون فاعلهما واحدًا . (۳/ ۳۹ ، باب الجمعة ، مطلب في حكم المرقى بين يدي الخطيب ، ط؛ بيروت)

(۲) ما في " بدائع الصنائع " : ولو أحدث الإمام بعد الخطبة قبل الشروع في الصلاة ، فقدم رجلا يصلي بالناس ، إن كان ممن شهد الخطبة أو شيئًا منها جاز ، وإن لم يشهد شيئًا من الخطبة لم يجز ، ويصلي بهم الظهر . (۲/ ۲۰۳ ، فصل في بيان شرائط الجمعة ، ط؛ بيروت)

ما في " الفتاوى التاتارخانية " : وإن خطب وهو طاهر ثم أحدث وأمر رجلا بالصلاة فإن كان الرجل المأمور قد شهد الخطبة أو بعضها أجزاه ، وإن لم يشهد المأمور الخطبة لا يجزيه لأنه يريد أن يبنى تحريمة الجمعة من غير شرطها وهو الخطبة فلا يجزيه . (۱/ ۵۴۲ ، الفصل الخامس والعشرون في صلاة الجمعة ، النوع الثاني في بيان شرائط الجمعة وما يتصل بها من المسائل ، الفتاوى الولوالجية : ۱/ ۱۴۵ ، كتاب الطهارة ، الفصل الثاني عشر في السفر وسجدة التلاوة الخ ، البحر الرائق : ۲/ ۲۵۴ ، كتاب الصلاة ، باب صلاة الجمعة)=

خطبہ کی آواز سنائی نہ دیتی ہو

مسئلہ (۴۶): اگر کوئی شخص جمعہ کی نماز کے لیے مسجد میں ایسی جگہ بیٹھا ہو، جہاں خطبہ کی آواز سنائی نہ دیتی ہو، تو اس کے لیے بھی یہی حکم ہے کہ خطبہ کے وقت نماز، تلاوت، ذکر وغیرہ میں مشغول نہ ہو، بلکہ خاموش بیٹھا رہے۔ (۱)

=ما في " المبسوط " : وإذا أحدث الإمام يؤم الجمعة بعد الخطبة وأمر رجلا يصلي بالناس فإن كان الرجل شهد الخطبة جاز ذلک ، لأنه قائم مقام الأول ، وهو مستجمع شرائط افتتاح الجمعة .... وإن لم يكن المأمور شهد الخطبة لم يجز أن يصلي بهم الجمعة لأن الجمعة من شرائط افتتاح الجمعة وهو المفتتح لها ، فإذا لم يستجمع شرائطها لم يجز لها افتتاحها . (۴۳/۲ ، باب صلاة الجمعة) (امداد الفتاویٰ:۲/ ۳۴۸،فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۳۵۰۸۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الهداية " : ويستمع وينصت وإن قرأ الإمام آية الترغيب والترهيب ، وكذلک في الخطبة .... إلا أن يقرأ الخطيب قوله تعالى : ﴿يآيها الذين آمنوا صلّوا عليه﴾ الآية . فيصلي السامع في نفسه ، واختلفوا في النائي (أي البعيد) عن المنبر والأحوط هو السكوت إقامة لفرض الإنصات . والله أعلم بالصواب . (۱۲۱/۱ ، قبيل باب الإمامة)

ما في " رد المحتار " : ولو كان بعيدًا لا يسمع الخطبة ففي حرمة الكلام خلاف ، وكذا في قراء ة القرآن والنظر في الكتب ، وعن أبي يوسف أنه كان ينظر في كتابه ويصححه بالقلم، والأحوط السكوت . وبه يفتى . (۳۶/۳ ، باب الجمعة ، قبيل مطلب في حكم المرقى بين يدي الخطيب)

ما في " الفتاوى الولوالجية " : النائي عن الخطيب يوم الجمعة إذا كان بحيث لا يسمع الخطبة ، لا يقرأ القرآن بل يسكت هو المختار ، لأنه مأمور بالاستماع والإنصات ، والمقصود فلأن لا يقدر على الاستماع قدر على الإنصات . (۱۴۲/۱ ، كتاب الطهارة ، الفصل الثاني عشر ، وأما الجمعة ، تبيين الحقائق : ۵۳۶/۱ ، باب صلاة الجمعة ، البحر الرائق : ۲۷۲/۲ ، باب صلاة الجمعة)

جمعہ کے دن زوال کے وقت نفل نماز

مسئلہ (۴۷): بعض لوگ جمعہ کے دن اذان سے پہلے مسجد پہنچ جاتے ہیں، جو بہت اچھی بات ہے، مگر ان میں سے کچھ لوگ عین زوال کے وقت بھی نفل نماز میں مشغول ہوجاتے ہیں، اور یہ سمجھتے ہیں کہ جمعہ کے دن اس وقت نماز پڑھنا جائز ہے، حالانکہ صحیح بات یہ ہے کہ جمعہ کے دن بھی اور دنوں کی طرح عین زوال کے وقت نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، جیسا کہ ''شامی'' اور ''بدائع'' میں اس کی صراحت مذکور ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (واستواء) إلا يوم الجمعة على قول الثاني المصحح المعتمد ، كذا في الأشباه ، ونقل الحلبي عن الحاوي أن عليه الفتوى . تنوير مع الدر . وفي الشامية : قوله : (ونقل الحلبي) أي صاحب الحلية العلامة المحقق ابن أمير حاج عن الحاوي : أي الحاوي القدسي كما رأيته فيه ، لكن شراح الهداية انتصروا لقول الإمام وأجابوا عن الحديث المذكوربأحاديث النهي عن الصلاة وقت الاستواء فإنها محرمة ، وأجاب في الفتح بحمل المطلق على المقيد .... لكن لم يعوّل عليه في شرح المنية والإمداد ، على أن هذا ليس من المواضع التي يحمل فيها المطلق على المقيد كما يعلم من كتب الأصول ، وأيضًا فإن حديث النهي صحيح رواه مسلم وغيره فيقدم بصحته ، واتفاق الائمة على العمل به وكونه حاظرًا ولذا منع علماؤنا عن سنة الوضوء وتحية المسجد وركعتي الطواف ونحو ذلک ، فإن الحاظر مقدم على المبيع ...... وقد قال أصحابنا : إن الصلاة في هذه الأوقات ممنوع منها بمكة وغيرها . اهـ . ورأيت في البدائع أيضًا ما نصه : وما ورد من =

نمازِ جمعہ سے پہلے وعظ وتقریر

مسئلہ (۴۸): بعض اوقات نمازِ جمعہ سے پہلے وعظ وتقریر ہوتی ہے، اورلوگ اس دوران سنتیں پڑھ رہے ہوتے ہیں، اسی طرح کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی نماز کے بعد کوئی واعظ اور مقرر اپنا وعظ وتقریر شروع کردیتا ہے، اورلوگ سنتوں میں مشغول ہوتے ہیں، اِن دونوں صورتوں میں نمازیوں کو وعظ وتقریر سے پریشانی ہوتی ہے، اوران کی نماز میں خلل واقع ہوتا ہے، حالانکہ حکمِ شرعی یہ ہے کہ مسجد میں اتنی بلند آواز سے ذکر، تلاوت اور وعظ وغیرہ درست نہیں ہے، جس سے نمازیوں کو پریشانی ہو، اس لیے بہتر یہ ہے کہ جمعہ سے پہلے وعظ وتقریر کے دروان سنتیں نہ پڑھی جائیں، بلکہ وعظ وتقریر کے بعد ادا کی جائیں، اوراس کے لیے مستقل موقع دیا جائے، اسی طرح نماز کے فوراً بعد تقریر شروع نہ کی جائے، بلکہ لوگوں کے سنتوں سے فارغ ہونے کا انتظار کیا جائے، اوراگر کسی نمازی کو سنتوں کے علاوہ دیگر نوافل یا قضا نمازیں پڑھنی ہو، تو ایک طرف ہوکر ادا کریں، تاکہ کسی کے عمل سے دوسرے کو خلل نہ ہو۔ (۱)

=النهي إلا بمكة شاذّ لا يقبل في معارضة المشهور ، وكذا رواية استثناء يوم الجمعة غريب فلا يجوز تخصيص المشهور به . (۳۲/۲)

ما في " بدائع الصنائع " : فالنبي ﷺ نهى عن الصلاة في هذه الأوقات من غير فصل ، فهو على العموم والإطلاق ، ونبه على معنى النهي ، ...... فقد عم النهي بصيغته ومعناه ، فلا معنى للتخصيص ، وما روي من النهي ؛ إلا بمكة شاذ ، لا يقبل=

....

....

....

....

....

....

....

....

....

= في معارضة المشهور ، وكذا رواية استثناء يوم الجمعة غريبة ، فلا يجوز تخصيص المشهور بها . (۲/ ۲۹۳ ، كتاب الصلاة ، فصل فيما يكره من التطوع ، بيروت)

(امداد الاحکام: ۲/ ۲۲، ۲۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : أجمع العلماء سلفًا وخلفًا على استحباب ذكر الجماعة في المساجد وغيرها ، إلا أن يشوش جهرهم على نائم أو مصل أو قارئ . الخ .

(۲/ ۴۳۴ ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، مطلب في رفع الصوت بالذكر ، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح :ص/ ۳۱۸ ، كتاب الصلاة ، فصل في صفة الأذكار ، ط : مكتبة شيخ الهند ديوبند ، الموسوعة الفقهية : ۳۷/ ۲۰۷ ، مسجد ، رفع الصوت في المسجد والجهر فيه ، الفتاوى الحديثية :ص/ ۱۰۸ ، مطلب في الجهر بالأوراد عقب الصلاة سنة الخ ، ط : احياء التراث العربي)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۵۲۰۰۷)

باب صلوة المسافر

مسافر کی نماز کے مسائل

مغرب اور وتر میں قصر نہیں

مسئلہ (۴۹): بعض لوگ سفرِ شرعی (جس کی مسافت تقریباً ساڑھے ستہتر کلومیٹر ہے) میں نکلتے ہیں، تو یہ سمجھتے ہیں کہ مغرب اور وتر میں بھی قصر ہے، یعنی ان کی بھی دو رکعت ہی پڑھی جائے، حالانکہ ایسا نہیں ہے، مغرب اور وتر کی نماز دورانِ سفر تین تین رکعات ہی ہیں، ان میں کوئی قصر نہیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : من خرج من عمارة موضع إقامته قاصدا مسيرة ثلاثة أيام ولياليها .... صلى الفرض الرباعي ركعتين . تنوير . وفي الشامية : قال الشامي رحمه الله : قوله : (صلى الفرض الرباعي) واحترز بالفرض عن السنن والوتر وبالرباعي عن الفجر والمغرب .

(۲/ ۵۹۹ — ۶۰۳، كتاب الصلاة ، باب صلاة المسافر ، بيروت)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : فقال أبو حنيفة وأبو يوسف ومحمد : " فرض المسافر ركعتان إلا صلاة المغرب فإنها ثلاث " .

(۲/ ۳۱۷ ، باب صلاة المسافر ، سورة النساء ، الآية : ۱۰۱)

ما في " مسند أحمد " : عن عائشة قالت : فرضت الصلاة ركعتين ركعتين إلا المغرب فرضت ثلاثا لأنها وتر ، قالت : " وكان رسول الله ﷺ إذا سافر صلى الصلاة الأولى إلا المغرب فإذا قام زاد مع كل ركعتين ركعتين إلا المغرب فلأنها وتر والصبح لأنه يطول فيها القراءة " . (۱۸/ ۱۷۸، رقم : ۲۶۱۶۰)=

چلتی بس میں نماز

مسئلہ(۵۰): اگر کوئی شخص بس سے سفر کررہا ہے، اور نماز کا وقت ہوجائے، اور وقتِ ادا میں گاڑی رُکنے کی کوئی صورت نہ ہوسکے، تو مجبوراً جس طرح بھی نماز پڑھ سکے، پڑھ لے، مگر بس سے اُترنے کے بعد اُس نماز کو دوبارہ پڑھ لے۔[1]

=ما في " مجمع الأنهر " : وفيه إشارة إلى أن لا قصر في الثلاثي والثنائي ، وكذا في الوتر والسنن . (۱/۲۳۹ ، كتاب الصلاة ، باب المسافر)

ما في " الفتاوى التاتارخانية " : ولا قصر في ذوات الثلاث والمثنى ، لأن شطرها ليست بصلاة . (۱/۵۰۰ ، الفصل الثاني والعشرون في صلاة المسافر)

وفيه أيضًا : قال علماؤنا : أدناها مسيرة ثلاثة أيام ولياليها مع الاستراحات التي تكون في خلال ذلک بسير الإبل ومشي الأقدام ، وهو السير الوسط والمعتاد الغالب .... وعن أبي حنيفة أنه اعتبر ثلاث مراحل .... وعامة مشايخنا قدروها بالفراسخ أيضًا ، واختلفوا فيما بينهم بعضهم قالوا : أحد وعشرون فرسخا ، وبعضهم قالوا : ثمانية عشر ، وبعضهم قالوا : خمسة عشر ، والفتوى على ثمانية عشر ، لأنها أوسط الأعداد . (۱/۵۰۱ ، الفصل الثاني والعشرون في صلاة المسافر ، نوع آخر في بيان أدنى مدة السفر الذي يتعلق به قصر الصلاة ، رد المحتار: ۲/۶۰۲، كتاب الصلاة ، باب صلاة المسافر) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ: ۱۲۶۶۸)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : ووقع في الخلاصة وغيرها : أسير منعه العدو من الوضوء والصلاة يتيمم ويصلي بالإيماء ثم يعيد ، فقيد بالإيماء لأنه منع من الصلاة أيضًا ، فلو منع من الوضوء فقط صلى بركوع وسجود كما هو ظاهر الدرر. =

قنوتِ نازلہ

مصائبِ عامہ شدیدہ کے وقت قنوتِ نازلہ

مسئلہ(۵۱): مصائبِ عامہ شدیدہ کے وقت فجر کی دوسری رکعت میں رکوع کے بعد امام کا قنوتِ نازلہ پڑھنا مشروع ہے، آج پورے عالم میں ، بالخصوص مصر، شام، فلسطین وغیرہ کے مسلمان جن سخت پریشانیوں اور مصائب سے دوچار ہیں، اور خود ہمارے ملک کے حالات جس تیزی سے بدلتے جارہے ہیں، اُن کا تقاضا یہ ہے کہ ہم مسلمان اپنے رب سے اپنے رشتہ وتعلق کو مضبوط بنائیں، گناہوں سے توبہ کرلیں، احکام شریعت کو لازم پکڑیں، اور ہمارے ائمۂ مساجد نمازِ فجر میں قنوتِ نازلہ کا اہتمام بھی کریں، اس لیے کہ ایسے حالات میں مصائب وبَلِیَّات اور سختیاں دور کروانے کے لیے، مسلمانوں کی فتح اور مخالفین کی شکست کے لیے بالاتفاق نمازِ فجر کی جماعت میں قنوتِ نازلہ پڑھنا مسنون ومستحب ہے۔(۱)

=(۱/ ۳۹۹ ، كتاب الطهارة ، باب التيمم)

ما في " البحر الرائق " : وفي الخلاصة وفتاوى قاضيخان وغيرهما : الأسير في يد العدو إذا منعه الكافر عن الوضوء والصلاة يتيمم ويصلي بالإيماء ثم يعيد إذا خرج ..... لأن هذا عذر جاء من قبل العباد فلا يسقط فرض الوضوء عنه ، فعلم منه أن العذر إن كان من قبل الله تعالى لا تجب الإعادة ، وإن كان من قبل العبد وجبت الإعادة . (۱/ ۲۴۸، باب التيمم ، حاشية الطحطاوي :ص/ ۱۱۶ ، كتاب الطهارة ، باب التيمم ، حلبي كبير:ص/ ۷۵، فصل في التيمم) (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/ ۶۰۸، ۶۰۹، ط: میرٹھ، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۴۷۰۶۳)=

قنوتِ نازلہ کتنے دنوں تک جاری رکھی جائے، اس سلسلے میں تین قسم کی روایتیں ملتی ہیں: (۱) ۲۰/ دن [۲]، (۲) ایک ماہ [۳]، (۳) ۴۰/ دن۔ [۴]

حضور ﷺ کا ایک ماہ تک قنوتِ نازلہ پڑھنا پھر اس کے بعد اس کو موقوف کردینا، اس کی تحدید و تعیین کے لیے نہیں تھا، بلکہ اس کی وجہ اس فتنہ اور بلیّہ کا ختم ہوجانا تھا، جس کے سبب آپ ﷺ قنوتِ نازلہ پڑھ رہے تھے [۵]، لہٰذا ضرورت کے موافق اس دعا کو جاری رکھا جاسکتا ہے، تاہم اتباعِ سنت کی غرض سے ایک ماہ تک اس کو جاری رکھنا چاہیے، اور اس سے زائد مدت تک پڑھنے کی ضرورت محسوس ہو تو یہ بھی مشروع ہے۔

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " شرح معاني الآثار للطحاوي " : عن أنس رضي الله تعالى عنه قال : "قنت رسول الله ﷺ عشرين يومًا " .

(ص/۱۶۸ ، كتاب الصلاة ، باب القنوت في الفجر وغيره ، ط : سعيد)

(۲-۳) ما في " تبيين الحقائق " : وروي في الخبر أنه عليه الصلاة والسلام قنت شهرًا أو أربعين يومًا " . اهـ . (۱/۴۲۶ ، كتاب الصلاة ، باب الوتر والنوافل ، ط : بيروت)

(۴) ما في " شرح معاني الآثار " : " قنت رسول الله ﷺ شهرًا يدعو على عُصيّة وذكوان ، فلما ظهر عليهم ترك القنوت ". اهـ . (ص/۱۶۸ ، باب القنوت الخ)

(فتاویٰ دارالعلوم زکریا:۲/۳۴۷)

(۵) ما في " اعلاء السنن " : والقنوت في الفجر لا يشرع لمطلق الحرب عندنا ، وإنما يشرع لبليّة شديدة تبلغ بها القلوب الحناجر ولو لا ذلک يلزم الصحابة القائلين بالقنوت للنازلة أن يقنتوا أبدًا ولا يتركوه يومًا لعدم خلوّ المسلمين عن =

....

....

....

....

....

....

=نازلة مّا غالبا ، لا سيّما في زمن الخلفاء الأربعة . قلت : وهذا هو الذي يحصل به الجمع بين الأحاديث المختلفة في الباب . اهـ . (٦/ ٩٦ ، كتاب الصلاة ، أبواب الوتر ، تتمة في بقية أحكام قنوت النازلة ، ط : إدارة القرآن كرچی)

ما في " أوجز المسالک " : عن سعيد بن جبير قال : " أشهد أني سمعت ابن عباس رضي الله عنهما يقول : " إن القنوت في صلاة الفجر بدعة إلا إذا نزل بالمسلمين نازلة " . (٣/ ٣١٥)

ما في " نصب الراية " : عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ " لا يقنت في صلاة الصبح إلا أن يدعو القوم أو على قوم " . (٢/ ١٣٠)

ما في " الموسوعة الفقهية " : وقال الحنفية والحنابلة : " لا قنوت في صلاة الفجر إلا في النوازل " . (٢٧/ ٣٢٢)

ما في " مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي " : وقال الإمام أبو جعفر الطحاوي رحمه الله تعالى : إنما لا يقنت عندنا في صلاة الفجر من غير بليّة فإن وقعت فتنة أو بليّة فلا بأس به فعله رسول الله ﷺ أي بعد الركوع .

(ص/ ٣٧٧ ، تبيين الحقائق : ١/ ٤٢٦ ، البحر الرائق : ٢/ ٧٨ ، منحة الخالق على البحر الرائق : ٢/ ٧٨ ، الهداية : ١/ ١٢٥) (فتاویٰ محمودیہ: ۷/ ۱۷۱، ۱۷۲)

قنوتِ نازلہ پڑھنے کا طریقہ

مسئلہ (۵۲): قنوتِ نازلہ پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ نمازِ فجر کی دوسری رکعت میں رکوع کے بعد ''سمع اللہ لمن حمدہ'' کہہ کر امام کھڑا ہو جائے، اور قیام کی حالت میں آوازِ قرأت سے کم تر آواز سے دعاءِ قنوت پڑھے، اور مقتدی اس کی دعا پر آہستہ آواز سے آمین کہتے رہیں، پھر دعاءِ قنوت سے فارغ ہو کر امام ''اللہ اکبر'' کہتے ہوئے سجدے میں چلا جائے، مقتدی بھی اس کی پیروی کریں، اور معمول کے مطابق نماز پوری کر لی جائے۔[۱]

قنوتِ نازلہ کے دوران ہاتھوں کی کیا کیفیت ہو؟ اس بارے میں تفصیل یہ ہے کہ اس حالت میں احتمالاً تین طرح کی صورتیں اپنائی جا سکتی ہیں:

(۱) ناف کے نیچے ہاتھوں کو باندھا جائے، جیسا کہ عام طور سے قیامِ نماز میں باندھے جاتے ہیں۔

(۲) دونوں ہاتھ نیچے کی طرف لٹکائے جائیں۔

(۳) دعا مانگنے کے انداز میں ہاتھ اوپر اٹھا لیے جائیں۔

اِن تین صورتوں میں پہلی دو صورتیں درست ہیں، لیکن ان میں سے دوسری صورت یعنی دونوں ہاتھوں کو لٹکائے رکھنا بہتر ہے، جب کہ تیسری صورت یعنی دعا کی طرح ہاتھوں کو اٹھانا مناسب نہیں ہے، جیسا کہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''بوادر النوادر'' میں لکھا ہے: ''مسئلہ مُجتہَد فیہ ہے، دلائل سے دو طرف (یعنی پہلی دو صورتوں کی طرف)

گنجائش ہے، لیکن عارضِ التباس اور تشویشِ عوام کی وجہ سے اِرسال کو ترجیح دی جاسکتی ہے، کما ہو مذہب محمد رحمہ اللہ تعالیٰ ۔ [۲]

....

....

....

....

....

....

....

....

....

الحجة على ما قلنا :

(ا) ما في " رد المحتار " : وهل القنوت هنا قبل الركوع أم بعده ؟ لم أره ، والذي يظهر لي أن المقتدي يتابع إمامه ، إلا إذا جهر فيؤمن وأنه يقنت بعد الركوع لا قبله ، بدليل أن ما استدل به الشافعي على قنوت الفجر ، وفيه التصريح بالقنوت بعد الركوع – حمله علماؤنا على القنوت النازلة ، ثم رأيت الشرنبلالي في " مراقي الفلاح " بأنه بعده ، واستظهر الحموي أنه قبله ، والأظهر ما قلناه . والله أعلم .

(۲/ ۴۴۹ ، باب الوتر والنوافل ، مطلب في القنوت للنازلة)

(۲) (بوادر النوادر: ص/ ۳۷۴، فتاویٰ محمودیہ: ۷/ ۱۷۸، فتاویٰ دار العلوم زکریا: ۲/ ۳۷۶)

مقتدیوں کا امام کے ساتھ قنوتِ نازلہ پڑھنا

مسئلہ (۵۳): اگر مقتدیوں کو قنوتِ نازلہ کی دعا یاد ہو، تو امام اس دعا کو آہستہ پڑھے، اور سب مقتدی بھی آہستہ آواز میں دعاء قنوتِ نازلہ پڑھیں، اور اگر مقتدیوں کو یاد نہ ہو، جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے، تو امام بلند آواز سے دعاء قنوتِ نازلہ پڑھے اور سب مقتدی آہستہ آہستہ آمین کہتے رہیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في "رد المحتار" : وهل المقتدي مثله أم لا ؟ وهل القنوت هنا قبل الركوع أم بعده ؟ لم أره ، والذي يظهر لي أن المقتدي يتابع إمامه إلا إذا جهر فيؤمّن .
(۲/۴۴۹ ، باب الوتر والنوافل ، مطلب في القنوت للنازلة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : وأما الجهر بالقنوت أو الإسرار به في صلاة الصبح فيفرق بين ما إذا كان المصلي إماما أو منفردًا أو مأموما ، فإن كان إماما ؛ فيستحب له الجهر بالقنوت في الأصح ، وإن كان منفردا ؛ فيسر به بلا خلاف ، وإن كان مأموما ؛ فإن لم يظهر الإمام قنت سرًا كسائر الدعوات ، وإن جهر الإمام بالقنوت ؛ فإن كان المأموم يسمعه أمّن على دعائه وشاركه في الثناء على آخره ، وإن كان لا يسمعه قنت سرًا . (۳۴/۶۱ ، قنوت ، قبيل القنوت في الوتر) (فتاویٰ رحیمیہ:۶/۳۵)

قنوتِ نازلہ میں شریک مسبوق کی نماز

مسئلہ (۵۴): قنوتِ نازلہ پڑھنے کی حالت میں جو مسبوق امام کے ساتھ نماز میں شریک ہوں، وہ تکبیرِ تحریمہ کہنے کے بعد قیام کی حالت میں امام کی دعا پر آہستہ آہستہ آواز میں آمین کہتے رہیں، اور اُن کی یہ رکعت شمار نہیں ہوگی، کیوں کہ ان کی شرکت امام کے رکوع سے اُٹھ جانے کے بعد ہوئی ہے، لہٰذا وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی دونوں رکعتوں کو حسبِ قاعدہ پوری کریں گے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : والذي يظهر لي أن المقتدى يتابع إمامه ، إلا إذا جهر فيؤمن وأنه يقنت بعد الركوع لا قبله .... وفيه التصريح بالقنوت بعد الركوع حمله علماؤنا على القنوت للنازلة ، ثم رأيت الشرنبلالي في " مراقي الفلاح " صرح بأنه بعده . (۴۴۹/۲ ، باب الوتر والنوافل ، مطلب في القنوت للنازلة ، مراقي الفلاح: ص/۳۷۶ ، كتاب الصلاة ، باب الوتر وأحكامه)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : ولو اقتدى بإمام راكع فوقف حتى رفع الإمام رأسه لم يدرک المؤتم الركعة ، لأن المشاركة في جزء من الركن شرط ، ولم توجد فيكون مسبوقًا فيأتي بها بعد فراغ الإمام . (۵۱۶/۲ ، باب إدراک الفريضة ، مطلب هل الإساء ة دون الكراهة أو أفحش ، الهداية : ۱۵۳/۱ ، باب إدراک الفريضة ، الفتاوى الهندية : ۱۲۰/۱ ، كتاب الصلاة ، الباب العاشر في إدراک الفريضة)

کتاب الجنائز

جنازہ کے مسائل

مریض کے سلسلے میں ایک کوتاہی

مسئلہ (۵۵): آج کل ہم سے ایک کوتاہی یہ ہو رہی ہے کہ مریض کی دَوا دارُو، علاج مُعالجہ اور دیگر تمام تدابیر اختیار کی جاتی ہیں، پیسہ پانی کی طرح بہایا جاتا ہے، لیکن دعا کا اہتمام نہیں کرتے، بلکہ اُس کا خیال ہی نہیں آتا، حالانکہ یہ دعاءِ منصوص (حدیث سے ثابت) عظیم ترین تدبیر ہے، اور اس کی توفیق نہ ہونا سخت محرومی کی بات ہے، مریض کو اگر ہو سکے تو خود دعا کرنی چاہیے، کیوں کہ حالتِ مرض میں دُعا قبول ہوتی ہے، ورنہ اعِزّہ و اقارِب کو پوری توجّہ اور دھیان سے دعا کرنی چاہیے، گھر کے ایک فرد کا بیمار ہونا اور تمام اہلِ خانہ کا پریشان ہونا خود حق تعالیٰ کی طرف توجہ دلا رہا ہے، اور ایمان کا تقاضا بھی یہ ہے کہ اپنے خالق و مالک کی طرف توجہ کی جائے، اور اُسی سے مدد مانگی جائے، اور صحت و عافیت کی دعا کی جائے۔[۱]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿وقال ربکم ادعوني استجب لکم﴾ . [غافر: ۶۰]
﴿ادعوا ربکم تضرعا وخفیة﴾ . [الأعراف: ۵۵] ﴿إذا سألک عبادي عني فإني قریب اجیب دعوة الداع إذا دعان﴾ . [البقرة: ۱۸۶] ﴿أمن یجیب المضطرّ إذا دعاه ویکشف السوء﴾ . (النمل: ۶۲)=

....

....

....

=ما في " رياض الصالحين " : وعن النعمان بن بشير رضي الله عنهما ، عن النبي ﷺ قال : " الدعاء هو العبادة " . رواه أبوداود والترمذي وقال : حديث حسن صحيح . (ص/۵۴۴ ، رقم الحديث :۱۴۶۵ ، كتاب الدعوات ، دار المؤيد جدّه)

وفيه أيضًا : عن أبي الدرداء رضي الله عنه ، أنه سمع رسول الله ﷺ يقول : " ما من عبد مسلم يدعو لأخيه بظهر الغيب إلا قال الملك : ولک بمثل " . رواه مسلم

وعنه أن رسول الله ﷺ كان يقول : " دعوة المرء المسلم لأخيه بظهر الغيب مستجابة عند رأسه مَلک موَكل ، كلما دعا لأخيه بخير قال الملک المؤكل به : آمين ولک بمثل " . رواه مسلم

(ص/۵۵۲ ، رقم : ۱۴۹۴ ، ۱۴۹۵ ، باب فضل الدعاء بظهر الغيب)

ما في " جامع الترمذي " : عن أبي هريرة رضي الله عنه ، عن النبي ﷺ قال : "ليس شيء أكرم على الله تعالى من الدعاء " . (۱۹۵/۴ ، رقم : ۳۳۷۰)

عن أنس بن مالک ، عن النبي ﷺ قال : " الدعاء مخّ العبادة " .

(۲۹۵/۴ ، ۲۹۶ ، رقم : ۳۳۷۱)

عن النعمان بن بشير ، عن النبي ﷺ قال : " الدعاء هو العبادة " ثم قرأ : ﴿وقال ربكم ادعوني استجب لكم . إن الذين يستكبرون عن عبادتي سيدخلون جهنم داخرين﴾ . (۲۹۶/۴ ، رقم : ۳۳۷۲ ، باب ما جاء في فضل الدعاء ، ط : بيروت)

عن ابن عباس ، عن أبي بن كعب : " أن رسول الله ﷺ كان إذا ذكر أحدًا فدعا له وبدأ بنفسه " . (۳۰۲/۴ ، رقم :۳۳۸۵ ، باب ما جاء أن الداعي يبدأ بنفسه)

(احکام میت:ص/۱۹۷، بحوالہ اصلاح انقلاب امت:۱/۲۳۰)

مرض الموت کی تعریف

مسئلہ (۵۶): ایسا مرض؛ جس میں مریض اپنی ذاتی ضرورتوں کے لیے نہ نکل سکے، اسی طرح اس مرض سے صحت کی امید بہت کم ہو، اور موت کا غالب گمان ہو؛ مرض الموت کہلائے گا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : المريض مرض الموت من لا يخرج إلى حوائج نفسه وهو الأصح . كذا في خزانة المفتين . حدّ مرض الموت تكلّموا فيه ، والمختار للفتوى أنه إذا كان الغالب منه الموت كان مرض الموت سواء كان صاحب الفراش أم لم يكن . كذا في المضمرات . (۴/۱۷۶ ، كتاب الإقرار ، الباب السادس في أقارير المريض وأفعاله ، الموسوعة الفقهية :۳۷/۵ ، مرض الموت ، التعريف)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : من غالب حاله الهلاک بمرض أو غيره بأن أضناه مرض عجز به عن إقامة مصالحه خارج البيت ، هو الأصح ، كعجز الفقيه عن الإتيان إلى المسجد وعجز السوقي عن الإتيان إلى دكانه ، وفي حقها أن تعجز عن مصالحها داخله كما في البزازية . در مختار . وفي الشامية : قال رحمه الله : وقد يوفق بين قولين ؛ بأنه إن علم أن به مرضًا مهلكًا غالبًا وهو يزداد إلى الموت فهو المعتبر ، وإن لم يعلم أنه ملک يعتبر العجز عن الخروج للمصالح ، هذا ما ظهر لي .
(۴/۳ – ۵ ، كتاب الطلاق ، باب طلاق المريض)
(فتاویٰ دار العلوم زکریا:۲/ ۲۰۸-۲۰۹)

قریب المرگ کولٹانے کا سنت طریقہ

مسئلہ (۵۷): جب کوئی شخص قریب المرگ ہوجائے، تو اس کولٹانے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ قبلہ رُخ کرکے داھنی کروٹ پرکردے، لیکن اگر قبلہ کی طرف قدموں کو رکھ کر چِت لٹادے، اورسر کو تکیہ کے ذریعہ قدرے بلند کرکے اسے قبلہ رخ کردے، تو اس کی بھی گنجائش ہے، اور بوقت دشواری جس طریقہ میں بھی سہولت ہواس کواختیار کرے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : إذا احتضر الرجل وجه إلى القبلة على شقّه الأيمن وهو السنة . كذا في الهداية . وهذا إذا لم يشقّ عليه ، فإذا شقّ ترک على حاله . كذا في الزاهدي .

(۱/۱۵۷، الباب الحادي والعشرون في الجنائز ، الفصل الأول في المحتضر)

ما في " بدائع الصنائع " : إذا احتضر الإنسان فالمستحب أن يوجه إلى القبلة على شقه الأيمن كما يوجه في القبر لأنه قرب موته فيضجع كما يضجع الميت في اللحد .

(۲/۳۰۲، فصل في صلاة الجنازة ، ط : بيروت)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : (يوجه المحتظر) وعلامته استرخاء قدميه واعوجاج منخره وانخساف صدغيه (القبلة) على يمينه هو السنة (وجاز الاستلقاء) على ظهره (وقدماه إليها) وهو المعتاد في زماننا (و) لكن (يرفع رأسه قليلا) ليتوجه للقبلة (وقيل يوضع كما تيسر على الأصح) صححه في المبتغى (وإن شقّ عليه ترک على حاله) . (۳/۷۷، ۷۸ ، كتاب الصلاة ، باب صلاة الجنازة ، ط : بيروت)

(فتاویٰ دارالعلوم زکریا:۲/۶۰۷)

موت کے آثار شروع ہوجانے پر کیا کرے؟

مسئلہ(۵۸): جس شخص پر موت کے آثار شروع ہوجائیں، اس کا سر شمال کی طرف، پیر جنوب کی طرف اور رُخ قبلہ کی طرف کردینا چاہیے، یہی افضل اور سنت طریقہ ہے، اور یہ بھی درست ہے کہ چت لٹایا جائے، پیر قبلہ کی طرف ہوں، اور سر تھوڑا اونچا کردیا جائے، ورنہ جس طرح بھی سہولت ہو لٹادیا جائے۔(۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " التنویر وشرحه مع الشامیة " : (بوجه المحتضر) وعلامته استرخاء قدمیه واعوجاج منخره وانخساف صدغیه (القبلة) علی یمینه هو السنة (وجاز الاستلقاء) علی ظهره (وقدماه إلیها) وهو المعتاد في زماننا (و) لکن (یرفع رأسه قلیلا) لیتوجه للقبلة (قیل یوضع کما تیسر علی الأصح) صحّحه في المبتغی (وإن شقّ علیه ترک علی حاله) . (۳/۷۷ ، ۷۸ ، باب صلاة الجنازة)

ما في " البحر الرائق " : وإنما یوجّه إلی القبلة علی یمینه لأنه السنة المنقولة ، واختار مشایخنا بما وراء النهر الاستلقاء علی ظهره وقدماه إلی القبلة لأنه أیسر لخروج الروح ، وتعقبه في فتح القدیر وغیره بأنه لم یذکر فیه وجه ولم یعرف إلا نقلا والله اعلم بالأیسر منهما ... ثم إذا ألقی علی القفا یرفع رأسه قلیلا لیصیر وجهه إلی القبلة دون السماء ، وفي المبتغی بالمعجمة : والأصح أنه یوضع کما تیسر لإختلاف المواضع والأماکن ، وهذا کله إذا لم یشقّ علیه ، فإذا شقّ علیه ترک علی حاله . کذا في المجتبی . (۲/۲۹۸، ۲۹۹، کتاب الجنائز ، فتح القدیر :۲/۱۰۴، الفتاوی الهندیة : ۱/۱۵۷، الباب الحادي والعشرون في الجنائز ، الفصل الأول في المحتضر)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۴۲۷۴۶)

میت کے پاس شوہر کا تلاوت کرنا

مسئلہ (۵۹): شوہر اپنی میت بیوی کے پاس بیٹھ کر تلاوت کرسکتا ہے، اور چہرہ بھی دیکھ سکتا ہے، نیز محارم کے ساتھ قبر میں اُتر کر دفن کرنے میں مدد بھی کرسکتا ہے، البتہ اس کے لیے غسل دینا اور چھونا درست نہیں ہے۔ (۱)

غسل سے پہلے میت کے پاس تلاوت

مسئلہ (۶۰): بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مرنے کے بعد غسل دینے سے پہلے میت کے پاس تلاوتِ کلام پاک درست نہیں ہے، جب کہ صحیح بات یہ ہے کہ اگر میت کا جسم چھُپا ہوا ہے، تو اس کے پاس تلاوت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور اگر جسم کھُلا ہوا ہے، تب بھی اصح قول یہ ہے کہ میت میں حدث

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : ويمنع زوجها من غسلها ومسّها لا من النظر إليها على الأصح . منية . در مختار . وفي الشامية : ولعلّ وجهه أن النظر أخفّ من المسّ فجاز لشبهة الاختلاف . (۳/۹۰ ، باب صلاة الجنازة ، قبيل مطلب : في حديث " كل سبب ونسب منقطع إلا سببي ونسبي ")

ما في " البحر الرائق " : وذو الرحم المحرم أولى بإدخال المرأة القبر ، وكذا الرحم غير المحرم أولى من الأجنبي ، فإن لم يكن فلا بأس للأجانب وضعها .

(۲/۲۳۹ ، كتاب الجنائز ، فصل السلطان أحق بصلوته ، الفتاوى الهندية : ۱/۱٦٦ ، الباب الحادي والعشرون في الجنائز ، الفصل السادس في القبر والدفن الخ)

(فتاویٰ دار العلوم زکریا: ۲/٦۱۳)

ہے، نجاست وغلاظت نہیں، لہٰذا اس کے قریب تلاوت کرنا درست ہے، تاہم احتیاط اس میں ہے کہ غسل دینے سے پہلے جہراً تلاوت نہ کی جائے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : اختلفوا في نجاسة الميت فقيل نجاسة خبث ، وقيل : حدث ، ويشهد للثاني ما رويناه من تقبيله ﷺ عثمان بن مظعون وهو ميت قبل الغسل إذ لو كان نجسًا لما وقع فاه الشريف على جسده .

(ص/۵٦۴ ، كتاب الصلاة ، باب أحكام الجنائز ، مكتبة شيخ الهند ديوبند)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : تكره القراء ة عنده حتى يغسل .... تنزيهًا للقرآن عن نجاسة الميت بالموت ، قيل : نجاسة خبث ، وقيل : حدث ، وعليه فينبغي جوازها كقراء ة المحدث . در مختار . وفي الشامية : قوله : (كقراء ة المحدث) فإنه إذا جاز للمحدث حدثًا أصغر القراء ة فجوازها عند الميت المحدث بالأولى .

(۳/۸۴ ، باب صلاة الجنازة ، مطلب في القراء ة عند الميت ، ط : بيروت)

وما في " رد المحتار " : قوله : (ويقرأ عنده القرآن الخ) في بعض النسخ : ولا يقرأ بـ " لا " والصواب إسقاطها ....

.... تنبيه : الحاصل أن الموت إن كان حدثاً فلا كراهة في القراء ة عنده ، وإن كان نجسًا كرهت .... قلت : والظاهر أن هذا أيضًا إذا لم يكن الميت مسجى بثوب يستر جميع بدنه ، لأنه لو صلى فوق نجاسة على حائل من ثوب أو حصير لا يكره فيما يظهر ، فكذا إذا قرأ عند نجاسة مستورة ، وكذا ينبغي تقييد الكراهة بما إذا قرأ جهرًا .... فتحصل من هذا أن الموضع إن كان معدًا للنجاسة كالمخرج والمسلخ كرهت القراء ة مطلقًا ، وإلا فإن لم يكن هناك نجاسة ولا أحد مكشوف العورة فلا كراهة مطلقًا ، وإن كان فإن يكره رفع الصوت فقط . (۳/۸۳ – ۸۵ ، كتاب الصلاة ، باب صلاة الجنازة ، مطلب في القراء ة عند الميت ، ط : بيروت) (فتاویٰ دار العلوم زکریا:۲/۶۰۹)

میت کو غسل کے لیے تختہ پر لٹانے کا طریقہ

مسئلہ (۶۱): غسل کے لیے مُردے کو تختہ پر رکھنے کی فقہاء کرام نے دو صورتیں بیان فرمائی ہیں: ایک تو قبلہ کی طرف پاؤں کر کے لٹانا، دوسرے قبلہ کی طرف منہ کرنا، جیسے کہ قبر میں رکھتے ہیں، دونوں میں سے جگہ کی سہولت کے مطابق جو صورت اختیار کر لی جائے جائز ہے، مگر زیادہ بہتر دوسری صورت ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : ويوضع كما مات تيسر في الأصح على سرير مجمر وترًا . در مختار . وفي الشامية : قوله : (في الأصح) وقيل يوضع إلى القبلة طولا ، وقيل عرضًا كما في القبر ، أفاده في البحر . (۳/۸۴ ، ۸۵ ، باب صلاة الجنائز ، مطلب في القراءة عند الميت)

ما في " البحر الرائق " : وفي الظهيرية : وكيفية الوضع عند بعض أصحابنا الوضع طولا كما في حالة المرض إذا أراد الصلاة بإيماء ، ومنهم من اختار الوضع عرضًا كما يوضع في القبر ، والأصح أنه يوضع كما تيسر . (۲/۳۰۰ ، كتاب الجنائز ، الفتاوى الهندية : ۱/۱۵۸ ، الباب الحادي والعشرون في الجنائز ، الفصل الثالث في الغسل)

ما في " بدائع الصنائع " : ثم لم يذكر في ظاهر الرواية كيفية وضع التخت انه يوضع إلى القبلة طولا أو عرضًا ؟ ومنهم من اختار الوضع عرضًا كما يوضع في قبره والأصح أنه يوضع كما تيسر ، لأن ذلك يختلف باختلاف المواضع .

(۲/۳۰۸ ، فصل في كيفية غسل الميت ، تبيين الحقائق : ۱/۵۶۲ ، كتاب الصلاة ، باب الجنائز ، المبسوط للسرخسي : ۲/۱۹ ، كتاب الصلاة ، باب غسل الميت)

(آپ کے مسائل اور اُن کا حل: ۴/۲۸۹، جدید، فتاویٰ محمودیہ: ۸/۴۹۰)

میت کو دو مرتبہ غسل دینا

مسئلہ (٦٢): بعض جگہ یہ رَواج ہے کہ مُردے کو دو مرتبہ غسل دیا جاتا ہے، ایک غسل انتقال کے فوراً بعد، اور دوسرا نمازِ جنازہ سے پہلے، جب کہ مُردے کو صرف ایک مرتبہ غسل دینا مشروع ہے، ایک مرتبہ غسل دینے کے بعد دو بارہ غسل دینے کی ضرورت نہیں۔ (۱)

میت کا جسم ریزہ ریزہ ہو جائے

مسئلہ (٦٣): اگر کسی میت کا جسم ریزہ ریزہ ہو رہا ہو، اور غسل کے قابل نہ ہو، تو اس پر پانی بہادینا کافی ہے، اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو فقط تیمّم کرادیا جائے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (ولا يعاد غسله ولا وضوؤه بالخارج منه) لأن غسله ما وجب لرفع الحدث لبقائه بالموت بل لتجنسه بالموت كسائر الحيوانات الدموية إلا أن المسلم يطهر بالغسل كرامة له وقد حصل . بحر وشرح مجمع . (۸۹/۳ ، باب صلاة الجنازة ، مطلب في القراء ة عند الميت ، بيروت ، الفتاوى الهندية : ۱۵۸/۱ ، الباب الحادي والعشرون في الجنائز ، الفصل الثاني في الغسل ، بدائع الصنائع : ۳۱۱/۲ ، فصل في كيفية غسل الميت ، بيروت ، البحر الرائق : ۲۰۳/۲ ، كتاب الجنائز ، بيروت) (فتاویٰ عثمانی: ۵٦۴/۱، آپ کے مسائل اور اُن کا حل: ۲۸۹/۴، جدید ایڈیشن)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " الفتاوى الهندية " : ولو كان الميت متفسخًا يتعذر مسحه كفي =

غسل کے بعد کفن ناپاکی میں ملوث ہوجائے

مسئلہ (۶۴): میت کو غسل دے کر کفن پہنانے کے بعد اگر میت کا پیشاب یا پاخانہ وغیرہ نکل آئے، اور کفن ملوث ہوجائے، تو دوبارہ غسل دینے یا بدلنے کی ضرورت نہیں، بدونِ دھوئے نمازِ جنازہ صحیح ہے، البتہ جتنا حصہ بدن اور کپڑے کا ناپاک ہوگیا، اس کو دھوکر پاک کردینا بہتر ہے۔[1]

=صب الماء عليه . كذا في التتارخانية ناقلا عن العتابية . (۱/۱۵۸ ، الباب الحادي والعشرون في الجنائز ، الفصل الثاني في الغسل ، الفتاوى التاتارخانية : ۱/۵۹۱ ، الفصل الثاني والثلاثون في الجنائز ، قسم آخر في بيان كيفية الغسل)

ما في " النتف في الفتاوى " : فأما الصنف الذي لا يغسل فهم سبعة أصناف .... والرابع صاحب الجدرى والقروح الذي لا يقدر على غسله فإنه ييمم .

(ص/۸۷ ، كتاب الجنائز ، الصنف الذي لا يغسل)

(فتاویٰ دارالعلوم زکریا:۲/۶۱۹)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : وفي ط عن الخزانة إذا تنجس الكفن بنجاسة الميت لا يضر دفعًا للحرج ، بخلاف الكفن المتنجس ابتداء . اهـ . وكذا لو تنجس بدنه بما خرج منه إن كان قبل أن يكفن غسل وبعده لا كما قدمناه في الغسل فيقيد ما في القنية بغير النجاسة الخارجة من الميت .

(۳/۱۰۳ ، ۱۰۴، باب صلاة الجنازة ، مطلب في صلاة الجنازة ، حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح :ص/۵۶۹ ، ۵۸۲ ، باب أحكام الجنائز)

(فتاویٰ محمودیہ:۸/۴۹۸، احسن الفتاویٰ:۴/۲۰۷)

مرد کو کفن پہنانے کا مسنون طریقہ

مسئلہ (۶۵): مرد کے کفن کے مسنون کپڑے تین ہیں:

(۱) اِزار- سر سے پاؤں تک، (۲) لِفافہ یا چادر- اِزار سے ایک ڈیڑھ ہاتھ لمبا، (۳) قمیص- گلے سے پیروں تک- بلا آستین وکلی کے۔ (۱)

مرد کو کفنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے لفافہ بچھائیں، پھر اِزار، اُس کے بعد قمیص، پھر مُردے کو اُس پر لٹا کر پہلے قمیص پہنا دیں، اور غسل کے بعد جو تہہ بند میت کے بدن پر ڈالا تھا وہ نکال لیں، پھر میت کے سَر اور داڑھی پر زعفران کے علاوہ عطر وغیرہ کوئی خوشبو لگا دیں، اور پیشانی، ناک، دونوں ہتھیلیوں، دونوں گھٹنوں اور دونوں پاؤں پر- جن اعضاء پر آدمی سجدہ کرتا ہے- کافور مَل دیں، پھر اس کے بعد اِزار لپیٹ دیں، اس طرح کہ پہلے بائیں طرف لپیٹا جائے پھر دائیں طرف، تاکہ داھنی طرف اوپر رہے، پھر مذکورہ طریقہ پر چادر لپیٹیں، اور سر، پیر اور کمر کے پاس پٹیوں سے کفن کو باندھ دیں، تاکہ راستے میں ہوا وغیرہ سے کھل نہ جائے (۲)، اور قبر میں رکھنے کے بعد بَند کھول دیئے جائیں کہ اب ضرورت نہیں رہی۔ (۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (ويسنّ في الكفن له إزار وقميص ولفافة) . تنوير مع الدر . وفي الشامية : قوله : (إزار الخ) هو من القرن إلى =

عورت کو کفن پہنانے کا مسنون طریقہ

مسئلہ (۶۶): عورت کے کفن کے مسنون کپڑے پانچ ہیں:

(۱) لفافہ، (۲) اِزار، (۳) قمیص- بلا آستین وکلی کے، (۴) سینہ بند- بغل سے رانوں تک دو گز؛ یعنی چھ فٹ لمبا اور سوا گز؛ یعنی تین فٹ نو اِنچ چوڑا، (۵) اوڑھنی، ڈیڑھ گز؛ یعنی ساڑھے چار فٹ لمبی، اور بارہ ِگرہ؛ یعنی دو فٹ تین انچ چوڑی۔ الغرض تین کپڑے تو وہی ہیں جو مرد کے ہیں، اور دو کپڑے یعنی سینہ بند اوراوڑھنی زائد ہیں۔ (۱)

عورت کو کفنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے چادر یعنی لفافہ، اس کے بعد سینہ بند اور اس پر اِزار، پھر قمیص بچھائیں، پھر میت کو اس پر لٹا کر پہلے قمیص پہنا دیں، اور غسل کے بعد جو تہہ بند میت کے بدن پر ڈالا تھا وہ نکال لیں، اور اس کے سر پر

=القدم ، والقميص من أصل العنق إلى القدمين بلا دخريص وكمين ، واللفافة تزيد على ما فوق القرن والقدم ليلفّ فيها الميت وتربط من الأعلى والأسفل . امداد . والدخريص ؛ الشق الذي يفعل في قميص الحيّ ليتسع للمشي .

(۹۵/۳، ط: زکریا وبیروت ، هدايه مع الفتح : ۱۱۳/۲ – ۱۱۵)

(۲) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (تبسط اللفافة) أولا (ثم يبسط الإزار عليها ويقمص ويوضع على الإزار ويلفّ يساره ثم يمينه ، ثم اللفافة كذلک) ليكون الأيمن على الأيسر ...... (ويعقد الكفن إن خيف انتشاره) . تنوير مع الدر. (۹۸/۳، ۹۹، ط : زکریا وبیروت ، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح: ص/۳۱۶ ، الفتاوى الهندية : ۱۶۱/۱، هدايه مع الفتح : ۱۱۷/۲) (کتاب المسائل: ۵۵۵/۱، احکام میت: ص/۵۳)

(۳) (فتاویٰ محمودیہ: ۵۰۵/۸، ط: کراچی)=

عطر، زعفران وغیرہ کوئی خوشبو لگادیں، پھر پیشانی ، ناک، دونوں ہتھیلیوں، دونوں گھٹنوں اور دونوں پاؤں پر- جن اعضاء پر آدمی سجدہ کرتا ہے- کافور مَل دیں، اس کے بعد سر کے بالوں کو دو حصے کر کے قمیص کے اوپر سینے پر ڈال دیں، ایک حصہ دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف، پھر اوڑھنی سر اور بالوں پر ڈال دیں، اُسے باندھنے یا لپیٹنے کی ضرورت نہیں ہے، پھر اِزار لپیٹ دیں، پہلے بائیں طرف پھر دائیں طرف،اس کے بعد سینہ بند باندھیں، پھر مذکورہ طریقہ پر چادر لپیٹیں، اورسر، پیراور کمر کے پاس پٹیوں سے کفن کو باندھ دیں،تاکہ راستے میں ہواوغیرہ سے کھل نہ جائیں (۲)،اورقبر میں رکھنے کے بعد پٹیاں کھول دیں کہ اب اس کی ضرورت باقی نہ رہی۔ (۳)

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (ولها درع) أي قميص (وإزار وخمار ولفافة وخرقة تربط بها ثدياها) وبطنها . تنوير مع الدر . وفي الشامية : قوله : (وخمار) بكسر الخاء ؛ ما تغطي به المرأة رأسها . قال الشيخ اسماعيل : ومقداره حالة الموت ثلاثة أذرع بذراع الكرباس يرسل على وجهها ولا يلف . كذا في الإيضاح والعتابي . اهـ . قوله : (وخرقة) والأولى أن تكون من الثديين إلى الفخذين .
(۳/۹۶، ۹۷، باب صلاة الجنازة ، مطلب في الكفن ، ط: بيروت ، هنديه : ۱/۱۶۰)

(۲) ما في " الفتاوى الهندية " : وأما المرأة فتبسط لها اللفافة والإزار على نحو ما بينّا للرجل ، ثم توضع على الإزار وتلبس الدرع ويجعل شعرها ضفيرتين على صدرها فوق الدرع ، ثم يجعل الخمار فوق ذلک ، ثم يعطف الإزار واللفافة كما بينا في الرجل ، ثم الخرقة بعد ذلک تربط فوق الأكفان فوق الثديين . (۱/۱۶۱)=

کفن میں خوشبو لگانا

مسئلہ (۶۷): کفن میں خوشبو لگانا مستحب ہے، البتہ جو خوشبو مرد کے لیے حالتِ حیات میں منع ہے، یعنی وَرْس [۱] اور زعفران، اس کا کفن میں لگانا بھی منع ہے۔ [۲]

=وما في " رد المحتار " : وقال في الجوهرة : وقول الخجندي : تربط الخرقة على الثديين فوق الأكفان يحتمل أن يراد به تحت اللفافة وفوق الإزار والقميص وهو الظاهر . اهـ . (۳/ ۹۹ ، باب صلاة الجنازة ، مطلب في الكفن ، بيروت)

(کتاب المسائل:۱/ ۵۵۵، ۵۵۶، فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۵/ ۲۵۸، کتاب الفتاویٰ:۳/ ۱۵۷، احکام میت:ص/۵۴، بہشتی زیور کامل:۲/۱۲۴، دوسرا حصہ)

(۳) (فتاویٰ محمودیہ:۸/ ۵۰۵، ط: کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مصباح اللغات " : الوَرْسُ "ایک قسم کی گھاس تل کے مانند ہے جس سے رنگائی کا کام لیتے ہیں"۔ (ص/۹۴۰)

(۲) ما في " رسائل الأركان " : وصفة تكفين الرجل أن يبخر الكفن بالبخور الطيبة ويرش عليه الحنوط إن وجد ، ويبسط اللفافة ، ثم الإزار ، وهو من القرن إلى القدم ، ثم يجعل عليه حنوط إن وجد ، ويطلى بالكافور مساجده . الخ .

(ص/۱۵۴ ، الرسالة الأولى في الصلاة ، فصل في حكم الجنازة ، بيان سنة التكفين للرجل ، بحواله فتاویٰ محمودیہ:۸/۵۲۴، ۵۲۵، ط: کراچی)

ما في " البحر الرائق " : قوله : (وجعل الحنوط على رأسه ولحيته) لأن التطيب سنة وذكر الرازي أن هذا الجعل مستحب ، والحنوط عطر مركب من أشياء طيبة لا بأس بسائر الطيب غير الزعفران والورس اعتبارًا بالحياة ، وقد ورد النهي عن =

خنثیٰ مشکل میت کا غسل

مسئلہ (۶۸): اگر میت خُنثیٰ مشکل ہو اور وہ بالغ یا مُراہق یعنی قریب البلوغ ہو، تو اس کو غسل نہیں دیا جائے گا، اگر اس کا کوئی مَحرم ہو تو اس کو تیمّم کرادے، اور اگر کوئی مَحرم نہ ہو تو اجنبی آدمی ہاتھوں پر کپڑا لپیٹ کر اس کو تیمّم کرادے، یہ تیمّم غسل کے قائم مقام ہوگا، اور اگر میت مُراہق نہ ہو بلکہ چھوٹا بچہ ہو تو پھر اُسے مرد وعورت دونوں غسل دے سکتے ہیں۔ (۱)

=المزعفر للرجال ، وبهذا يعلم جهل من يجعل الزعفران في الكفن عند رأس الميت في زماننا . (۲/۳۰۳ ، كتاب الجنائز) (فتاویٰ محمودیہ: ۸/۵۲۴)

ما في " النتف في الفتاوى " : وأما الحنوط فإنه مسنون ، ويجوز ذلک من كل طيب إلا الزعفران والورس لأن فيها لون الصفرة . (ص/ ۸۰ ، كتاب الجنائز ، مسألة الحنوط)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مراقی الفلاح " : وكذا الخنثى المشكل ييمم في ظاهر الرواية ، وقيل يجعل في قميص لا يمنع وصول الماء إليه ، ويجوز للرجل والمرأة تغسيل صبي وصبية لم يشتهيا لأنه ليس لأعضائهما حكم العورة . (ص/ ۲۱۱ ، باب أحكام الجنائز ، ط : بيروت)

ما في " الفتاوى الهندية " : والخنثى المشكل المراهق لا يغسل رجلا ولا امرأة ولا يغسلها رجل ولا امرأة ويُيَمِّم وراء الثوب . والله أعلم . (۱/ ۱۶۰ ، الفصل الثاني في الغسل)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : وييمم الخنثى المشكل لو مراهقا وإلا فكغيره فيغسله الرجال والنساء . (۳/ ۹۴ ، ۹۵ ، باب صلاة الجنازة ، قبيل مطلب في الكفن)

وفيه أيضًا : (ولو مات قبل ظهور حاله لم يغسل ويمم بالصعيد) لتعذر الغسل . در مختار . وفي الشامية : قال الشامي رحمه الله : قوله : (ويمم) أي بخرقة إن يممه أجنبي وبغيرها إن يممه ذو رحم محرم منه . (۱۰/ ۴۵۰ ، كتاب الخنثى ، بيروت)

(فتاویٰ دار العلوم زکریا: ۲/۶۲۲، آپ کے مسائل اور اُن کا حل: ۴/۲۹۱)

خنثیٰ مشکل کی نماز جنازہ اور دعا

مسئلہ (۶۹): میت اگر خُنثیٰ مشکل ہو اور بالغ ہو، تو اس کی نمازِ جنازہ میں وہی دعا پڑھی جائے گی، جو بالغ مرد وعورت کی دعا ہے، اور اگر بچہ ہو تو مؤنث کی دعا پڑھی جائے، جب کہ بعض فقہاء دونوں دعاؤں میں اختیار کے قائل ہیں کہ اگر مذکر کی دعا پڑھی، تو ضمیر میت کی طرف راجع ہوگی، اور اگر مؤنث کی پڑھی تو بتاویلِ نفس ہو کر نفس کی طرف راجع ہوگی۔[1]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " مراقی الفلاح بإمداد الفتاح " : وسننها قيام الإمام بحذا الميت ذكرًا كان أو أنثى ، والثناء بعد التكبيرة الأولى ، والصلاة على النبي ﷺ بعد الثانية ، والدعاء للميت بعد الثالثة ، ولا يتعين له شيء وإن دعاء المأثور فهو أحسن وأبلغ . ... والرابعة من السنن الدعاء للميت ولنفسه وجماعة من المسلمين بعد التكبيرة الثالثة . (ص/۲۱۴)

ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : وحاصله أنه كالأنثى في جميع الأحكام إلا في مسائل ؛ لا يلبس حريرًا ولا ذهبًا ولا فضة ، ولا يتزوج من رجل ، ولا يقف في صف النساء ، ولا حد بقذفه ، ولا يخلو بامرأة ، ولا يقع عتق وطلاق علقا على ولادتها أنثى به ، ولا يدخل تحت قوله كل أمة .

(ص/۲۷۸ ، الفن الثالث ، أحكام الخنثى المشكل ، ط: بيروت)

(فتاویٰ محمودیہ: ۱۳/ ۱۴۹، احسن الفتاویٰ: ۴/ ۲۱۲، فتاویٰ دار العلوم زکریا: ۲/ ۶۲۶)

مجنون و پاگل شخص کی نمازِ جنازہ میں دعا

مسئلہ(۷۰): اگر کسی مجنون و پاگل شخص کا انتقال ہوجائے، تو اگر مجنون کی یہ بیماری پیدائشی یا بچپن سے چلی آرہی ہو، حتی کہ بالغ ہونے تک وہ صحت یاب نہیں ہوا، تو ایسا شخص نابالغوں کے زُمرے میں شمار ہوگا، اوراس کی نمازِ جنازہ میں نابالغوں کی دعا پڑھی جائے گی، اور اگر یہ جنون بلوغت کے بعد اس پر طاری ہوا ہو، تو پھر جنون اگر چہ معاصی کے لیے دافع ہے، لیکن مُزیل نہیں، اس لیے مدتِ بلوغت کے ایامِ صحت کی رعایت کرتے ہوئے، یہ شخص بالغ شمار ہوگا، اوراس کی نمازِ جنازہ میں بالغوں کی دعا پڑھی جائے گی۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " حلبي كبير " : والمجنون كالطفل ذكره في المحيط وينبغي أن يقيد بالجنون الأصلي لأنه لم يكلف فلا ذنب له كالصبي بخلاف العارضي فإنه قد كلف وعروض الجنون لا يمحو ما قبله بل هو كسائر الأمراض ورفعه للتكليف إنما هو فيما يأتي لا فيما مضى . اهـ . (ص/۵۸۷ ، فصل في الجنائز ، الرابع في الصلاة عليه)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (ولا يستغفر فيها لصبيّ ومجنون) . تنوير مع الدر. وفي الشامية : قوله : (ومجنون ومعتوه) هذا في الاصلي ، فإن الجنون والعته الطارئين بعد البلوغ لا يسقطان الذنوب السالفة كما في شرح المنية .

(۱۱۳/۳ ، باب صلاة الجنازة ، مطلب هل يسقط فرض الكفاية بفعل الصبي؟ ، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح :ص/۵۸۷، باب أحكام الجنائز ، فصل الصلاة عليه)

(فتاویٰ حقانیہ:۳/ ۴۳۹، خیر الفتاویٰ:۳/ ۳۱۰)

جمعہ کے دن کی موت

مسئلہ (۱۷): عوام میں مشہور ہے کہ جس شخص کا جمعہ کے دن انتقال ہوجائے، اس کو عذابِ قبر نہیں ہوتا، یہ بات ترمذی شریف کی حدیث سے ثابت ہے، (البتہ ترمذی کی جس روایت میں یہ فضیلت وارد ہوئی ہے، اس کی سند میں انقطاع ہے، لیکن اس کے دیگر طُرُق بھی ہیں، جن میں اتصال پایا، جن کو ابن حجر وغیرہ نے ذکر کیا ہے، اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت بھی اس کے لیے شاہد ہے، لہٰذا حدیث صحیح اور قابلِ استدلال ہے)، لیکن صرف جمعہ کے دن کی موت کو جنت کا سرٹیفکٹ نہیں سمجھنا چاہیے، بلکہ اعمالِ صالحہ کی ضرورت قرآن کریم کی آیات اور بے شمار احادیث سے واضح ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " جامع الترمذی " : عن عبد الله بن عمرو رضي الله تعالى عنه قال : قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم : " ما من مسلم يموت يوم الجمعة أو ليلة الجمة إلا وقاه الله فتنة القبر " . قال أبو عيسى : هذا حديث غريب وليس اسناده بمتصل . ربيعة بن سيف انما يروى عن أبي عبد الرحمن الحلبي عن عبد الله بن عمرو ولا نعرف لربيعة بن سيف سماعًا عن عبد الله بن عمرو . (۱/۲۰۵ ، أبواب الجنائز ، باب ما جاء في من يموت يوم الجمعة ، قديمی ، مرقاة المفاتيح :۳/۲۱۶ ، رد المحتار :۳/۴۴)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۵/ ۴۵۹، احسن الفتاویٰ:۴/ ۲۰۸، فتاویٰ دارالعلوم زکریا:۱/۲۷۲-۲۷۴)

حادثاتی موت مرنے والے مسلمان

مسئلہ(۷۲): جو مسلمان حادثاتی موت مرتے ہیں، مثلاً کوئی عمارت منہدم ہوگئی، یا روڈ ایکسیڈنٹ ہوگیا، اور اس میں کسی کی جان چلی گئی، یا کوئی شخص پانی میں ڈوب کر مرگیا وغیرہ، ہم ان کو شہید کہہ سکتے ہیں، مگر یہ شہیدِ آخرت کہلائیں گے(۱)، اُن کو غسل وکفن دے کر، اُن پر نمازِ جنازہ پڑھی جائیگی۔(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخارى " : عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ قال : " الشهداء خمسة : المطعون ، والمبطون ، والغرق ، وصاحب الهدم ، والشهيد في سبيل الله " . (۱/۳۹۷ ، كتاب الجهاد والسير ، باب الشهادة سبع سوى القتل ، رقم الحديث : ۲۸۲۹ ، صحيح مسلم : ۲/۱۴۲ ، كتاب الامارة ، باب بيان الشهداء، رقم الحديث : ۱۹۱۴)

ما في " عمدة القارى " :وأما ما عدا ما ذكرناهم الآن فهم شهداء حكمًا لا حقيقة ، وهذا فضل من الله تعالى لهذه الأمة بأن جعل ما جرى عليهم تمحيصًا لذنوبهم وزيادة في أجرهم بلغهم بها درجات الشهداء الحقيقية ومراتبهم ، فلهذا يغسلون ويعمل بهم ما يعمل بسائر أموات المسلمين . (۱۴/۱۸۰ ، كتاب الجهاد ، باب الشهادة سبع سوى القتل)

ما في " فتح البارى " : قال ابن التين : هذه كلها ميتات فيها شدة تفضل الله على أمة محمد ﷺ بأن جعلها تمحيصًا لذنوبهم وزيادة في أجورهم يبلغهم بها مراتب الشهداء . (۶/۵۴ ، كتاب الجهاد والسير ، رقم الحديث : ۲۸۲۹)

ما في " سنن أبى دواد " : عن جابر بن عتيک أخبره أن رسول الله ﷺ جاء يعود عبد الله بن ثابت ...... قال رسول الله ﷺ : " الشهادة سبع سوى القتل في سبيل الله : المطعون شهيد ، والغرق شهيد ، وصاحب ذات الجنب شهيد ، =

. . . .

=والمبطون شهيد ، وصاحب الحريق شهيد ، والذى يموت تحت الهدم شهيد ، والمرأة تموت بِجُمْعٍ شهيد " .

(ص/۳۴۳ ، كتاب الجنائز ، باب في فضل من مات بالطاعون ، رقم الحديث : ۳۱۱۱)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : وإلا فالمرتث شهيد الآخرة ، وكذا الجنب ونحوه ومن قصد العدوّ فأصاب نفسه ، والغريق والحريق والغريب والمهدوم عليه والمبطون والمطعون والنفسا والميت ليلة الجمعة وصاحب ذات الجنب ومن مات وهو يطلب العلم ، وقد عدّهم السيوطى نحو الثلاثين .

(۱۵۳/۲ ، باب الشهيد ، مطلب في تعداد الشهداء ، بيروت)

ما في " بدائع الصنائع " : ثم المرتث وإن لم يكن شهيدًا في حكم الدنيا فهو شهيد في حق الثواب ، حتى أنه ينال ثواب الشهداء كالغريق والحريق والمبطون والغريب انهم شهداء بشهادة رسول الله ﷺ لهم بالشهادة ، وإن لم يظهر حكم شهادتهم في الدنيا . (۶۸/۲، فصل في الشهيد ، بيان من يكون شهيدًا)

(۲) ما في " الفتاوى الهندية " : ويغسل من ارتث وهو من صار خلقا في حكم الشهادة لنيل مرافق الحياة وهو أن يأكل أو يشرب أو يداوي أو ينقل من المعركة حيًا إلا إذا حمل من مصرعه . (۱۶۸/۱ ، الفصل السابع في الشهيد)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : والخلاصة : أن كل من مات بسبب مرض أو حادث أو دفاع عن النفس ، أو نقل من قلب المعركة حيًا ، أو مات في أثناء الغربة ، أو طلب العلم ، أو ليلة الجمعة فهو شهيد آخرة ، وحكم هؤلاء الشهداء في الدنيا – أي شهداء الآخرة ؛ أن الواحد منهم يغسل ويكفن ويصلى عليه اتفاقًا كغيره من الموتى ، أما في الآخرة فله ثواب الآخرة فقط ، وله أجر الشهداء يوم القيامة .

(۱۵۹۰/۲ ، المبحث الثامن ، المطلب الرابع ، شهيد في حكم الآخرة فقط)

(فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ: ۱۲۹۷۸، فتاویٰ محمودیہ: ۴۵۱/۱۳، ۴۵۲، میرٹھ)

حادثہ میں مرنے والی مسلم عورتوں کی شناخت

مسئلہ (۳۷): بسا اوقات کوئی بس یا ٹرین حادثہ کا شکار ہو جاتی ہے، جس میں مسلم وغیر مسلم مسافر موجود ہوتے ہیں، ایکسیڈنٹ کے بعد مسلم مَردوں کی پہچان تو کسی حد تک ممکن ہوتی ہے، مگر مسلم عورتوں کی پہچان میں دشواری ہوتی ہے، جس کی وجہ سے اُن کے غسل اور تجہیز و تکفین کا مسئلہ سنگینی اختیار کر جاتا ہے، اس سلسلے میں فقہ اسلامی کی ہدایات یہ ہیں کہ اگر اُس علاقہ میں مسلم عورتوں کی کوئی خاص علامت ہو، جو غیر مسلم عورتوں میں نہ پائی جاتی ہو، تو اُس علامت سے مسلم عورتوں کی شناخت کی جائیگی، اور اگر کوئی علامت نہ ہو، تو اکثریت کا اعتبار کیا جائیگا، مسلم عورتیں زیادہ تھیں تو مسلمانوں کے احکام جاری کر کے غسل وکفن وغیرہ دیا جائیگا، اور اُن پر نمازِ جنازہ پڑھی جائیگی، دعا میں مسلمانوں کا قصد کیا جائیگا، اور مسلمانوں کے قبرستان میں اُن کی تدفین کی جائیگی۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : فروع : لو لم يدرأ أمسلم أم كافر ولا علامة ، فإن في دارنا غسل وصلي عليه وإلا لا . اختلط موتانا بكفار ولا علامة اعتبر الأكثر فإن استووا غسلوا . در مختار . وفي الشامية : وفيها أن علامة المسلمين أربعة : الختان والخضاب ولبس السواد وحلق العانة ...... قال في الحلية : فإن كان بالمسلمين علامة فلا إشكال في إجراء أحكام المسلمين عليهم ، وإلا فلو المسلمون أكثر صلي عليهم وينوى بالدعاء المسلمين . (۹۳/۳، ۹۴، باب صلاة الجنازة ، مطلب في حديث كل سبب ونسب منقطع إلا سببي ونسبي)=

نمازِ جنازہ میں امام کہاں کھڑا ہو؟

مسئلہ (۴۷): نمازِ جنازہ میں امام کو میت کے سر یا پیر کی جانب نہیں کھڑا ہونا چاہیے، بلکہ سینے کے مقابلہ میں کھڑا ہونا چاہیے، اور جس روایت میں یہ آتا ہے کہ آپ ﷺ نے میت کو سامنے رکھ اس کے بیچوں بیچ کھڑے ہوکر نماز پڑھائی ہے، اس کا مطلب بھی یہی ہے (یعنی سینے کے مقابلہ میں کھڑا ہونا)، کیوں کہ سر اور ہاتھ سینے سے اوپر ہیں، اور پیٹ اور پیر سینے کے نیچے ہیں، لہٰذا سینہ درمیان میں ہوا، نیز سینہ محلِ ایمان وحکمت وعلم ہے، اس لیے سینے کو فوقیت حاصل ہے، لیکن اگر کسی نے گھٹنے یا کندھے کے مقابل میں کھڑے ہوکر نماز پڑھادی، تب بھی نماز صحیح ہوگی، اس لیے کہ صحتِ نمازِ جنازہ کے لیے میت کے کسی حصے کے سامنے اور مقابلے میں ہونا شرط ہے، اور وہ اس صورت میں پائی گئی۔ (۱)

=ما في " بدائع الصنائع " : لو اجتمع موتى المسلمين والكفار إن كان بالمسلمين علامة يمكن الفصل بها يفصل .... وإن لم يكن بهم علامة ينظر إن كان المسلمون أكثر غسلوا وكفنوا ودفنوا في مقابر المسلمين وصلى عليهم وينوى بالدعاء المسلمين . (۲/ ۳۱)

ما في " الفتاوى الولوالجية " : إذا اجتمع موتى المسلمين والكفار والمسلمون أكثر غسلوا وكفنوا وصلى عليهم وينوى بالدعاء المسلمين ، وإن كان الكفار أكثر لم يغسلوا ، لأن العبرة للغالب في الشرع . (۱/ ۱۶۱، الفصل الثالث عشر في الجنائز وغسل الميت وغيره الخ ، الفتاوى التاتارخانية : ۱/ ۱۶۷، الفصل الثاني والثلاثون في الجنائز ، نوع آخر من هذا الفصل في المتفرقات) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۴۸۷۴)=

....

....

....

....

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " المبسوط للسرخسي " : (قال) : (وأحسن مواقف الإمام من الميت في الصلاة عليه بحذاء الصدر ، وإن وقف في غيره أجزأه) وكان ابن أبي ليلى رحمه الله يقول : يقف من الرجل بحذاء الصدر ، ومن المرأة بحذاء وسطها ، لما روي أن " أم بريدة صلى عليها الرسول ﷺ فوقف بحذاء وسطها " . (ولنا) أن أشرف الأعضاء في البدن الصدر فإنه موضع العلم والحكمة ، وهو أبعد من الأذى ، والوقوف عنده أولى ، كما في حق الرجال ، ثم الصدر موضع نور الإيمان ، قال الله تعالى : ﴿أ فمن شرح الله صدره للإسلام﴾ [الزمر:۲۲] وإنما يصلى عليه لإيمانه فيختار الوقوف حذاء الصدر لهذا أو الصدر هو الوسط في الحقيقة فإن فوقه رأس ويدان وتحته بطن ورجلان . (۱۰۵/۲ ، كتاب الصلاة ، باب غسل الميت ، عمدة القاري :۳/۲۶۹ ، كتاب الحيض ، باب الصلاة على النفساء وسنّتها ، رقم : ۳۳۲)

ما في " رد المحتار " : قوله : (وكونه هو أو أكثره أمام المصلي) المناسب ذكر قوله " هو وأكثره " بعد قوله " حضوره " لأنه احتراز عن كونه خلفه مع أنه يوهم اشتراط محاذاته للميت أو أكثره ، وليس كذلك ، فقد ذكر القهستاني عن التحفة أن ركنها القيام ومحاذاته إلى جزء من أجزاء الميت . (۳/۱۰۴ ، ۱۰۵ ، باب صلاة الجنازة ، مطلب هل يسقط فرض الكفاية بفعل الصبي ، تبيين الحقائق : ۱/۵۷۸ ، كتاب الصلاة ، باب الجنائز ، فصل السلطان أحق بصلاته)

(فتاوی محمودیہ:۸/ ۵۷۹،۵۸۰،مکتبہ فاروقیہ کراچی)

حرمین میں نمازِ جنازہ میں ایک طرف سلام

مسئلہ(۷۵): جب کوئی شخص حج یا عمرہ کے لیے سعودی عرب جاتا ہے، تو مسجد حرام یا مسجد نبوی میں تقریباً ہر نماز کے بعد نمازِ جنازہ ہوتی ہے، جس میں حج وعمرہ کرنے والے تمام ہی لوگ شریک ہوتے ہیں، اور ہونا بھی چاہیے، لیکن سعودی عرب میں چوں کہ زیادہ تر لوگ حنبلی المسلک ہیں اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نمازِ جنازہ میں ایک ہی سلام کے قائل ہیں، اس لیے وہاں کے امام نمازِ جنازہ میں صرف دائیں جانب ایک سلام پھیر کر نماز ختم کردیتے ہیں[1]، جب کہ احناف نمازِ جنازہ میں بھی دو سلام کے قائل ہیں[2]، اس لیے حنفی لوگوں کو دونوں جانب سلام پھیرنا چاہیے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " المغني والشرح الكبير " : السنة أن يسلم على الجنازة تسليمة واحدة. قال رحمه الله : التسليم على الجنازة تسلمية واحدة عن ستة من أصحاب النبي ﷺ وليس فيه اختلاف إلا عن ابراهيم .

(۲/ ۳۷۰ ، كتاب الجنائز ، رفع اليدين مع تكبير الجنازة وتسليمة واحدة)

ما في " كتاب الفقه على المذاهب الأربعة " : الحنابلة — قالوا : صفتها أن يقف المصلي عند صدر الذكر ووسط الأنثى ...... ثم يسلم تسليمة واحدة ، ولا بأس بتسليمة ثانية . (۱/ ۴۵۲ ، أركان صلاة الجنازة)

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وهي أربع تكبيرات يرفع يديه في الأولى فقط ويثنى بعدها ويصلى على النبي ﷺ بعد الثانية ويدعو بعد الثالثة ويسلّم =

نمازِ جنازہ میں بعد میں آنے والا شخص

مسئلہ (۷٦): نمازِ جنازہ میں بعد میں آنے والے شخص کے لیے یہ حکم ہے کہ وہ امام کی اگلی تکبیر کا انتظار کرے، جب امام تکبیر کہے تو اس کے ساتھ یہ شخص بھی تکبیر کہتا ہوا شامل ہو جائے، پھر اگر اسے معلوم ہے کہ یہ کونسی تکبیر ہے، تو امام کی موافقت کرتے ہوئے اس تکبیر کے بعد والی دعا پڑھے، اور اگر یہ معلوم نہیں کہ یہ دوسری تکبیر ہے یا تیسری، تو پھر ترتیب وار اپنی پہلی تکبیر کے بعد ثناء، پھر دوسری تکبیر کے بعد درود شریف، اور تیسری تکبیر کے بعد دُعا پڑھے، اور اگر ایک یا دو تکبیر کے بعد ہی امام نے سلام پھیر دیا، اور چھوٹی ہوئی تکبیریں دعاؤں کے ساتھ ادا کرنے کا موقع نہیں ہے، تو صرف چھُوٹی ہوئی تکبیریں کہہ کر سلام پھیر دے۔[1]

=بعد الرابعة تسليمتين . (۳/ ۱۰۹– ۱۱۱، باب صلاة الجنازة ، مطلب هل يسقط فرض الكفاية بفعل الصبي ، البحر الرائق :۲/ ۳۲۰ ، كتاب الجنائز ، فصل السلطان أحق بصلوته ، المبسوط للسرخسي :۲/ ۱۰۱، باب غسل الميت ، تبيين الحقائق : ۱/ ۵۷۵، باب الجنائز ، فصل السلطان أحق بصلاته)

(کتاب الفتاویٰ:۳/ ۱۷۳، فتاویٰ دار العلوم دیو بند، رقم الفتویٰ:۱۲٦۵۹)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : والمسبوق ببعض التكبيرات لا يكبر في الحال بل ينتظر تكبير الإمام ليكبر معه للافتتاح ، لما مر أن كل تكبيرة كركعة . تنوير وشرحه . وفي الشامية : قال الشامي رحمه الله تعالى : وفي نور الإيضاح وشرحه=

قبر میں اُتارنے کے بعد میت کا چہرہ دیکھنا

مسئلہ (۷۷): نمازِ جنازہ کے بعد میت کا چہرہ دیکھنا درست ہے، البتہ قبر میں اُتارنے کے بعد لوگوں کو میت کا چہرہ نہیں دیکھنا چاہیے، اس لیے کہ بسا اوقات آثارِ برزخ شروع ہوجاتے ہیں، جن کا اخفاء مقصود ہے۔[1]

= أن المسبوق يوافق في دعائه لو علمه بسماعه ، ولم يذكر ما إذا لم يعلم ، وظاهر تقييده الموافقة بالعلم أنه إذا لم يعلم بأن لم يعلم أنه في التكبيرة الثانية أو الثالثة مثلا يأتي به مرتبا : أي يأتي بالثناء ثم الصلاة ثم الدعاء .

(۳/۱۱۴ – ۱۱۶ ، باب صلاة الجنازة ، مطلب هل يسقط فرض الكفاية بفعل الصبي)

ما في " الفتاوى التاتارخانية " : فإذا انتهى إلى الإمام في صلاة الجنازة وقد سبقه بتكبيرة لا يكبر ولكنه ينتظر الإمام حتى يكبر فيكبر معه ، وإذا سلم الإمام قضى هذا الرجل ما فاته قبل أن ترفع الجنازة ، وهذا مذهب أبي حنيفة ومحمد .

(۱/۶۵۰ ، الفصل الثاني والثلاثون في الجنائز ، القسم الثاني في كيفية الصلاة على الميت ، ومما يتصل بهذا القسم ، البحر الرائق :۲/۳۲۴ ، كتاب الجنائز ، فصل السلطان أحق بصلاته ، الفتاوى الهندية : ۱/۱۶۴ ، ۱۶۵ ، الباب الحادي والعشرون، الفصل الخامس في الصلاة على الميت) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۳۹۰۳۶)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : ولا بأس بأن يرفع ستر الميت ليرى وجهه وإنما يكره ذلک بعد الدفن . كذا في القنية . (۵/۳۵۱ ، كتاب الكراهية ، الباب السادس عشر في زيارة القبور وقراءة القرآن بالمقابر)

(۲) ما في " الشامية " : وينبغي للغاسل ولمن حضر إذا رأى ما يحب الميت ستره أن يستره ولا يحدّث إلا به لأنه غيبة ، وكذا إذا كان عيبًا حادثًا بالموت كسواد=

آخری دیدار کے لیے تدفین میں تاخیر

مسئلہ (۸۷): کسی بھی شخص کے انتقال کے بعد جتنا جلد ممکن ہو، اسے دفن کردینا مسنون ہے، محض کسی رشتہ دار کے آخری دیدار کے لیے تدفین میں تاخیر مکروہ ہے، ویسے بھی میت کا چہرہ دیکھنا فرض وواجب تو ہے نہیں، جس کے لیے تدفین میں تاخیر کی جائے، رہا طبعی تقاضا تو اس کے مقابل سنت پر عمل کرنا بہتر ہے، اور سنت یہ ہے کہ جتنا جلد ممکن ہو تدفین کردی جائے۔ (۱)

= وجه ونحوه ما لم يكن مشهورًا ببدعة . (۳/۹۵، باب صلاة الجنازة ، قبيل مطلب في الكفن) (فتاویٰ رحیمیہ: ۷/۱۲۷، فتاویٰ حقانیہ: ۳/۴۶۸، کتاب الفتاویٰ: ۳/۱۴۴، فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۵/۴۰۶، فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۳۶۱۰۰، فتاویٰ محمودیہ: ۱۳/۱۷۱، ط؛ میرٹھ، اغلاط العوام: ص/۲۱۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : عن عبد الله بن عمر قال : سمعت النبي ﷺ يقول : " إذا مات أحدكم فلا تحبّوه وأسرعوا به إلى قبره " . الحديث .

(ص/۱۴۹، كتاب الجنائز ، باب دفن الميت ، الفصل الثالث ، رقم الحديث :۱۷۱۷)

ما في " مرقاة المفاتيح " : أي لا تؤخروا دفنه من غير عذر . قال ابن الهمام : يستحب الإسراع بتجهيزه كله من حين يموت ...... قال عليه الصلاة والسلام : "أسرعوا بالجنازة فإن تک صالحة فخير تقدمونها إليه ، وإن تک غير صالحة فشرّ تضعونه عن رقابكم " . (۴/۱۷۲، ۱۷۳، تحت رقم الحديث :۱۷۱۷)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : يندب دفنه في جهة موته وتعجيله . در مختار . وفي الشامية : قوله : (وتعجيله) أي تعجيل جهازه عقب تحقق موته ، ولذا كره تأخير صلاته ودفنه . (۳/۱۴۶، باب صلاة الجنازة ، قبيل مطلب في الثواب على المصيبة ،=

غیر مسلم کے جنازہ کے ساتھ مَر گھَٹ جانا

مسئلہ (۷۹): غیر مسلم کے جنازہ کے ساتھ ساتھ مَر گھَٹ (ہندوؤں کے مُردے جلانے کی جگہ) جانا، اور وہاں مذہبی رُسوم میں شرکت کرنا، دونوں باتیں ناجائز ہیں، ہاں! گھر پر تعزیت کی اجازت ہے، جیسا کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی کا پڑوسی یہودی یا مجوسی ہو، اور اس کے بیٹے یا کسی قریبی کا انتقال ہوجائے، تو مسلم کو اس کی تعزیت کرنی چاہیے، اور یہ کلمات کہنے چاہیے: " أَخْلَفَ اللّٰهُ خَيْرًا مِنْهُ وَأَصْلَحَکَ "، یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو جانے والے شخص سے بہتر جانشین عطا کرے، اور آپ کی اصلاح فرمائے۔[1]

= البحر الرائق : ۳۳۵/۲ ، كتاب الجنائز ، فصل السلطان أحق بصلاته ، ط؛ بيروت ، فتح القدير : ۱۴۲/۲ ، باب الجنائز ، قبيل فصل في الدفن ، ط؛ بيروت ، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح : ص/۶۰۴ ، باب أحكام الجنائز ، فصل في حملها ودفنها)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۳۰۴۱۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مرقاة المفاتيح " : حديث ثوبان يدل على أن الملائكة تحضر الجنازة، والظاهر أن ذلک عام مع المسلمين بالرحمة ومع الكفار باللعنة .

(۱۴۰/۴ ، كتاب الجنائز ، باب المشي بالجنازة والصلاة عليها ، الفصل الثاني ، تحت رقم الحديث : ۱۶۷۲)

(۲) ما في " الشامية " : وفي النوادر : جار يهودي أو مجوسي مات ابن له أو قريب ينبغي أن يعزيه ويقول : أخلف الله عليک خيرًا منه وأصلحک ، وكان معناه : أصلحک الله بالإسلام – يعني رزقک الإسلام ورزقک ولدًا مسلمًا . كفاية . =

نعش کو سمندر میں پھینکنا

مسئلہ (۸۰): اگر کسی مسلمان کا انتقال پانی کے جہاز پر ہو جائے، اور نعش کو فریز آف کر کے خشکی تک لانا ممکن ہو، یعنی جہاز میں اس کے اسباب مہیا ہوں، تو نعش کو سمندر میں پھینکنا جائز نہیں، بلکہ ضروری ہوگا کہ اسے فریز آف کر کے خشکی تک لایا جائے، اور پھر با قاعدہ غسل وکفن اور نمازِ جنازہ کے بعد اس کو قبر میں دفن کیا جائے۔ (۱)

=(۹/۵۵۷، کتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع ، البحر الرائق :۸/۳۷۴ ، كتاب الكراهية ، فصل في البيع ، الفتاوى الهندية : ۱/۱۶۷، الباب الحادي والعشرون ، ومما يتصل بذلک مسائل التعزية الخ)

(فتاویٰ محمودیہ:۹/ ۳۹، ط؛ کراچی،۱۳/ ۳۰۰، ط؛ میرٹھ، کتاب الفتاویٰ:۳/ ۱۶۶)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : ومن مات في سفينة وكان البر بعيدًا وخيف الضرر به غسل وكفن وصلى عليه وألقي في البحر . قوله : (وخيف الضرر به) أي التغيير ، أما إذا لم يخف عليه التغير ، ولو بعُد البرّ أو كان البرّ قريبًا ، وأمكن خروجه فلا يرمى كما يفيده مفهومه ، والظاهر عليه حرمة رميه وحرره نقلا .

(ص/۶۱۳ ، باب أحكام الجنائز ، فصل في حملها ودفنها)

ما في " الشامية " : قوله : (إن لم يكن قريبًا من البرّ) الظاهر تقديره ، بأن يكون بينهم وبين البرّ مدة يتغير الميت فيها ، ثم رأيت في " نور الإيضاح " التعبير بخوف الضرر به . (۳/ ۱۴۰ ، باب صلاة الجنازة ، مطلب في دفن الميت)

ما في " فتح القدير " : ومن مات في سفينة دفنوه إن أمكن الخروج إلى الأرض=

موت کے وقت ماں سے دودھ بخشوانا

مسئلہ (۸۱): بعض علاقوں میں یہ رواج ہے کہ جب والدہ مرنے کے قریب ہوتی ہے، تو اولاد اس کے پاس جا کر یہ کہتی ہے کہ ''امی جان آپ نے ہمیں دودھ پلایا، آپ کا ہم پر احسان ہے، ہم پر آپ کی خدمت کا جو حق تھا وہ ہم نہیں ادا کر سکے، ہمیں معاف کر دیجئے'' - اس رواج کو دودھ بخشوانا کہا جاتا ہے، شرعِ اسلامی میں اس کی کوئی اصل وثبوت نہیں، یہ محض ایک رسم ہے، جس کا ترک (چھوڑنا) ضروری ہے [1]، البتہ والدین کے انتقال سے پہلے اپنی کوتاہیوں اور نافرمانیوں کو معاف کروالینا بہتر ہے۔ [2]

= وإلا ألقوه في البحر بعد الغسل والتكفين والصلاة . (۲/۱۵۰، باب الجنائز ، فصل في الدفن ، البحر الرائق :۲/۳۳۸ ، كتاب الجنائز ، فصل السلطان أحق بصلاته) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۴۸۶۴۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' صحيح مسلم '' : عن عائشة رضي الله عنها قالت : قال رسول الله ﷺ : '' من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردّ '' .

(۲/۷۷ ، كتاب الأقضية ، باب نقض الأحكام الباطلة ورد محدثات الأمور ، رقم الحديث :۱۷۱۸ ، صحيح البخارى : ۱/۳۷۱ ، كتاب الصلح ، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فالصلح مردود ، رقم الحديث :۲۶۹۷ ، رياض الصالحين : ۱/۶۲ ، باب النهي عن البدع ومحدثات الأمور ، رقم الحديث : ۱۶۹)

(۲) ما في '' صحيح البخارى '' : عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : '' من كانت له مظلمة لأحد من عرضه أو شيء فليتحلله منه اليوم قبل أن=

لاوارث میت کا قرض صدقہ کیا جائے

مسئلہ (۸۲): ایک شخص کا کسی کے ذمہ قرض تھا، ابھی اس نے قرض وصول نہیں کیا تھا کہ اُس قرض خواہ کا انتقال ہوگیا، اوراس کا کوئی وارث بھی نہیں ہے، تو اب قرض دار پر ضروری ہے کہ وہ اس لاوارث میت کی جانب سے اس کا وہ مال (جواس کے ذمہ قرض تھا) صدقہ کردے۔[1]

= لا يكون دينار ولا درهم إن كان له عمل صالح أخذ منه بقدر مظلمته ، وإن لم تكن له حسنات أخذ من سيئات صاحبه فحُمل عليه " .

(۱/ ۳۳۱ ، كتاب المظالم ، باب من كانت له مظلمة عند رجل فحللها له الخ ، رقم الحديث : ۲۴۴۹ ، رياض الصالحين : ۱/ ۷۵ ، باب تحريم الظلم والأمر بردّ المظالم ، رقم الحديث : ۲۱۰ ، ط : مكتبه فيصل ديوبند ، الزواجر عن اقتراف الكبائر :۴/ ۹۳۲ ، ۹۳۳، الكبيرة الثالثة والستون بعد الأربعمائة ، مسند البزار:۸/ ۱۷۳)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۲۷۳۸۰)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " شرح كتاب الفقه الأكبر " : وفي فتاوى قاضيخان : رجل له حق على خصم فمات ولا وارث له تصدق عن صاحب الحق بقدر ماله عليه ليكون وديعة عند الله يوصلها إلى خصمانه يوم القيامة .

(ص/ ۲۶۵ ، مسألة في التوبة وشرائطها وفيها أبحاث جليلة ، فتاوى قاضيخان :۴/ ۲۷۷ ، كتاب الغصب ، فصل في براء ة الغاصب والمديون)

(فتاویٰ فریدیہ:۴/ ۵۰۵، ۵۰۶)

میت کی تصویر کشی اور اخبار میں میت کا فوٹو دینا

مسئلہ (۸۳): بعض لوگ نمازِ جنازہ سے فارغ ہوکر میت کا منہ کھول کر، اُس کا فوٹو کھینچتے یا کھنچواتے ہیں، تاکہ بطورِ یادگار اُس کو رکھیں، یا اَخبار میں میت کا فوٹو دیتے ہیں، یاد رکھئے! شرعاً یہ عمل ناجائز وحرام ہے، کیوں کہ اسلام میں جاندار کی تصویر کشی خواہ وہ باحیات (زندہ) ہو یا مُردہ، قطعاً جائز نہیں، نیز موت کے بعد کسی انسان کو گناہ کا ذریعہ اور وسیلہ بنانا بہت ہی زیادتی وناانصافی کی بات ہے، اور ممکن ہے کہ عام تصویر کشی کے مقابلہ میں اُس کا گناہ زیادہ ہو، لہٰذا اِس سے پرہیز کیا جائے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : قوله عليه السلام : " إن أشدّ الناس عذاباً عند الله المصورون " .(۲/۸۸۰ ، كتاب اللباس ، باب عذاب المصورين يوم القيامة ، صحيح مسلم : ۲/۲۰۱ ، كتاب اللباس والزينة ، باب تحريم تصوير صورة الحيوان)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : قال القرطبي رحمه الله تعالى : يدل على المنع من تصوير شيء أي شيء كان . (۱۴/۲۷۴)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : لا تمثالَ إنسان أو طير . الدر المختار . وفي الشامية : قوله : (أو طير) لحرمة تصوير ذي الروح . (۹/۵۱۹ ، الحظر والإباحة ، فصل في اللبس)

ما في " شرح النووي على هامش مسلم " : قال أصحابنا وغيرهم من العلماء : "تصوير صورة الحيوان حرام شديد ، وهو من أكبر الكبائر، لأنه متوعد عليه بهٰذا الوعيد الشديد المذكور في الأحاديث ، وسواء صنعه بما يمتهن أو بغيره ، فصنعته حرام بكل حال ، لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى ، وسواء كان في ثوب أو بساط=

قبرستان کے آداب میں کوتاہی

مسئلہ (۸۴): بعض لوگ قبرستان پہنچ کر میت کے اِرد گرد جم کر بیٹھ جاتے ہیں، مقصد میت کی تدفین کی کارروائی دیکھنا ہوتا ہے، لیکن اُن کے اِس اجتماع سے اہلِ میت اور قبر بنانے والوں کو بہت تکلیف ہوتی ہے، اور ہجوم کی بنا پر آپس میں بھی ایک دوسرے کو اذیّت ہوتی ہے، پھر اکثر قرب وجوار کی دوسری قبروں کو بھی اپنے پیروں سے بری طرح روندتے ہیں، یاد رکھیے! دفن کی کارروائی دیکھنا کوئی فرض وواجب نہیں، لیکن دوسروں کو اپنے اِس طرزِ عمل سے تکلیف دینا حرام ہے[1]، اور قبروں کو روندنا بھی جائز نہیں[2]، لہٰذا اِن گناہوں سے اجتِناب کیجئے، قبر کے پاس صرف کام کرنے والوں کو رہنے دیجئے، تاکہ سہولت سے وہ اپنا کام کرسکیں، اور جب مٹی دینے کا وقت آئے مٹی دے دیجئے۔![3]

= أو درهم أو دينار أو فلس أو إناء أو حائط أو غيرها . (۱۹۹/۲ ، كتاب اللباس والزينة ، باب تحريم صورة الحيوان ، رد المحتار : ۴۱۶/۲ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، مطلب : إذا تردّد الحكم بين سنة وبدعة كان ترك السنة أولى)

ما فی " الموسوعة الفقهية " : يحرم تصوير ذوات الأرواح مطلقاً، أی سواء أكان للصورة ظل أو لم يكن ، وهو مذهب الحنفية والشافعية والحنابلة . (۱۰۳/۱۲ ، تصوير)

(احکامِ میت: ص/ ۲۱۱، کتاب الفتاویٰ: ۳/ ۲۴۹، خیر الفتاویٰ: ۳/ ۲۴۳، مکتبۃ الحق جوگیشوری بمبئی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : والذين يؤذون المؤمنين والمؤمنات بغير ما اكتسبوا فقد احتملوا بهتانا وإثما مبينا﴾ . (سورة الأحزاب : ۵۸)=

....

=ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : أذية المؤمنين والمؤمنات هي أيضًا بالأفعال والأقوال القبيحة . (۱۴/ ۲۴۰)

ما في " روح المعاني " : أي ما يفعلون بهم ما يتأذون به من قول أو فعل . (۱۲/ ۱۲۶)

ما في " صحيح البخاري " : عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنهما ، عن النبي ﷺ قال : " من سلم المسلمون من لسانه ويده " ... الحديث . (۱/ ۶ ، كتاب الإيمان)

ما في " الموسوعة الفقهية " : الأذى حرام وتركه واجب بالاتفاق . (۲/ ۳۵۶ ، أذى)

(۲) ما في " صحيح مسلم " : عن أبي مرثد الغنوي قال : قال رسول الله ﷺ : "لا تجلسوا على القبور ولا تصلوا إليها " . (۱/ ۳۱۲ ، أبو داود : ص/ ۴۶۰)

عن جابر قال : " نهى رسول الله ﷺ أن يجصص القبور وأن يقعد عليه وأن يبنى عليه " .

(۱/ ۳۱۲ ، كتاب الجنائز ، فصل في النهي عن تجصيص القبور الخ ، جامع الترمذي : ۱/ ۲۰۳ ، كتاب الجنائز ، باب ما جاء في كراهية تجصيص القبور والكتابة عليها ، سنن النسائي : ۱/ ۲۲۲ ، التشديد في الجلوس على القبور ، جمع الفوائد : ۱/ ۳۶۵ ، كتاب الجنائز ، تشييع الجنازة وحملها ودفنها ، رقم : ۲۶۱۲ ، ط: إدارة القرآن كراچی)

عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " لأن يجلس أحدكم على جمرة فتحرق ثيابه فتخلص إلى جلده خير له من أن يجلس على قبر " .

(۱/ ۳۱۲ ، أبو داود : ص/ ۴۶۰ ، سنن ابن ماجه : ص/ ۱۱۲ ، ط : دار السلام سهارنپور)

ما في " الموسوعة الفقهية " : القبر محترم شرعًا توقيرًا للميت ، ومن ثم اتفق الفقهاء على كراهة وطء القبر والمشي عليه لما ثبت " أن النبي ﷺ نهى أن توطأ القبور " .... وذهب جمهور الفقهاء الحنفية والشافعية والحنابلة إلى كراهة الجلوس على القبر ، لما روى أبو مرثد الغنوي رضي الله تعالى عنه : أن النبي ﷺ قال : " لا تجلسوا على القبور ولا تصلوا إليها " . (۳۲/ ۲۴۵ ، قبر ، احترام القبر)

(۳) ما في " سنن ابن ماجة " : عن أبي هريرة " أن رسول الله ﷺ صلى على جنازة ثم أتى قبر الميت فحثى عليه من قبل رأسه ثلاثًا " . (ص/ ۱۱۲ ، باب ما جاء في حثو التراب في =

قبرستان میں حلقے لگا کر دنیوی باتیں کرنا

مسئلہ (۸۵): قبرستان جائے عبرت ہے، قبر اور آخرت کے مراحل، اُن کی ہولنا کیوں اور اور اپنے انجام کی فکر کرنے کی جگہ ہے، لہٰذا قبرستان میں یہی سب کچھ ہونا بھی چاہیے، مگر ہم مسلمانوں میں جہاں بہت سارے دینی اعمال میں کوتاہی واقع ہوتی ہے، وہیں اِس سلسلے میں بھی عام کوتاہی ہے کہ میت کے ساتھ قبرستان میں پہنچ کر دو دو، چار چار کے حلقے بنا کر دنیوی باتوں میں مشغول ہوجاتے ہیں، بلکہ بعضوں کو دیکھا گیا کہ وہ یہاں بھی ہنسی مذاق کی مجلسیں قائم کرتے ہیں، خود بھی عبرت اور فکرِ آخرت سے غافل ہوتے ہیں، اور دوسروں کو بھی غافل کردیتے ہیں، اِس طرح کے لوگوں کو چاہیے کہ اپنے اس عمل کی اِصلاح کرلیں۔ (۱)

=القبر ، دار السلام سهارنپور) (احکام میت:ص/۲۱۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " جامع الترمذي " : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " أكثروا ذكر هاذم اللذات " يعني الموتَ . قال : وفي الباب عن أبي سعيد ، قال أبو عيسى : هذا حديث حسن صحيح غريب .

(۲۸۶/۳ ، رقم :۲۳۰۷، كتاب الزهد ، باب ما جاء في ذكر الموت ، ط : بيروت)

عن أبي سعيد قال : دخل رسول الله ﷺ مصلاه فرأى ناسًا كأنهم يكتشرون ، قال:" أما إنكم لو أكثرتم ذكر هاذم اللذات لشغلكم عما أرى ، فأكثروا من ذكر هاذم اللذات الموت ؛ فإنه لم يأت على القبر يوم إلا تكلم فيه فيقول : أنا بيت الغربة ، =

. . . .

=وأنا بيت الوحدة ، وأنا بيت التراب ، وأنا بيت الدُود ، فإذا دُفن العبد المؤمن قال له القبر: مرحبًا و أهلا ، أما إن كنتَ لأحبَّ من يمشي على ظهري إليّ ، فإذ وُلّيتُک اليومَ وصرتَ إليّ فسترى صَنيعي بک ، قال : فيتّسِع له مَدَّ بصَره ويُفتح له باب إلى الجنة ، وإذا دفن العبد الفاجر أو الكافر قال له القبر : لا مرحبًا ولا أهلا ، أما إن كنتَ لأبغضَ من يمشي على ظهري إليّ ، فإذ وليتک اليوم وصرت إليّ فسترى صنيعي بک ، قال: فيَلتَئِم عليه حتى يلتقِي عليه وتختلفَ أضلاعُه ، قال : قال رسول الله ﷺ: بأصحابه فأدخل بعضها في جوف بعض ، قال : ويُقَيّضُ الله له سبعين تِنّينًا لو أن واحدا منها نفخ في الأرض ما أنبتت شيئًا ما بقيت الدنيا ، فيَنهَشْنَه ويَخدِشْنه حتى يُفضَى إلى الحساب قال : قال رسول الله ﷺ : إنما القبر روضةٌ من رياض الجنة أو حُفرة من حُفر النار " .

(۳/ ۳٦۳ ، ۳٦۴ ، رقم : ۲۴٦۰ ، كتاب صفة القيامة والرقائق والورع ، ط : بيروت)

(عن) عبد الله بن بحير أنه سمع هانئًا مولى عثمان قال : كان عثمان إذا وقف على قبر بكى حتى يَبُلَّ لحيته ، فقيل له : تُذكَرُ الجنةُ والنارُ فلا تبكي وتبكي من هذا ؟ فقال : إن رسول الله ﷺ قال : " إن القبر أولُ منزل من منازل الآخرة ؛ فإن نجا منه فما بعده أيسرُ منه ، وإن لم ينجُ منه فما بعده أشدُ منه " قال : وقال رسول الله ﷺ : " ما رأيت منظرًا قطُ إلا القبرُ أفظعُ منه " . (۳/ ۲۸۷ ، رقم : ۲۳۰۸ ، كتاب الزهد)

ما في " الموسوعة الفقهية " : وأمر تعالى بذكر الآخرة وما فيها من الهول والحساب ونعيم الجنة وعذاب النار ومصارع الظالمين ممن ساق ذكرهم في كتابه ، ومن ذلک " أن النبي ﷺ قال : أكثروا ذكر هاذم اللذات " . وقال النبي ﷺ : "كنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها فإنها تذكّر الآخرة " . ومن هنا ذهب الفقهاء إلى أنه يُندبُ لكل انسان صحيحًا كان أو مريضًا ذكرُ الموت ، بأن يجعله نصب عينيه لأنه أزجر عن المعصية وأدعى للطاعة . (۲۱/ ۲٦۳ ، الحكم التكليفي للتذكّر)

ما في " المغني لإبن قدامة " : يُستحب للإنسان ذكر الموت والاستعداد له فإنه روي عن النبي ﷺ أنه قال : " أكثروا من ذكر هاذم اللذات " ، فما ذكر في كثير إلا قلّله ولا في=

تعزیتی قرارداد منظور کرکے مرحوم کوخراجِ عقیدت وتحسین

مسئلہ(۸۶): آج کل یہ طریقہ رائج ہے کہ کسی دینی ادارہ یا جماعت کا کوئی رکن انتقال کرجاتا ہے، تو متعلقہ ادارہ یا جماعت کے افراد مجلسِ تعزیت منعقد کرکے اپنے اِس مرحوم رکن کوخراجِ عقیدت وتحسین پیش کرتے ہیں، تعزیتی قرارداد منظور کرتے ہیں، اور اس کے لیے دعاءِ مغفرت بھی کرتے ہیں، بسا اوقات اس طرح کی مجلسیں اور جلسے تین دن، یعنی مدتِ تعزیت گزر جانے کے بعد ہوتے ہیں، تو یہ تعزیت؛ شرعی تعزیت نہیں، بلکہ اُس ادارہ یا جماعت کا مرحوم کے ساتھ اپنے تعلق اور اُس کے پسماندگان کے ساتھ ہمدردی کا اظہار ہے، اور اس سے بھی چوں کہ میت کے اعزہ واقارِب کو فی الجملہ صبر وتسلّی ہوجاتی ہے، لہٰذا شرعاً اِس کی گنجایش ہے۔ (۱)

= قليل إلا كثّره . اهـ . (۲/۳۳۴، ط : مكتبة القاهرة) (احکام میت:ص/۲۱۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " جامع الترمذي " : عن عبد الله عن النبي صلى الله عليه وسلم قال : " من عزّى مُصابًا فله مثلُ أجره " . (۲/۱۶۴، رقم :۱۰۷۳، كتاب الجنائز ، باب ما جاء في أجر من عزّى مصابًا ، ط : بيروت)

ما في " الموسوعة الفقهية " : التعزية لغة – مصدر عزّى ؛ إذا صبّر المصابَ وواساه ولا يخرج المعنى الاصطلاحي عن المعنى اللغوي ، وقال الشربيني : هي الأمر بالصبر والحمل عليه بوعد الأجر ، والتحذير من الوِزر والدعاء للميت بالمغفرة وللمصاب بجبر المصيبة .... لا خلاف بين الفقهاء في استحباب=

خط یا SMS کے ذریعے تعزیت

مسئلہ (۸۷): کسی شخص کے انتقال پر اُس کے متعلقین کی تعزیت؛ یعنی تلقینِ صبر وغیرہ کرنا سنت سے ثابت ہے(۱)، اور اگر وہاں خود جاکر تعزیت کا موقع نہ ہو تو خط کے ذریعے سے بھی سلَفِ صالحین سے تعزیت کرنا منقول ہے(۲)، لہٰذا اگر کوئی شخص میت کے اہلِ خانہ وپسماندگان کے ساتھ اظہارِ ہمدردی و ماتم پُرسی کے لیے اُنہیں تعزیت نامہ لکھ کر میسیج (S M S)، ای میل (E-mail)، فیکس (Fax)، یا واٹس اَپ (WhatsApp) وغیرہ کے ذریعے اِرسال (Send) کرے تو درست ہے۔

= التعزية لمن أصابته مصيبة ، والأصل في مشروعيتها خبر " من عزّى مصابا فله مثل أجره " . (۲۸۷/۱۲ ، تعزية ، الحكم التكليفي)

ما في " رد المحتار " : قوله : (وبتعزية أهله) أي تصبيرهم والدعاء لهم به . قال في القاموس : العزاء ؛ الصبر أو حسنه . (۱۴۷/۳ ، باب صلاة الجنازة ، قبيل مطلب في الثواب على المصيبة ، ط : بيروت) (فتاویٰ محمودیہ:۲۵۶/۹،ط:کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " جامع الترمذي " : عن عبد الله عن النبي ﷺ قال : " من عزّى مُصابًا فله مثلُ أجره " . (۱۶۴/۲ ، رقم :۱۰۷۳ ، كتاب الجنائز ، باب ما جاء في أجر من عزّى مصابًا ، ط : بيروت)

ما في " الموسوعة الفقهية " : التعزية لغة – مصدر عزّى ؛ إذا صبّر المصابَ وواساه ولا يخرج المعنى الاصطلاحي عن المعنى اللغوي ، وقال الشربيني : هي الأمر بالصبر والحمل عليه بوعد الأجر ، والتحذير من الوِزر والدعاء للميت =

....

=بالمغفرة وللمصاب بجبر المصيبة .... لا خلاف بين الفقهاء في استحباب التعزية لمن أصابته مصيبة ، والأصل في مشروعيتها خبر " من عزّى مصابا فله مثل أجره " . (۲۸۷/۱۲ ، تعزية ، الحكم التكليفي)

ما في " رد المحتار " : قوله : (وبتعزية أهله) أي تصبيرهم والدعاء لهم به . قال في القاموس : العزاء ؛ الصبر أو حسنه .

(۱۴۷/۳ ، باب صلاة الجنازة ، قبيل مطلب في الثواب على المصيبة ، ط : بيروت)

(۲) ما في " المستدرک للحاكم " : عن محمود بن لبيد عن معاذ بن جبل أنه مات له ابن فكتب إليه رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يعزيه عليه : بسم الله الرحمن الرحيم ؛ من محمد رسول الله إلى معاذ بن جبل – سلام عليک فإني أحمد الله إليک الذي لا إله إلا هو أما بعد ! فأعظم الله لک الأجر ، وألهمک الصبر ، ورزقنا وإياک الشكر ، فإن أنفسنا وأموالنا وأهلينا وأولادنا من مواهب الله عزّ وجلّ الهنيئة وعواريه المستودعة متعک به في غبطة وسرور وقبضة منک بأجر كبير الصلاة والرحمة والهدى إن احتسبته فاصبر ولا يحبط جزعک أجرک فتندم ، واعلم أن الجزع لا يرد شيئًا ولا يدفع حزنا ، وما هو نازل فكأن قد – والسلام .

(۲۷۳/۳، کتاب معرفة الصحابة ، وفاة ابن معاذ وتعزية النبي عليه ، ذكر مناقب أحد الفقهاء الستة من الصحابة معاذ بن جبل ، دار الكتاب العربي بيروت ، المعجم الأوسط للطبراني : ۳۷/۱ ، رقم الحديث :۸۳ ، بیروت ، المعجم الكبير للطبراني :۱۵۵/۲۰ ، ۱۵۶ ، رقم :۳۲۴ ، احياء التراث العربي ، مرقاة المفاتيح :۱۷۸/۴ – ۱۷۹ ، تحت رقم :۱۷۲۳ ، كتاب الجنائز ، باب البكاء على الميت ، مكتبه اشرفيه ديوبند ، حصن حصين :ص/۱۸۰ ، ۱۸۱ ، المنزل الخامس من ورد يوم الإثنين ، المكتبة الرحيمية بديوبند)

(فتاویٰ دارالعلوم زکریا:۶۶۷/۲، ۶۶۸، ۶۶۹، فتاویٰ رحیمیہ:۳۴۱/۶-۳۴۶، فتاویٰ محمودیہ:۲۵۴/۹، ط: کراچی)

تعزیت تین دن تک مستحب ہے

مسئلہ (۸۸): اگر کسی کا انتقال ہوجائے تو اس کے متعلقین کو تعزیت یعنی؛ تسکین وتسلی دینا تین دن تک مستحب ہے، تین دن کے بعد تعزیت مکروہ ہے، لیکن تعزیت کرنے والا، یا جس سے تعزیت کی جاتی ہے، وہ مدتِ تعزیت میں موجود نہیں ہے، تو بعد میں تعزیت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور اگر کوئی بروقت بذریعہ فون تعزیت کرے، تو یہ بھی جائز ہے، اور متعلقین میت کے لیے تسلی کا باعث ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : عن أسامة بن زيد قال : أرسلت ابنة النبي صلى الله عليه وسلم إليه – أن ابنا لي قبض فأتنا ، فأرسل يقرئ السلام ، ويقول : " إن لله ما أخذ ، وله ما أعطى ، وكلٌ عنده بأجل مسمّى ، فلتصْبر ولتحْتسب " . الحديث .

(۱/ ۵۴۰، ۵۴۱، كتاب الجنائز ، باب البكاء على الميت ، الفصل الأول ، رقم : ۱۷۲۳)

ما في " مرقاة المفاتيح " : وهذا الحديث أصل في التعزية ، ولذا قال الجزري في الحصن : فإذا أحدًا يسلم ويقول : إن لله الخ . قال : وكتب صلى الله عليه وسلم إلى معاذ يعزيه في ابن له – بسم الله الرحمن الرحيم – من محمد رسول الله إلى معاذ بن جبل : سلام عليكم ، فإني أحمد لله إليک الذي لا إله إلا هو أما بعد ! فأعظم الله أجرک ، وألهمک الصبر ، ورزقنا وإياک الشكر ، فإن أنفسنا وأموالنا وأهلينا وأولادنا من مواهب الله عز وجل ، الهينة وعواريه المستودعة متع بها إلى أجل معدود ويقبضها لوقت معلوم ثم افترض علينا الشكر إذا أعطى والصبر إذا ابتلى . الخ .

(۴/ ۱۷۸ – ۱۷۹ ، باب البكاء على الميت ، رقم : ۱۷۲۳)=

دفن کے وقت پیروں کے بیچ سے مٹی ڈالنا

مسئلہ (۸۹): بعض علاقوں میں لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ میت کی قبر کھودتے وقت قبر کی مٹی دو پیروں کے بیچ سے کھودی جاسکتی ہے، لیکن میت کو دفن کرتے وقت دونوں پیروں کے بیچ سے مٹی ڈالنا منع ہے، اُن کا یہ خیال غلط ہے، کیوں کہ دفن کرتے وقت کون سی باتیں مکروہ ہیں؛ وہ سب فقہاء کرام نے قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل بیان کردی ہیں، اور اُن میں دو پیروں کے بیچ سے مٹی ڈالنے کا مکروہ ہونا کہیں بیان نہیں کیا، نیز مُعاشَرتی معامَلات میں بھی اُسے غلط نہیں سمجھا جاتا، لہٰذا اِس طریقے کو مکروہ سمجھنا، یا اس کے لیے کسی کو مجبور کرنا شریعت میں اپنی طرف سے زیادتی ہے، جو منع ہے، ایسے غلط عقائد پیدا کرنے سے بچنا چاہیے۔(۱)

=ما في " الدر المختار مع الشامية " : وبالجلوس لها في غير مسجد ثلاثة أيام وأولها أفضل وتكره بعدها إلا لغائب .

(۱۴۹/۳ ، باب صلاة الجنازة ، مطلب في كراهة الضيافة من أهل الميت)

ما في " الموسوعة الفقهية " : جمهور الفقهاء : على أن مدة التعزية ثلاثة أيام ، واستدلوا لذلک بإذن الشارع في الإحداد في الثلاث فقط ، بقوله ﷺ : " لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تحد على ميت فوق ثلاث ، إلا على الزوج أربعة أشهر وعشرًا "خ وتكره بعدها .... إلا إذا كان أحدهما (المعزي أو المعزى) غائبًا ، فلم يحضر إلا بعد الثلاثة فإنه يعزيه بعد الثلاثة . (۲۸۸/۲ ، تعزية ، مدة التعزية ، الفتاوى الهندية : ۱۶۷/۱ ، كتاب الصلاة، الفصل السادس في القبر الخ ، ومما يتصل بذلک مسائل التعزية الخ)

(۱) ما في " رد المحتار " : قال في الجوهرة : ويقول في الحثية الأولى : ﴿منها =

قبر میں میت کو مٹی پر لٹانا

مسئلہ (۹۰): قبر میں میت کو مٹی پر لٹانا چاہیے، اس میں میت کے نیچے چٹائی، چادر اور گدّا وغیرہ بچھانا مکروہِ تحریمی ہے، اس لیے کہ یہ بلا ضرورت مال کو ضائع کرنا ہے، جو شرعاً منع ہے۔[1]

=خلقنكم﴾ وفي الثانية : ﴿وفيها نعيدكم﴾ وفي الثالثة : ﴿ومنها نخرجكم تارة أخرى﴾ . وقيل : يقول في الأولى : اللهم جاف الأرض عن جنبيه ، وفي الثانية : اللهم افتح أبواب السماء لروحه ، وفي الثالثة : اللهم زوّجه من الحور العين . اهـ .

(۱۴۳/۳ ، بيروت ، الموسوعة الفقهية : ۱۵/۲۱ ، دفن ، كيفية الدفن)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ويكره وضع الآجرّ المطبوخ .... ثم يُهال التراب عليه ، وتكره الزيادة عليه لأنه بمنزلة البناء ، ويحرم أن يوضع تحت الميت عند الدفن مِخَدّة أو حصيرة أو نحو ذلک .... رواه الترمذي : أن ابن عباس كره أن يُلقى تحت الميت شيء عند الدفن . اهـ . (۱۴/۲۱ ، ۱۵ ، دفن) (فتاویٰ دینیہ:۲/۴۱۰)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " جامع الترمذي " : وقد روي عن ابن عباس أنه كره أن يلقى تحت الميت في القبر شيء ، وإلى هذا ذهب بعض أهل العلم .

(۲۰۳/۱ ، أبواب الجنائز ، باب ما جاء في الثواب الواحد يلقى تحت الميت في القبر)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : ولا يجوز أن يوضع فيه مضربة ، وما روي عن علي فغير مشهور لا يؤخذ به . تنوير مع الدر . وفي الشامية : قوله : (ولا يجوز الخ) أي يكره ذلک ، قال في الحلية : ويكره أن يوضع تحت الميت في القبر مضربة أو مخدة أو حصير أو نحو ذلک . اهـ . ولعل وجهه أنه إتلاف مال بلا ضرورة ، فالكراهة تحريمية ، ولذا عبر بلا يجوز . (۱۳۹/۳ ، باب صلاة الجنازة ، مطلب في دفن الميت) (خیر الفتاویٰ:۳/۲۹۹)

میت کو تابوت میں رکھ کر دفن کرنا

مسئلہ (۹۱): اگر زمین بہت نرم ہو، یا اس میں نمی ہو، اور قبر گرنے کا خطرہ ہو، تو بوجہ ضرورت میت کو تابوت یعنی صندوق میں رکھ کر دفن کرنے کی گنجایش ہے، البتہ لوہے کے تابوت سے حتی الامکان احتراز لازم ہے، اور ہر قسم کے تابوت میں بہتر یہ ہے کہ اس میں نیچے کے حصے میں مٹی بچھادی جائے، اور میت کے دونوں طرف کچی اینٹیں لگادی جائیں، اور ڈھکنے کے اندر کی طرف والے حصے کو مٹی سے لیپ دیا جائے، تاکہ یہ تابوت لحدی قبر کی مانند ہو جائے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : ولا بأس باتخاذ تابوت ولو من حجر أو حديد له عند الحاجة كرخاوة الأرض . تنوير مع الدر . وفي الشامية : قوله : (ولا بأس باتخاذ تابوت الخ) أي يرخص ذلک عند الحاجة ، وإلا كره كما قدمناه آنفًا ، قال في الحلية : نقل غير واحد عن الإمام ابن الفضل أنه جوّزه في أراضيهم لرخاوتها وقال : لكن ينبغي أن يفرش فيه التراب وتطين الطبقة العليا مما يلي الميت ، ويجعل اللبن الخفيف على يمين الميت ويساره ليصير بمنزلة اللحد .

(۱۴۰/۳ ، باب صلاة الجنازة ، مطلب في الدفن ، البحر الرائق : ۳۴۰/۲ ، كتاب الجنائز ، فصل السلطان أحق بصلوته ، حلبي كبير : ص/۵۹۵، ۵۹۶ ، فصل في الجنائز ، السادس في الدفن ، تبيين الحقائق : ۵۸۵/۱ ، باب الجنائز ، فصل السلطان أحق بصلوته)

(احسن الفتاویٰ: ۴/ ۱۹۸، خیر الفتاویٰ: ۳/ ۱۶۶)

قبر کا شق پاٹنے کے لیے لکڑی وغیرہ لگانا

مسئلہ (۹۲): میت کے اوپر کی طرف یعنی قبر کا شِق پاٹنے کے لیے لکڑی، پتھر، سیمنٹ کے سلیپ اور لوہا وغیرہ لگانا جائز ہے، البتہ قبر کے اندر میت کے اطراف میں بلاضرورت لکڑی کے تختے، پتھر، سیمنٹ کی اینٹ، لوہا اور بھٹی میں پکی ہوئی اینٹ لگانا مکروہِ تحریمی ہے، ہاں! اگر ضرورت ہو، مثلاً زمین بہت نرم ہو، یا اس میں نمی ہو، اور قبر گرنے کا خطرہ ہو، تو بقدرِ ضرورت مذکورہ چیزیں لگانے کی اجازت ہے، مگر لکڑی، پتھر یا سیمنٹ کی اینٹ سے ضرورت پوری ہو جائے، تو بھٹی کی پختہ اینٹ اور لوہے سے احتراز کیا جائے، اس لیے کہ ان میں آگ کا اثر ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : ولا بأس باتخاذ تابوت ولو من حجر أو حديد له عند الحاجة كرخاوة الأرض . تنوير مع الدر . وفي الشامية : قوله : (ولا بأس باتخاذ تابوت الخ) أي يرخص ذلک عند الحاجة ، وإلا كره كما قدمناه آنفًا ، قال في الحلية : نقل غير واحد عن الإمام ابن الفضل أنه جوّزه في أراضيهم لرخاوتها وقال : لكن ينبغي أن يفرش فيه التراب وتطين الطبقة العليا مما يلي الميت ، ويجعل اللبن الخفيف على يمين الميت ويساره ليصير بمنزلة اللحد .

(۳/۱۴۰ ، باب صلاة الجنازة ، مطلب في الدفن)

وفيه : ويسن اللبن عليه والقصب لا الآجر المطبوخ والخشب له حوله ، أما فوقه فلا يكره . ابن ملک . تنوير مع الدر . وفي الشامية : قال في الحلية : وكرهو الآجر وألواح الخشب ، وقال الإمام التمرتاشي : هذا إذا كان حول الميت ، فلو فوقه=

حاملہ میت کا پیٹ چاک کرکے بچہ نکالنا

مسئلہ (۹۳): اگرکسی حاملہ عورت کا انتقال ہوجائے، تو اگر بچہ اس کے پیٹ میں حرکت واضطراب کرتا ہو، اور بچہ کے زندہ ہونے کا یقین ہو، تو بائیں جانب سے عورت کے پیٹ کو چاک کرکے بچے کو نکالا جائے گا، اور اگر یہ قرائن نہ پائے جائیں، تو پیٹ کو چاک نہیں کیا جائے گا۔ (۱)

= لا يكره لأنه يكون عصمة من السبع . (۱۴۲/۳، باب صلاة الجنازة ، مطلب في دفن الميت ، البحر الرائق : ۳۳۹/۲ ، ۳۴۰ ، فصل السلطان أحق بصلوته ، حلبي كبير: ص/۵۹۵ ، فصل في الجنائز ، السادس في الدفن) (احسن الفتاویٰ: ۱۹۸/۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : حامل ماتت وولدها حيّ يضطرب شقّ بطنها من الأيسر ويخرج ولدها ولو بالعكس . (۱۴۵/۳، باب صلاة الجنازة ، مطلب في دفن الميت ، البحر الرائق : ۳۳۰/۲ ، فصل السلطان أحق بصلوته)

ما في " الفتاوى الهندية " : في فتاوى أبي الليث رحمه الله تعالى في امرأة حامل ماتت وعلم أن ما في بطنها حيّ فإنه يشق بطنها من الشق الأيسر ، وكذلک إذا كان أكبر رأيهم أنه حيّ يشق بطنها . كذا في المحيط . وحكى أنه فعل ذلک بإذن أبي حنيفة رحمه الله تعالى فعاش الولد . كذا في السراجية . (۳۶۰/۵ ، كتاب الكراهية، الباب الحادي والعشرون فيما يسع من جراحات بني آدم والحيوانات الخ)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۷۶/۵، آپ کے مسائل اوران کا حل: ۳۳۷/۴)

میت کے سامنے کھڑے ہوکر اسے معاف کرنا

مسئلہ (۹۴): جب کسی کا انتقال ہوجاتا ہے، تو بعض لوگ میت کے سامنے کھڑے ہوکر یہ کہتے ہیں کہ جو کچھ ہمارے درمیان ہوا تھا، ہم نے معاف کردیا، یہ سمجھتے ہوئے کہ میت سنتی ہے، اس طرح ان کا خطاب کرنا اور معاف کرنا وغیرہ درست نہیں ہے، اس لیے کہ مُردے سنتے ہیں یا نہیں، اس میں اختلاف ہے، بعض کے نزدیک مُردے سنتے ہیں، بعض کے نزدیک نہیں سنتے، جن کے نزدیک سنتے ہیں، تو ہر بات ہر وقت نہیں سنتے، بلکہ جب اللہ تعالیٰ سنادے تو سنتے ہیں، ورنہ نہیں، لہٰذا یہ عمل درست نہیں، اور نہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " أحكام القرآن للتهانوي " : فاعلم أن مسألة سماع الموتى وعدمه من المسائل التي وقع الخلاف فيه بين الصحابة رضوان الله عليهم أجمعين ، فهذا عبد الله بن عمر رضي الله عنهما يثبت السماع للموتى ، وهذا أم المؤمنين عائشة الصديقة رضي الله عنها تنفيه ، وإلى كل مالت طائفة من علماء الصحابة والتابعين .

(۳/۱۶۳، سورة الروم ، تكميل الحبور بسماع أهل القبور ، معارف القرآن :۶/۱۰۶، عمدة القاري :۱۷/۱۲۴، ۱۲۵، كتاب المغازي ، قبيل باب فضل من شهد بدرًا ، رقم : ۳۹۷۶)

ما في " حاشية الطحطاوي على الدر المختار " : قوله : (أو كلمتك) إنما تقييد بالحياة لأن المقصود من الكلام الإفهام والموت ينافيه ، لأن الميت لا يسمع ولا يفهم وأورد أنه عليه الصلاة والسلام قال لأهل القليب قليب بدر : هل وجدتم ما وعد ربكم حقا ؟ فقال عمر : يا رسول الله ! ما تكلم من أجساد لا أرواح لها ؟ فقال=

نمازِ جنازہ کے بعد میت کو سلامی دینا

مسئلہ (۹۵): بسا اوقات بعض بڑے لوگوں کی نمازِ جنازہ کے بعد میت کو سامنے رکھ کر سلامی دی جاتی ہے، حالانکہ قرونِ ثلاثہ مشہود لہا بالخیر میں اعلیٰ سے اعلیٰ صلاحیتوں کے حامل اشخاص گزرے ہیں، مگر کسی کی میت کو سلامی دینا ثابت نہیں ہے، بلکہ یہ ایک غیر شرعی فعل ہے، جو فرنگیوں کی تقلید میں کیا جاتا ہے، لہٰذا اس سے بچنا ضروری ہے۔(۱)

= النبي ﷺ : " والذي نفسي بيده ما أنتم بأسمع لما أقول منهم " وأجيب بأنه غير ثابت يعني من جهة المعني وإلا فهو في الصحيح ، وذلک أن عائشة رضي الله تعالى عنها ردّته بقوله تعالى : ﴿وما أنت بمسمع من في القبور﴾ . ﴿وإنک لا تسمع الموتى﴾ ، وقوله من جهة المعنى ينظر ما المراد به ، فإن ظاهره يقتضي ورود اللفظ عن الشارع رضي الله تعالى عنه وأن المعنى لا يستقيم وفيه ما فيه وأجيب أيضًا بأنه إنما قاله على وجه الموعظة للأحياء لا لإفهام الموتى .... ورد عنه عليه الصلاة والسلام : ان الميت ليسمع خفق نعالهم إذا انصرفوا " . كمال . وفي النهر أحسن ما أجيب به أنه كان معجزة له رضي الله تعالى عنه . (۳۸۲/۲ ، باب اليمين في الضرب والقتل ، مكتبه رشيديه كوئٹه ، بحواله فتاوی دار العلوم زکریا:۶۱۳/۲،۶۱۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن أبي داود " : عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : " من تشبّه بقوم فهو منهم " . (ص/۵۵۹ ، كتاب اللباس ، باب لبس الشهرة ، رقم : ۴۰۳۱)

ما في " بذل المجهود " : قال القاري : من شبّه نفسه بالكفار مثلا في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء والأبرار فهو منهم أي في الإثم=

أحكام المساجد والمدارس

مساجد ومدارس کے احکام

وقف مکمل ہونے کے بعد اس میں تبدیلی

مسئلہ (۹۶): اگر کوئی زمین مسجد یا مدرسہ کے لیے وقف کردی گئی، اور متولی یا ذمہ داران کے حوالہ کردی گئی، تو یہ زمین واقف کی ملکیت سے نکل کر اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں چلی گئی، وقف مکمل ہونے کے بعد اس میں کسی قسم کی تبدیلی جائز نہیں، خود وقف کرنے والے کو بھی اس میں ردّ وبدل کرنا جائز نہیں، اب دوبارہ مسجد کی زمین مدرسہ میں، یا مدرسہ کی زمین مسجد میں وقف نہیں کی جاسکتی۔ (۱)

= أو الخير عند الله تعالى . (۱۲/۵۹، مرقاة المفاتيح :۸/۲۲۲، كتاب اللباس والزينة)

ما في " شرح الطيبي " : قوله : " من تشبه بقوم " هذا عام في الخَلق والخُلق والشعار ، وإذا كان الشعار أظهر في التشبه . (۸/۲۳۲ ، رقم :۴۳۴۷) (خیر الفتاویٰ:۲/۲۱۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : فإذا تم ولزم لا يملك ولا يعار ولا يرهن . (۶/۵۳۹ ، كتاب الوقف)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : إذا صحّ الوقف خرج عن ملك الواقف ، وصار حبيسًا على حكم ملك الله تعالى ، ولم يدخل في ملك الموقوف عليه ، بدليل انتقاله عنه بشرط الواقف (المالك الأول) كسائر أملاكه ، وإذا صحّ الوقف لم يجز بيعه ولا تمليكه ولا قسمته . (۱۰/۷۶۱۷ ، الباب الخامس الوقف ، الفصل الثالث حكم الوقف ، ومتى=

ایک وقف کی آمدنی کا استعمال دوسرے وقف میں

مسئلہ (۹۷): ہر وقف الگ ہوتا ہے، مسجد کا وقف علیحدہ، قبرستان کا وقف علیحدہ اور مدرسہ کا وقف علیحدہ ہے، حتی کہ ہر مسجد کا وقف بھی علیحدہ ہوتا ہے، اور ایک وقف کی آمدنی یا زمین دوسرے وقف میں استعمال کرنا جائز نہیں ہے، اس لیے مسجد کی جگہ پر مدرسہ یا اسکول کی تعمیر جائز نہیں، البتہ اگر مسجد کی جگہ خالی ہو، اور مسجد کی ضرورت سے زائد ہو، تو یہ تدبیر کی جاسکتی ہے کہ مسجد کی رقم سے تعمیری کام کرکے عمارت، مدرسہ یا اسکول کو کرایہ پر دیدی جائے، اور کرایہ کی رقم مسجد کے مصارف میں استعمال کی جائے۔ (۱)

= یزول ملک الواقف؟)

ما في " تبیین الحقائق " : وقد بیناه من قبل وإذا صار مسجدًا علی اختلافهم زال ملکه عنه وحرم بیعه فلا یورث ، ولیس له الرجوع فیه ، لأنه صار لله بقوله تعالی : ﴿وأن المسٰجد لله﴾ . ولا رجوع فیما صار لله تعالی کالصدقة . (۴/ ۲۷۱، کتاب الوقف)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۳۸۴۰۶)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " التنویر وشرحه مع الشامیة " : اتحد الواقف والجهة وقلّ مرسوم بعض الموقوف علیه بسبب خراب وقف أحدهما جاز للحاکم أن یصرف من فاضل الآخر علیه ، لأنهما حینئذ کشيء واحد ، وإن اختلف أحدهما بأن بنی رجلان مسجدین أو رجل مسجدًا ومدرسة ووقف علیهما أوقافًا لا یجوز له ذلک .

(۶/ ۵۵۱، کتاب الوقف ، مطلب في نقل أنقاض المسجد ونحوه)

ما في " البحر الرائق " : أما إذا اختلف الواقف أو اتحد الواقف واختلف الجهة=

تعمیر مسجد کی بچی ہوئی رقم کا استعمال

مسئلہ (۹۸): جو رقم خاص تعمیر مسجد کے عنوان سے جمع کی گئی ہو، اس کو اسی کام (تعمیر) میں لگانا چاہیے[1]، ہاں! اگر تعمیری کام کے بعد رقم بچ جائے اور آئندہ تعمیر کے لیے کوئی ضرورت باقی نہ رہے، تو چندہ دہندگان کی اجازت سے اس کو امام ومؤذن کی تنخواہ میں دے سکتے ہیں، یا مطلقاً مسجد یا مصالحِ مسجد کے لیے چندہ دیا گیا، تو اس صورت میں بھی امام ومؤذن کی تنخواہ میں دے سکتے ہیں۔[2]

= بأن بنى مدرسة ومسجدًا وعين لكل وقفًا وفضل من غلة أحدهما لا يبدل شرط الواقف ، وكذا إذا اختلف الواقف لا الجهة يتبع شرط الواقف وقد علم بهذا التقرير اعمال الغلتين إحياء للوقف ورعاية شرط الواقف ، هذا هو الحاصل من الفتاوى .
(۳۶۲/۶ ، كتاب الوقف ، الفقه الإسلامي وأدلته : ۷۶۴/۱۰ ، الباب الخامس الوقف ، الفصل الثامن استبدال الوقف وبيعه حالة الخراب)
(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۳۰۶۵۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الشامية " : مراعاة غرض الواقفين واجبة . (۶۶۵/۶، كتاب الوقف ، مطلب مراعاة غرض الواقفين واجبة والعرف يصلح مخصصًا)

(۲) ما في " البحر الرائق " : لو وقف على مصالح المسجد يجوز دفع غلته إلى الإمام والمؤذن والقيم . (۳۵۴/۵ ، كتاب الوقف)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : ويبدأ من غلته بعمارته ثم ما هو أقرب لعمارته كإمام مسجد ومدرس مدرسة يعطون بقدر كفايتهم . =

مسجد کے اوپر سے فلائی اووَر (Fiy Over) بنانا

مسئلہ (۹۹): پہلے شہروں کی آبادیاں کم تھیں، راستوں پر گاڑیوں اور پیدل چلنے والوں کا اژدحام بھی نہیں رہتا تھا، اب دیہی علاقوں کے باشندے بھی ترقیات سے فائدہ اُٹھانے کے لیے شہروں کا رُخ کرر ہے ہیں، اور خود شہروں کی اپنی آبادیوں میں اضافہ ہوا، جس کی وجہ سے ٹریفک بڑھ گئی، اور لوگوں کو آمد ورفت میں دقّتوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، جس کے لیے حکومت بڑے شہروں میں فلائی اووَر (Fiy Over) یعنی پُل تعمیر کروارہی ہے، جو اچھا عمل ہے، لیکن کہیں ایسا بھی ہورہا ہے کہ پرانی مسجدیں جو لبِ سڑک ہیں، اُن کے اوپر سے فلائی اووَر بنایا جارہا ہے، جو شرعاً جائز نہیں، کیوں کہ مسجد تحت الثَّریٰ سے عَنانِ سماء تک مسجد ہوتی ہے، اس لیے اس کے اوپر سے پُل بنانا جائز نہیں ہے۔ (۱)

=(۶/ ۵۵۹– ۵۶۱، کتاب الوقف ، مطلب یبدأ بعد العمارة بما هو أقرب إلیها)

ما في " الشامیة " : وقف وقفین علی المسجد أحدهما علی العمارة والآخر إلی إمامه أو مؤذنه ، والإمام والمؤذن لا یستقر لقلة المرسوم للحاکم الدین أن یصرف من فاضل وقف المصالح والعمارة إلی الإمام والمؤذن باستصواب أهل الصلاح من أهل المحلة إن کان الوقف متحدًا ، لأن غرضه إحیاء وقفه وذلک یحصل بما قلنا .

(۶/ ۵۵۱، کتاب الوقف ، مطلب في نقل أنقاض المسجد ونحوه)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۲۶۶۲۳)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامیة " : وکره تحریمًا الوطء فوقه ، والبول =

مسجد کی چھت پر امام مسجد کے لیے کمرہ بنانا

مسئلہ (۱۰۰): مسجد کی چھت پر امام مسجد کے لیے مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ حجرہ (کمرہ) بنایا جاسکتا ہے:

(۱) واقف نے ایک خاص حصے کو مسجدیت سے مستثنیٰ قرار دے دیا ہو، اور تعمیر مسجد سے پہلے پہلے ''حجرہ'' بنوادیا ہو، یا اپنی نیت کا اعلان کردیا ہو۔ (۱)

(۲) اور یہ استثناء مصالحِ مسجد کی وجہ سے ہو، لیکن اس حجرہ میں بیت الخلاء پہنچانے کا سبب بھی ہے، حدیث پاک میں خام پیاز (کچی پیاز) کھانے والے کے حق میں '' **فلا يقربنّ مسجدنا** '' (یعنی ہماری مسجدوں کے قریب نہ آئے) آیا ہے، جو دخول سے عام ہے، جس سے ظاہراً عفونت کی چیز، یعنی بدبودار چیز قصداً مسجد کے قریب بنانے کی بھی مذمت معلوم ہوتی ہے۔ (۲)

=والتغوط ، لأنه مسجد إلى عنان السماء . در . وفي الشامية : قوله : (إلى عنان السماء) وكذا إلى تحت الثرى كما في البيرى عن الإسبيجابي . (۲/۲۷۰ ، ۲۷۱، كتاب الطهارة ، مطلب في أحكام المسجد) (فتاویٰ دار العلوم دیو بند، رقم الفتویٰ:۲۴۶۶۸)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' الدر المختار مع الشامية '' : لو بنى فوقه بيتًا للإمام لا يضر لأنه من المصالح ، أما لو تمت المسجدية ثم أراد البناء منع ، ولو قال : عنيت ذلک لم يصدق . در مختار . وفي الشامية : قوله : (أما لو تمت المسجدية) أي بالقبول على المفتى به أو بالصلوة فيه على قولهما ، وعبارة التتارخانية : وإن كان حين بناه خلى بينه وبين الناس ثم جاء بعد ذلک يبنى لا يترک . اهـ . (۶/۴۲۸ ، مطلب في أحكام المسجد)=

....

....

....

....

=ما في " البحر الرائق " : لو بنى بيتًا على سطح المسجد لسكنى الإمام فإنه لا يضر في كونه مسجدا لأنه من المصالح ... فإن قلت : لو جعل مسجدا ثم أراد أن يبنى فوقه بيتًا للإمام أو غيره هل له ذلک ؟ قلت : قال في التتارخانية : إذا بنى مسجدا وبين غرفة وهو في يده فله ذلک ، وإن كان حين بناه خلى بينه وبين الناس ثم جاء بعد ذلک يبنى لا يتركه . (۵/ ۴۲۱ ، كتاب الوقف)

(۲) ما في " صحيح البخاري " : عن جابر بن عبد الله قال : قال النبي ﷺ : " من أكل من هذه الشجرة – يريد الثوم – فلا يغشانا في مساجدنا " . قلت : ما يعني به ؟ قال : ما أُراه ؛ يعني إلا نِيئَهُ ، وقال مَخلَد بن يزيد عن ابن جريج إلا نَتْنَهُ .

(۱/ ۱۸۸ ، كتاب الأذان ، باب ما جاء في الثوم النيء والبصل والكُرّاث ، رقم :۸۵۴)

ما في " عمدة القاري " : قلت : العلة أذى الملائكة وأذى المسلمين ..... ويلحق بما نص عليه في الحديث كل ما له رائحة كريهة من المأكولات وغيرها . (۶/ ۲۱۱)

ما في " صحيح مسلم " : عن جابر بن عبد الله عن النبي ﷺ قال : " من أكل من هذه البقلة الثوم وقال مرة : من أكل البصل والثوم والكراث فلا يقربنّ مسجدنا ، فإن الملائكة تتأذّى مما يتأذّى منه بنو آدم " . (۱/ ۲۰۹ ، كتاب المساجد ومواضع الصلاة ، باب نهي من أكل ثوما أو بصلا أو كراثا أو نحوها مما له رائحة ، رقم :۵۶۵)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : وكره تحريمًا (الوطء فوقه ، والبول التغوّط) لأنه مسجد إلى عنان السماء . (۲/ ۴۲۸ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، مطلب في أحكام المسجد) (امداد الفتاویٰ:۲/ ۶۸۵)

کسی کو مسجد میں آنے سے روکنا

مسئلہ (۱۰۱): مسجد اللہ تعالیٰ کا گھر اور مسلمانوں کے لیے عبادت گاہ ہے، کسی مسلمان کو اس میں عبادت کی خاطر آنے سے روکنا شرعاً جائز نہیں، خواہ وہ کسی بھی مسلک سے تعلق رکھتا ہو[1]، البتہ اگر کوئی شرعی وجہ ہو، اور کسی کے آنے سے مسجد میں انتشار ہو، تو اُسے مسجد میں آنے سے روکا جا سکتا ہے۔[2]

عیدگاہ کی حدود میں شادی خانہ کی تعمیر

مسئلہ (۱۰۲): اگر عیدگاہ موقوفہ ہے، تو عیدگاہ کی حدود میں شادی خانہ (میرج ھال) بنانا جائز نہیں، اس میں شادی کا نظم کرنا اور ایسی شادی میں شرکت سے احتراز لازم ہے۔[3]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ومن اظلم ممّن منع مسٰجد الله ان يذكر فيها اسمه﴾ . (سورة البقرة : ۱۱۴)

ما في " البحر الرائق " : وما تلوناه من الآية السابقة فلا يجوز لأحد مطلقًا أن يمنع مؤمنًا من عبادة يأتي بها في المسجد ، لأن المسجد ما بني إلا لها من صلاة واعتكاف وذكر شرعي وتعليم علم وتعلّمه وقراء ة قرآن . (۲/۶۰، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، فصل لما فرغ من بيان الكراهة في الصلاة الخ)

(۲) ما في " رد المحتار " : وألحق بالحديث كل من آذى الناس بلسانه ، وبه أفتى ابن عمر وهو أصل في نفي كل من يتأذى به . (۲/۴۳۵ ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها) (معارف القرآن شفیعی: ۱/ ۲۹۹، فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۱۹۸۴۸)=

مسجد کے قریب استنجاء خانہ و بیت الخلاء

مسئلہ (۱۰۳): مسجد کے قریب طہارت خانے اور بیت الخلاء نمازیوں کی سہولت کے لیے بنائے جاتے ہیں، اس واسطے نمازیوں کو چاہیے کہ اُن کا استعمال صحیح طور سے کریں، استعمال کے بعد پانی اچھی طرح بہاویں ؛ کہ اُن کی بدبو مسجد اور اُس کے آس پاس کے ماحول کو بدبودار نہ کردے، اگر ایسا نہیں کیا جاتا اور طہارت خانہ و بیت الخلاء کی وجہ سے مسجد میں بدبو آتی ہو، تو اُن کو ختم کر کے مسجد سے دور کردینا چاہیے، کیوں کہ حدیث شریف میں بدبودار چیز کھا کر مسجد میں آنے کی ممانعت آئی ہے، اور اُس سے نمازیوں اور ملائکہ دونوں کو تکلیف ہوتی ہے۔(۱)

الحجة علی ما قلنا :

=(۳) ما في " الدر المختار مع الشامیة " : شرط الواقف کنصّ الشارع .
(۶/ ۶۴۹، کتاب الوقف ، مطلب في قولهم ؛ شرط الواقف کنصّ الشارع ، النهر الفائق :۳/ ۳۲۶ ، کتاب الوقف) (فتاویٰ دار العلوم دیو بند، رقم الفتویٰ:۶۱ ۴۴۰)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " صحیح البخاري " : عن ابن عمر أن النبي ﷺ قال في غزوة خیبر : "من أکل من هذه الشجرة یعني الثوم فلا یقربنّ مسجدنا " .
(۱/ ۱۱۸ ، کتاب الأذان ، باب ما جاء في الثوم النيّ والبصل الخ)

ما في " الجامع لأحکام القرآن للقرطبی " : ومما تصان عنه المساجد وتنزه عنه الروائح الکریهة والأقوال السیئة وغیر ذلک . (۱۲/ ۲۶۷، سورة النور: ۳۶)

ما في " الدر المختار مع الشامیة " : ویحرم فیه السؤال ..... وأکل نحو ثوم .=

متولی کا مسجد کے روپیوں میں تصرف

مسئلہ (۱۰۴): بعض متولیانِ مسجد کے پاس لوگ مسجد کی مصالح اور ضروریات کے لیے چندہ دیتے ہیں، تو وہ اِن روپیوں کو اپنے استعمال میں لیتے ہیں، اور بعد میں ان کو مسجد کے کسی کام میں خرچ کرتے ہیں، متولیوں کو ایسا کرنا جائز نہیں ہے، کیوں کہ مسجدوں کے متولیان - چندہ دہندگان کے وکیل و اَمین ہیں، اُن کے لیے مسجد کے روپیوں کو اپنے استعمال میں لانا جائز نہیں ہے۔ (۱)

=در مختار . وفي الشامية : قوله : (وأكل نحو ثوم) أي كبصل ونحوه مما له رائحة كريهة للحديث الصحيح .... ولا يختص بمسجده عليه الصلاة والسلام بل الكل سواء لرواية " مساجدنا " بالجمع ، خلافًا لمن شذّ ، ويلحق بما نص عليه في الحديث كل ما له رائحة كريهة ماكولا أو غيره . (۲/۳۷۵ – ۳۷۸ ، كتاب الصلاة ، مطلب في الغرس في المسجد) (فتاویٰ دار العلوم دیو بند، رقم الفتویٰ: ۲۷۰۵۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " البحر الرائق " : وفي القنية : ولا يجوز للقيم شراء شيء من مال المسجد لنفسه ولا البيع له وإن كان فيه منفعة ظاهرة للمسجد .

ليس للمتولي إيداع مال الوقف والمسجد إلا ممن في عياله وإقراضه ، فلو أقرضه ضمن ، وكذا المستقرض . (۵/۴۰۱ ، كتاب الوقف ، بيروت)

ما في " فتاوى قاضيخان " : رجل جمع مالا من الناس لينفقه في بناء المسجد وانفق من تلك الدراهم في حاجة نفسه ثم رد بدلها في نفقة المسجد لا يسعه أن يفعل ذلك وإذا فعل إن كان يعرف صاحب المال رد الضمان عليه أو يسأله ليأذن له بانفاق الضمان في المسجد ، وإن لم يعرف صاحب المال يرفع الأمر إلى القاضي =

روزہ یا نماز کے فدیہ کی رقم مسجد میں دینا

مسئلہ (۱۰۵): مرحوم کے روزہ ونماز کے فدیہ کے طور پر جو رقم دی جاتی ہے، اس کو صدقۂ واجبہ کہتے ہیں، اس کو مسجد میں دینا درست نہیں، کیوں کہ صدقۂ واجبہ میں تملیک یعنی غریب وفقیر کو مالک بنانا ضروری ہے (۱)، جب کہ مسجد میں مالک بننے کی صلاحیت نہیں، اور جو رقم وارث اپنی ملکیت سے محض اپنے مرحوم کے ایصالِ ثواب کے لیے دیتا ہے، اس کو صدقۂ نافلہ یا عطیہ دونوں کہہ سکتے ہیں، اس کو مسجد میں دینا درست ہے۔ (۲)

=حتی یأمره بانفاق ذلک في المسجد ، فإن لم یقدر علی أن یرفع الأمر إلی القاضي قالوا : نرجو له في الاستحسان أن ینفق مثل ذلک من ماله في المسجد فیجوز ویخرج عن الوبال فیما بینه وبین الله تعالی وفي القضاء یکون ضامنًا ، فیکون ذلک دینًا علیه لصاحب المال . (۴/ ۳۰۱ ، ۳۰۲ ، کتاب الوقف ، باب الرجل یجعل داره مسجدًا أو خانًا أو سقایة أو مقبرة) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۲۷۸۳۷)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿إنما الصدقٰت للفقراء والمسٰکین والعٰملین علیها والمؤلفة قلوبهم وفي الرقاب والغٰرمین وفي سبیل الله وابن السبیل فریضة من الله﴾.

(سورة التوبة : ۶۰)

ما في " أحکام القرآن للجصاص " : الصدقة تقتضي تملیکا ...... وشروط الصدقة وقوع الملک للمتصدق علیه . (۳/ ۱۶۱ ، مطلب في المؤلفة القلوب)

ما في " البحر الرائق " : وفي اصطلاح الفقهاء ما ذکره المصنف قوله : هي تملیک المال من فقیر مسلم ..... لقوله تعالی : ﴿وآتوا الزکوة﴾ . والإیتاء هو التملیک .=

کمیشن پر مسجد یا مدرسہ کا چندہ

مسئلہ(۱۰۶): مسجد یا مدرسہ کا چندہ کمیشن پر کرنا یا کروانا - مثلاً سو روپئے چندہ ہوا، تو پچاس روپئے مسجد یا مدرسہ کا اور پچاس روپئے چندہ کرنے والے شخص کا ہوگا - اجارۂ فاسدہ ہے، اس لیے شرعاً یہ جائز نہیں، نیز پچاس فیصد یا ساٹھ فیصد یہ اجرتِ متعارَف سے زائد بھی ہے، جو مسجد یا مدرسہ کے حق میں غُبنِ فاحش ہے، جس کا اختیار مسجد کے متولی یا مدرسہ کے مہتمم کو نہیں ہے، اس لیے اس طرح چندہ کرنے یا کرانے سے بچنا ضروری ہے۔ (۱)

=(۲/۳۵۲، کتاب الزکاة، تبیین الحقائق: ۲/۱۸، کتاب الزکاة)

(۲) ما في " بدائع الصنائع ": وأما صدقة التطوع فتجوز صرفها إلی الغني لأنها تجري مجری الهبة. (۲/۴۷۶، کتاب الزکاة، مصارف الزکاة)

ما في " الموسوعة الفقهية ": واتفقوا علی أنها تحل للغني لأن صدقة التطوع کالهبة، فتصح للغني والفقیر. (۲۶/۳۳۲، التصدق علی الفقراء والأغنیاء، البحر الرائق: ۲/۴۲۷، کتاب الزکاة، باب المصرف) (فتاویٰ دار العلوم دیو بند، رقم الفتویٰ: ۱۵۶۲۱)

الحجة علی ما قلنا:

(۱) ما في " الهداية ": ولا یصح حتی تکون المنافع معلومة والأجرة معلومة لما روینا، ولأن الجهالة في المعقود علیه وفي بدله تُفضي إلی المنازعة کجهالة الثمن والمثمن في البیع. (۳/۲۷۷، کتاب الإجارات)

ما في " الدر المختار مع الشامية ": وشرطها: کون الأجرة والمنفعة معلومتین لأن جهالتهما تفضي إلی المنازعة. (۹/۷، کتاب الإجارة)

ما في " المبسوط للسرخسي ": ولو دفع الغزل إلی حائک غزلا لینسجه =

مسجد کے بیت الخلاء یا غسل خانہ کا استعمال

مسئلہ (۱۰۷): جو لوگ مسجد میں نماز، تلاوتِ قرآن اور ذکر وعبادت کے لیے آئیں، صرف اُن کے لیے مسجد کے بیت الخلاء اور غسل خانوں کا استعمال جائز ہے، باقی جو لوگ صرف استنجاء یا نہانے کے مقصد سے آتے ہیں، اُن کے لیے مسجد کے بیت الخلاء اور غسل خانوں کا استعمال شرعاً جائز نہیں۔(۱)

=بالنصف فله أجر مثله ، وكذا إذا استأجر حمارًا يحمل عليه طعامًا بقفيز منه فالإجارة فاسدة لأنه جعل الآجر بعض ما يخرج من عمله فيصير في معنى قفيز الطحان، وقد نهى النبي صلى الله عليه وسلم عنه وهو أن يستأجر ثورًا ليطحن له حنطة بقفيز من دقيقة ، وهذا أصل كبير يعرف به فساد كبير من الإجارات لا سيما في ديارنا .

(۲۸۹/۳، كتاب الإجارات ، باب الإجارة الفاسدة ، التنوير وشرحه مع الشامية : ۷۸/۹، ۷۹، باب الإجارة الفاسدة ، مطلب تحرير مهم في عدم جواز الاستئجار على التلاوة والتهليل ، ط؛ بيروت ، البحر الرائق : ۴۱/۸، كتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : ويؤجر بأجر المثل فلا يجوز بالأقل . تنوير وشرحه . وفي الشامية : قوله : (فلا يجوز بالأقل) أي لا يصح إذا كان بغبن فاحش .

(۶۰۸/۶ ، كتاب الوقف ، مطلب لا يصح إيجار الوقف بأقل من أجرة المثل إلا عن ضرورة) (فتاویٰ محمودیہ: ۱۷۸/۲۵، فتاویٰ رحیمیہ: ۳۰۲/۹، فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۰۸/۱۵، ۳۰۹، فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۲۰۹۶۶)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الشامية " : مراعاة غرض الواقفين واجبة . (۶۶۵/۶ ، كتاب الوقف ، مطلب مراعاة غرض الواقفين واجبة والعرف يَصلُح مخصّصًا)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : شرط الواقف كنصّ الشارع ؛ اتفق الفقهاء =

دینی تعلیم کے لیے حکومتی امداد

مسئلہ (۱۰۸): فی نفسہ دینی تعلیم کے مقصد سے حکومت سے اِمداد لینا جائز ہے، اور حکومت کی طرف سے ملنے والی اِمداد جس مَدّ کے لیے ہو، اسی میں صَرف کی جائے، اگر بچوں کے لیے ہے تو ان پر خرچ کی جائے، اور اگر اساتذہ کی تنخواہ کے لیے ہے تو ان کی تنخواہ میں استعمال کی جائے (۱)، لیکن ''مدارسِ عربیہ اسلامیہ'' جن کا مقصد علمِ دین کی تعلیم وترویج اور دینِ اسلام کی نشر واشاعت ہے، ان میں ہمارے اکابرین نے حکومت کی امداد لینے کو پسند نہیں فرمایا، تاکہ دینی مقاصد میں حکومت کی مُداخلت کا اِمکان نہ رہے، اس لیے اہلِ مدارس کو حکومت کی امداد لینے سے احتیاط کرنا چاہیے۔ (۲)

=علی هذه العبارة وهي أن شرط الواقف کنصّ الشارع . (۱۰/۶۲۷، الباب الخامس ، الوقف ، الفصل الرابع ، شروط الوقف ، المبحث الأول ، شروط الواقف)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۴۱۶۱۳، فتاویٰ رحیمیہ: ۹/ ۹۶، فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۴/ ۲۱۸)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في '' الدر المختار مع الشامیة '' : (التوکیل صحیح) بالکتاب والسنة (وهو إقامة الغیر مقام نفسه) ترفهًا أو عجزًا (في تصرف جائز معلوم) .

(۸/۲۱۰ – ۲۱۳ ، کتاب الوکالة)

ما في '' الفتاوی الهندیة '' : أما معناها شرعًا : فهو إقامة الإنسان غیره مقام نفسه في تصرف معلوم ...... (وأما حکمها) فمنه قیام الوکیل مقام المؤکل فیما وکله به .

(۳/۵۶۰ – ۵۶۶ ، کتاب الوکالة ، الباب الأول في بیان معناها شرعًا ورکنًا)=

تعمیرِ مسجد کے لیے حکومتی امداد

مسئلہ (۱۰۹): اگر حکومتِ وقت کسی مسجد کے تعمیری کام میں تعاوُن کرتی ہے، تو اس تعاون کو قبول کرنا شرعاً درست ہے، کیوں کہ حکومت یہ تعاون عوام سے وصول کیے ہوئے ٹیکس کی رقومات سے دیتی ہے، اور ظاہر بات ہے کہ عوام پر ٹیکس لگانا اور اسے وصول کرنا اسی مقصد سے ہوتا ہے، کہ ٹیکس کی یہ رقم مفادِ عام میں خرچ ہو، اور تعمیر مسجد مفادِ عام میں داخل ہے، لہٰذا اِس تعاون کو قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔(۱)

=ما في " الموسوعة الفقهية " : الوكيل أمين ، وذلک لأنه نائب عن المؤكل في اليد والتصرف فكانت يده كيده . (۲۸/۲۵۰)

ما في " جمهرة القواعد الفقهية " : الوكيل قائم مقام مؤكله فيما وكله به .

(۲/۹۸۸، و۲/۸۰۳ ، حرف القاف ، الفتاوى الولوالجية : ۴/۳۲۶)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۱۴۰۷۵)

(۲) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : سدّ الذرائع أصل من أصول الشريعة الإسلامية ، وحقيقته منع المباحات التي يتوصل بها إلى مفاسد أو محظورات .

(۷/۵۲۵۸ ، رقم القرار : ۹۶/۸/۹۵ ، المقاصد الشرعية : ص/۴۶)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " تفصيل عقد الفرائد بتكميل قيد الشرائد المعروف بـ [شرح منظومة ابن وهبان] " : ثم رقم للحلواني وقال : والنائبة ؛ ما يضرب السلطان على الرعية للمقاتلة لمصلحة الرعية . وقال أبو جعفر البلخي : هي ما يضرب السلطان على الرعية لمصلحة لهم . وقيل : أجرة الحارس ونحوه وأنه واجب شرعًا . =

غیر محلّہ والوں سے تعمیر مسجد کے لیے چندہ لینا

مسئلہ (۱۱۰): اگر کسی محلّہ یا بستی کے لوگ مالی اعتبار سے مضبوط ہوں، اور بآسانی اپنے صرفے سے مسجد کی تعمیر کر سکتے ہیں، تو انہیں اپنے صرفے سے ہی مسجد کی تعمیر کرنی چاہیے، کہ یہ اصلاً انہی کا حق ہے، تاہم دوسروں سے مدد وتعاون حاصل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، البتہ جو چندہ تعمیرِ مسجد کے نام پر ہو، اُسے تعمیرِ مسجد ہی میں صرف کرنا چاہیے، آرائش وزیبائش میں لگانا درست نہیں، ہاں! ایسی چیزوں میں لگا سکتے ہیں جس سے مسجد کی تعمیر کو مضبوطی وصفائی حاصل ہوتی ہو، اور ساتھ ساتھ خوبصورتی بھی آجاتی ہو، مسجد کی تزئین کاری میں حدودِ شرعیہ سے تجاوُز کرنا خواہ اپنے مال سے ہو یا غیر کے مال سے، جائز نہیں ہے۔ (۱)

=(۱/ ۸۹ ، ط : مكتبة الوقف المدني الخيري ديوبند)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : ومصرف الجزية والخراج ومال التغلبي وهديتهم للإمام وما أخذ منهم بلا حرب مصالحنا كسد ثغور وبناء قنطرة وجسر وكفاية العلماء . تنوير. وفي الشامية : قوله : (وبناء قنطرة وجسر) القنطرة ما بني على الماء للعبور .... ومثله بناء مسجد وحوض ورباط وكرى أنهار عظام غير مملوكة كنيل وجيحون . (۳۴۸/۶ ، ۳۴۹ ، كتاب الجهاد ، باب العشر والخراج والجزية ، مطلب في مصارف بيت المال ، ط : بيروت)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۱۴۵۸۸)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " عون المعبود " : عن ابن عباس قال : قال رسول الله ﷺ : " ما أمرتُ بتشييد المساجد " . قال ابن عباس : " لتُزَخرفنّها كما زخرفت اليهود والنصارى " . =

....

....

....

=(ص/ ۲۲۹ ، رقم الحدیث :۴۴۸ ، کتاب الصلاۃ ، باب في بناء المسجد ، ط : بیت الأفکار الدولیة عمان الأردن)

وفیه أیضًا : والزخرفة الزینة ، وأصل الزخرف الذهب ، ثم استعمل في کل ما یتزین به .... والمعنی أن الیهود والنصاری إنما زخرفوا المساجد عندما حرفوا وبدلوا وترکوا العمل بما في کتبهم ، یقول : فأنتم تصیرون إلی مثل حالهم إذا طلبتم الدنیا وترکتم الإخلاص في العمل ، وصار أمرکم إلی المراء اة بالمساجد والمباهاة في تشییدها وتزیینها ...... قال علي القاري : وهذا بدعة لأنه لم یفعله علیه السلام وفیه موافقة أهل الکتاب . (ص/ ۲۳۰ ، رقم :۴۴۸)

ما في " الهندیة " : ولو وقف علی عمارته یصرف إلی بنائه وتطیینه دون تزیینه .

(۲/ ۴۶۱ ، کتاب الوقف ، الباب الحادي عشر في المسجد وما یتعلق به ، الفصل الثاني في الوقف علی المسجد وتصرف القیم وغیره في مال الوقف علیه)

ما في " التنویر وشرحه مع الشامیة " : (ولا بأس بنقشه خلا محرابه بجص وماء ذهب) لو (بماله) الحلال (لا من مال الوقف) فإنه حرام (وضمن متولیه لو فعل) النقش أو البیاض ...... وإلا إذا کان لإحکام البناء . اهـ . تنویر مع الدر . وفي الشامیة : وأما من مال الوقف فلا شک أنه لا یجوز للمتولي فعله مطلقًا لعدم الفائدة فیه ، خصوصًا إذا قصد به حرمان أرباب الوظائف کما شاهدناه في زماننا .

(۲/ ۴۳۱ ، کتاب الصلاۃ ، باب ما یفسد الصلاۃ وما یکره فیها ، ط : بیروت)

وما في " الهندیة " : أما التجصیص فحسن لأنه إحکام للبناء . کذا في الاختیار شرح المختار . (۵/ ۳۱۹ ، کتاب الکراهیة ، الباب الخامس في آداب المسجد الخ)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۲۲۴۶)

مسجد میں موت کا اعلان

مسئلہ (۱۱۱): مسجد میں کسی کی موت کا اعلان کرنا تاکہ لوگ اُس کے جنازہ میں شرکت کریں، شرعاً جائز ہے، پیغمبر ﷺ نے شاہ نجاشی کی موت کا اعلان مسجد میں فرمایا تھا۔ (۱)

مسجد کی بجلی پڑوسی کو دینا

مسئلہ (۱۱۲): کبھی مسجد کے ذمہ داران، مسجد کی بجلی پڑوس میں کسی رہنے والے کو دیتے ہیں، اوراس سے بجلی بل بھی لیتے ہیں، تو اُن کا یہ عمل اس وقت جائز ہوگا جب کہ حکومت کی طرف سے اس طرح کسی کو لائٹ دینے اوراس پر اجرت

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن جابر رضي الله عنه قال : قال النبي ﷺ حين مات النجاشي : " مات اليومَ رجل صالح فقوموا فصلّوا على أخيكم أصحمةَ " .

(ص/٦٨٥ ، رقم الحديث :٣٨٧٧ ، كتاب مناقب الأنصار ، باب موت النجاشي ، ط: احياء التراث العربي)

ما في " عمدة القاري " : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه ، أن رسول الله ﷺ نعى النجاشي في اليوم الذي مات فيه ، خرج إلى المصلى فصفّ بهم وكبّر أربعًا" .

(٢٦/٨ ، رقم : ١٢٤٥ ، كتاب الجنائز ، باب الرجل ينعَى إلى أهل الميت بنفسه)

وفيه أيضًا : فيه إباحة النعي ؛ وهو أن ينادي في الناس أن فلانًا مات ليشهدوا جنازته .... لأن النبي ﷺ أخبر بموته في المسجد ثم خرج بالمسلمين إلى المصلى . (٢٨/٨ ، تحت رقم :١٢٤٥) (فتاویٰ فریدیہ:۱/۵۹۱)

لینے کی اجازت ہو، اور یہ اجازت جن شرطوں کے ساتھ مشروع ہے، اس کا پاس ولحاظ بھی رکھا جائے، اگر حکومت کی طرف سے اس کی اجازت نہیں ہے، یا جن شرطوں کے ساتھ یہ اجازت مشروط ہے، ان کا پاس ولحاظ نہیں کیا جاتا، تو مسجد کی بجلی دوسروں کو کرایہ پر دینا جائز نہیں ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : وإذا استأجر دارًا وقبضها ثم آجرها فإنه يجوز إن آجرها بمثل ما استأجرها أو أقل ، وإن آجرها بأكثر مما استأجرها فهي جائزة أيضًا إلا أنه إن كانت الأجرة الثانية من جنس الأجرة الأولى فإن الزيادة لا تطيب له ويتصدق بها .

وفيه : ومن استأجر شيئًا فإن كان منقولا فإنه لا يجوز له أن يؤاجره قبل القبض ، وإن كان غير منقول فأراد أن يؤاجره قبل القبض فعند أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله تعالى يجوز ، وعند محمد رحمه الله تعالى لا يجوز كما في البيع .

(۴/۴۲۵ ، كتاب الإجارة ، الباب السابع في إجارة المستأجر)

ما في " الموسوعة الفقهية " : يتفق الفقهاء على أن المستأجر يلزمه أن يتبع في استعمال العين ما أعدت له مع التقيد بما شرط في العقد ، أو بما هو متعارف ، إذا لم يوجد شرط ، وله أن يستوفي المنفعة المعقود عليها أو ما دونها من ناحية استهلاک العين والانتفاع بها ، وليس له أن ينتفع منها بأكثر مما هو متفق عليه .... وإن استأجرها الدابة لركوبه الخاص فليس له أن يتخذها لغير ذلک . (۱/۲۷۰ ، إجارة ، استعمال العين حسب الشرط أو العرف والمحافظة عليها)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۴۲۸۴۰)

آبادی کی منتقلی کے وقت مسجد کو ملنے والی رقم کا استعمال

مسئلہ (۱۱۳): اگر کسی علاقے میں حکومتِ وقت کوئی ڈیم تعمیر کررہی ہو، جس کے لیے وہ اطراف واَکناف کی اُن آبادیوں کو جوزیرآب کے دائرہ میں آرہی ہیں، کسی اور جگہ منتقل کررہی ہو، اور اُن آبادیوں میں رہنے والوں کو ان کے مکانات وجائداد کے عوض زمینیں اور نقد رقم بطورِ معاوضہ دے رہی ہو، اسی طرح وہ مساجد اور قبرستان کے عوض زمین اور اُن کی تعمیری لاگت کے بقدر نقد رقم دے رہی ہو، تو اس زمین اور نقد رقم کا لینا جائز ہے، اور جو زمین ورقم جس کے عوض ملی، اُسے اسی مصرف میں صرف واستعمال کرنا لازم ہے، یعنی مساجد کو ملنے والی زمین اور نقد رقم مساجد میں، اور قبرستان کو ملنے والی زمین اور نقد رقم قبرستان میں استعمال کی جائے گی۔(۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : لا یجوز استبدال العامر إلی في أربع . در مختار . وفي الشامیة : قوله : (إلا في أربع) .... الثانیة : إذا غصبه غاصب وأجری علیه الماء حتی صار بحرًا فیضمن القیمة ویشتري المتولي بها أرضًا بدلا .

(۶/۵۸۸ ، کتاب الوقف ، مطلب لا یستبدل العامر إلا في أربع ، ط : بیروت)

ما في " الموسوعة الفقهیة " : فإن أرض الوقف إذا غصبها غاصب وأجری علیها الماء حتی صارت بحرًا لا تصلح للزراعة یضمن قیمتها ویشتري بقیمتها أرضًا أخری فتکون الثانیة وقفًا علی شرط الأولی ، وکذلک أرض الوقف إذا قلّ نُزُلها (رَیعُها) لآفة وصارت بحیث لا تصلح للزراعة أو لا تفضل غلّتها عن مؤنها یکون صلاح =

کاروباری اشتہار والے کیلنڈر مسجد میں لگانا

مسئلہ (۱۱۴): رمضان المبارک کے قریب آتے ہی مختلف ادارے اور کاروباری لوگ اوقاتِ سحر وافطار کے کیلنڈر چھپوانا شروع کردیتے ہیں، اور اپنے اپنے کاروبار کی تشہیر کے اشتہار نمایاں انداز میں دے دیتے ہیں، اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ ان کے کاروبار کی تشہیر ہو، تو اِس طرح کے کیلنڈروں کو مساجد میں آویزاں کرنے سے احتراز مناسب ہے، کیوں کہ مساجد کاروبار اور اس کی تشہیر کی جگہ نہیں ہے۔ (۱)

=الوقف في الاستبدال بأرض أخری . (۱۹۵/۴۴ ، بیع الموقوف والاستبدال به ، الاستبدال بالموقوف عند الحنفية ، وقف)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : ومتی قضی بالقیمة شری بها عقارًا آخر فتكون وقفًا بدل الأول . در مختار . وفي الشامية : قوله : (ومتی قضی بالقیمة) أي بأن غصب أرضًا وأجری علیها الماء حتی صارت بحرًا لا تصلح للزراعة . اسعاف . وقدمنا عن جامع الفصولین : لو غصب وقفًا فنقص مما یؤخذ بنقصه یصرف إلی مرمته لا إلی أهل الوقف ، لأنه بدل الرقبة ، وحقهم في الغلة لا في الرقبة . اهـ . قوله : (فیكون وقفًا بدل الأول) أي بلا توقف علی تلفظ بوقف كما في " معین المفتي " وغیره . كذا في " شرح الملتقی " . (۴۸۲/۶ ، الوقف ، مطلب سكن المشتري دار الوقف ، ط : بیروت) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۱۱۹۶۹)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " سنن ابن ماجة ": عن واثلة بن الأسقع أن النبي ﷺ قال :"جنبوا مساجدكم صبیانكم ومجانینكم وشرائكم وبیعكم وخصوماتكم " .=

تعمیر مسجد کے وقت اذان وجماعت

مسئلہ(۱۱۵): اگرکسی مسجد کو دوبارہ تعمیر کیا جارہا ہو، تو تعمیر میں ایسا طریقۂ کار اختیار کرنا چاہیے کہ مسجد میں اذان وجماعت کا نظام جاری ہے، اور تعمیری کام بھی ہوتا رہے، اگرتعمیری کام کی وجہ سے کل نمازیوں کے نماز باجماعت پڑھنے کی صورت نہ ہوسکے، تو کچھ نمازی باجماعت اُسی مسجد میں نماز پڑھ لیں، اور بقیہ نمازی دوسری مسجد میں چلے جایا کریں، اگردوسری مسجد نہ ہو، یا ہومگر بہت دور ہوکہ عامۃً نمازیوں کو وہاں پہنچنے میں دشواری ہو، تو مسجد سے قریب کسی خالی جگہ جماعت سے نماز ادا کی جاسکتی ہے، اوراس جماعت کے لیے مسجد کی اذان کافی ہوجائے گی، دوسری اذان کی ضرورت نہیں۔ (۱)

=(ص/۵۴ ، باب ما یکرہ في المساجد)

ما في " الجامع لأحکام القرآن للقرطبي " : وتصان المساجد أیضاً عن البیع والشراء وجمیع الأشغال ، لقوله ﷺ للرجل الذی دعا إلی الجمل الأحمر : " لا وجدت إنما بنیت المساجد لما بنیت له ". وھذا یدل علی أن الأصل ألا یعمل فی المسجد غیر الصلوات والأذکار وقراء ة القرآن . (۱۲/ ۲۶۹ ، سورۃ النور :۱۱۳)

ما في " الھندیة " : ذکر الفقیه رحمه الله تعالی في التنبیه حرمة المسجد خمسة عشر : .... والثالث : أن لا یشتری ولا یبیع .

(۵/ ۳۲۱ ، الباب الخامس في آداب المسجد والقبلة الخ)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۱۶۰۰۹)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " الموسوعة الفقھیة " : إذا اقتصر علی أذان الحيّ وإقامته أجزأہ=

مسجد کے احاطے میں درخت لگانا

مسئلہ (۱۱۶): مسجد کے احاطے میں درخت لگانے سے اگر مسجد اور نمازیوں کا کوئی نقصان نہ ہو، یعنی جگہ وغیرہ تنگ نہ پڑے، تو پھران درختوں کے لگانے میں کوئی حرج نہیں، اوراس سے جومنافع حاصل ہوتے ہیں، انہیں مسجد اور مسجد سے متعلق کاموں میں لگانا چاہیے، کہیں اورخرچ کرنا درست نہیں۔ (۱)

= لما روي أن عبد الله بن مسعود " صلى بعلقمة والأسود بغير أذان ولا إقامة ، وقال : يكفينا أذان الحي وإقامتهم " . (۱۳/۲ ، إقامة ، بدائع الصنائع : ۴۱۶/۱ ، ۴۱۷ ، ط: العاصمة ، الدر المختار مع الشامية : ۲۶۴/۱ ، ۲۶۵ ، احياء التراث العربي)

ما في " المصنف لعبد الرزاق " : عبد الرزاق عن الثوري عن الأعمش عن إبراهيم عن علقمة " أن عبد الله صلى بعلقمة والأسود " . (۴۰۹/۲ ، رقم الأثر : ۳۸۸۴)

وفيه : عب الرزاق عن معمر عن حماد عن إبراهيم أن علقمة والأسود أقبلا مع ابن مسعود إلى مسجد فاستقبلهم الناس قد صلّوا ، فرفع بهما إلى البيت ، فجعل أحدهما عن يمينه والآخر عن شماله ثم صلّى بهما " . (۴۰۹/۲ ، رقم الأثر :۳۸۸۳ ، باب الرجل يؤم الرجلين والمرأة ، ط: مجلس علمي و دار السلفية)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۱۲۱۱۱، فتاویٰ رحیمیہ :۱۵۴/۹)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : قال في الخلاصة : غرس الأشجار في المسجد لا بأس به إذا كان فيه نفع للمسجد ، بأن كان المسجد ذا نزّ والاسطوانات لا تستقر بدونها ، وبدون هذا لا يجوز ، وفي الهندية عن الغرائب : إن كان لنفع الناس بظله ، ولا يضيق على الناس ، ولا يفرق الصفوف لا بأس به ، وإن كان لنفع نفسه بورقه أو ثمره أو يفرق الصفوف ، أو كان في موضع تقع به المشابهة بين البيعة والمسجد يكره . =

....

....

....

=هذا وقد رأيت رسالة للعلامة ابن أمير حاج بخطه بغراس ا لمسجد الأقصى رد فيها على من أفتى بجوازه فيه ، أخذاً من قولهم : " لو غرس شجرة للمسجد فثمرتها للمسجد" فرد عليه بأنه لا يلزم من ذلک حل الغرس إلا للعذر المذكور ، لأن فيه شغل ما أعد للصلاة ونحوها . وإن كان المسجد واسعًا أو كان في الغرس نفع بثمرته . (۲/۴۳۵ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، مطلب في الغرس في المسجد ، الفتاوى الهندية :۵/ ۳۲۱ ، كتاب الكراهية ، الباب الخامس في آداب المسجد والقبلة والمصحف الخ)

ما في " البحر الرائق " : ويكره غرس الأشجار في المسجد لأنه يشبه البيعة إلا أن يكون به نفع للمسجد كأن يكون ذا نزّ أو اسطوانية لا تستقر فيغرس ليجذب عروق الأشجار ذلک النزّ فحينئذ يجوز وإلا فلا ، وإنما جوز مشايخنا في المسجد الجامع ببخارى لما فيه من الحاجة .

(۲/ ۶۲ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، تحت قوله : والوطء فوقه والبول والتخلي ، الفتاوى الهندية : ۱/ ۱۱۰ ، الباب السابع فيما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، فصل كره غلق باب المسجد ، خلاصة الفتاوى : ۱/ ۲۲۸ ، كتاب الصلاة ، الفصل السادس والعشرون في المسجد وما يتصل به)

(۲) ما في " الفتاوى الهندية " : وإذا غرس شجرًا في المسجد فالشجر للمسجد . (۲/ ۴۷۴ ، كتاب الوقف ، الباب الثاني عشر في الرباطات والمقابر والخانات الخ ، خلاصة الفتاوى : ۴/ ۴۲۰ ، كتاب الوقف ، نوع منه ؛ رجل قال في مرضه الخ)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۱۰۳۱۳)

کتاب الزکوۃ

زکوۃ کے مسائل

رقم کی بجائے فقیر کے موبائل میں بیلنس ڈالنا

مسئلہ (۱۱۷): اگر کوئی شخص اپنی زکوۃ کی رقم فقیر کو نہ دیتے ہوئے، فقیر کے موبائل میں بیلنس ڈال دے، تو اس کی زکوۃ ادا نہیں ہوگی، کیوں کہ بیلنس کی شکل میں فقیر کو جو کچھ ملا وہ درحقیقت کمپنی کے نیٹ ورک کے استعمال کی ایک محدود ومتعین اجازت واستحقاق ہے، جو روپیوں پیسوں کی تعداد کی شکل میں ظاہر کیا جاتا ہے، یعنی فقیر کو ایک محدود منفعت فراہم کی گئی، یہ عینِ مال کے قبیل کی کوئی چیز نہیں ہے کہ اسے مال قرار دیا جائے، حالانکہ زکوۃ کی ادائیگی صحیح ہونے کے لیے مستحقِ زکوۃ کو مال کے قبیل کی کسی چیز کا مالک بنانا ضروری ہے، اور وہ اس صورت میں نہیں پایا گیا، لہٰذا زکوۃ ادا نہیں ہوگی۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : وشرعًا (تمليك جزء مال) خرج المنفعة فلو أسكن فقيرا دارا سنة ناويا لا يجزيه . (۳/ ۱۷۱، ۱۷۲، كتاب الزكاة)

ما في " البحر الرائق " : (هي تمليك المال من فقير مسلم الخ) والإيتاء هو التمليك ومراده تمليك جزء من ماله وهو ربع العشر أو ما يقوم مقامه .... قال في الكشف الكبير في بحث القدرة الميسرة : الزكاة لا تتأدى الزكاة إلا بتمليك عين متقومة حتى لو أسكن الفقير داره سنة بنية الزكاة لا يجزئه لأن المنفعة ليست بعين متقومة . (۲/ ۳۵۲، ۳۵۳ ، كتاب الزكاة) (فتاوىٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۵۰۱۸۹)

باب الاعتکاف

اعتکاف کے مسائل

زنجیری اعتکاف

مسئلہ (۱۱۸): رمضان المبارک کے اخیر عشرہ میں ہر مسجد میں کم از کم ایک آدمی کا مکمل دس دن کا اعتکاف سنتِ مؤکدہ علی الکفایہ ہے (۱)، لہٰذا کسی مسجد میں کئی آدمی مل کر دس دن کا اعتکاف اس طرح مکمل کریں کہ: ایک آدمی پانچ دن، دوسرا تین دن، اور تیسرا دو دن اعتکاف میں بیٹھے، تو اس سے اہلِ مسجد کا ذمہ ساقط نہ ہوگا، اور سب اہلِ محلّہ گنہگار ہوں گے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخارى " : عن عائشة رضى الله تعالى عنها زوج النبي ﷺ قالت : " إن النبي ﷺ كان يعتكف العشر الأواخر من رمضان حتى توفاه الله تعالى ثم اعتكف أزواجه من بعده " . (۱/ ۲۷۱، كتاب الاعتكاف ، باب الاعتكاف في العشر الأواخر ، رقم الحديث : ۲۰۲۶ ، قديمى)

ما في " عمدة القارى " : وفيه : استحباب الاعتكاف في العشر الأواخر من شهر رمضان ، وهو مجمع عليه استحبابا مؤكدًا في حق الرجال .... وقال ابن بطال : مواظبته ﷺ على الاعتكاف تدل على أنه من السنن المؤكدة . قلت : قاعدة أصحابنا ؛ أن مواظبته ﷺ على عمل يدل على الوجوب ، والسنة المؤكدة في قوة الواجب . (۱۱/ ۲۰۴ – ۲۲۳، تحت رقم الحديث : ۲۰۲۶– ۲۰۴۴)

ما في " مرقاة المفاتيح " : وقال صاحب الهداية : انه سنة مؤكدة ، قال ابن =

....

....

=الهمام : والحق خلاف كل من الاطلاقين وهو أن يقال : الاعتكاف ينقسم إلى واجب وهو المنذور تنجيزًا أو تعليقًا ، وإلى سنة مؤكدة أي وهو اعتكاف العشر الأواخر من رمضان، وإلى مستحب وهو ما سواهما . (۵۲۳/۴، باب الاعتكاف ، الفصل الأول)

ما في " الهداية " : قال : الاعتكاف مستحب ، والصحيح أنه سنة مؤكدة ، لأن النبي ﷺ واظب عليه في العشر الأواخر من رمضان والمواظبة دليل السنة .

وفي هامش الهداية : والصحيح الذي عليه جمهور الفقهاء ، هو انه سنة مؤكدة في العشر الأواخر من رمضان على سبيل الاستيعاب كفاية على أهل كل بلدة ، وقد أوضحت كل ذلك في رسالتي " الانصاف في باب الاعتكاف " .

(۲۲۹/۱، باب الاعتكاف ، رقم الهامش :۴)

ما في " عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية " : هو سنة مؤكدة كفاية إذا قام بها البعض سقط عن الآخرين . (۲۵۵/۱، باب الاعتكاف ، رقم الهامش : ۱)

ما في " رد المحتار " : والصحيح أنه سنة مؤكدة ، لأن النبي ﷺ واظب عليه في العشر الأواخر من رمضان ، والمواظبة دليل السنة . اهـ : من أن المواظبة بلا ترك دليل الوجوب ، والجواب كما في العناية أنه عليه الصلاة والسلام لم ينكر على من تركه واجبًا لأنكر . اهـ . وحاصله : أن المواظبة إنما تفيد الوجوب إذا اقترنت بالإنكار على التارك . (۴۳۱/۳ ، كتاب الصوم ، باب الاعتكاف ، بيروت)

(۲) ما في " رد المحتار " : وإن كان المسنون هو اعتكاف العشر بتمامه . تأمل .

(۳۸۷/۳ ، باب الاعتكاف)

ما في " جامع الرموز " : وقيل : سنة على الكفاية حتى لو ترك في بلدة لأساؤا .

(ص/۱۶۴ ، بحواله فتاویٰ دار العلوم: ۵۱۲/۶)

(فتاویٰ حقانیہ:۲۰۶/۴، کتاب الفتاویٰ:۴۵۲،۴۵۱/۳)

جنازہ میں شرکت کے لیے مسنون اعتکاف توڑنا

مسئلہ (۱۱۹): اگر کوئی شخص رمضان المبارک کے عشرۂ اخیر کے مسنون اعتکاف میں بیٹھا ہوا تھا، اور اس کے کسی عزیز قریب کا انتقال ہوگیا، تو اسے چاہیے کہ اس کی تدفین میں شرکت کے لیے مسنون اعتکاف کو نہ توڑے، اعتکاف میں بیٹھا رہے، اور وہیں سے اپنے اس عزیز قریب کے لیے ایصالِ ثواب اور دعاء مغفرت کرتا رہے، کیوں کہ تدفین میں شریک ہونا امرِ مستحب ہے، اور اعتکاف میں بیٹھنا مسنون ہے، اور مستحب کام کے لیے سنتِ مؤکدہ کو توڑ دینا درست نہیں۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في '' الفتاوی التاتارخانیة '' : ولا یخرج لأکله وشربه ولا لعیادة المریض ولا لصلاة الجنازة . (۲/۱۳۴، کتاب الصوم ، الفصل الثاني عشر في الاعتکاف ، الفتاوی الهندیة : ۱/۲۱۲ ، کتاب الصوم ، الباب السابع في الاعتکاف وأما مفسداته)

ما في '' عون المعبود '' : وقال أبو حنیفة وأصحابه : لیس ینبغي للمعتکف أن یخرج من المسجد لحاجة ما خلی الجمعة والغائط والبول ، فأما سوی ذلک من عیادة مریض وشهود جنازة فلا یخرج له . (ص/۱۰۷۸ ، کتاب الصیام ، باب المعتکف یدخل البیت لحاجة ، تحت رقم الحدیث :۲۴۶۷)

ما في '' رد المحتار '' : وعلی هذا یفید لولا عادة مریض أو شهود جنازة وإن تعینت علیه . (۳/۴۳۸ ، کتاب الصوم ، باب الاعتکاف ، تبیین الحقائق :۲/۲۲۸، کتاب الصوم ، باب الاعتکاف)

ما في '' الفتاوی الولوالجیة '' : ولا یخرج لأکل ولا شرب أو نوم أو لعیادة مریض=

کتاب الحج

حج کے مسائل

مالدار شخص تنگدست ہوگیا

مسئلہ (۱۲۰): اگر کسی شخص پر حج فرض ہوگیا، پھر بھی اُس نے حج نہ کیا، پھر حالت بدل گئی، اور وہ تنگدست ہوگیا، تو تنگدست ہوجانے سے حج کی فرضیت ساقط نہیں ہوگی، بلکہ علیٰ حالہ برقرار رہے گی، ایسا شخص استطاعت کا انتظار کرے، اگر موت تک استطاعت حاصل ہوجائے، تو حج کرلے، ورنہ موت کے وقت حجِ بدل کی وصیت کرجائے، پھر تہائی ترکہ سے جہاں سے بھی حجِ بدل ہوسکتا ہو، وہاں سے اُس کی جانب سے حجِ بدل کرادیا جائے۔(۱)

= أو لصلاة الجنازة ، لأن الأكل والشرب يمكن في المسجد ، وعيادة مريض فضل ، وصلاة الجنازة فرض كفاية ، فيسقط إذا قام به الغير . (۱/ ۲۴۱ ، كتاب الصوم ، الفصل الرابع في الاعتكاف وصدقة الفطر) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۹۵ـ۴۸۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " فتح القدير " : بخلاف ما لو ملكه مسلما فلم يحج حتى افتقر حيث يتقر الحج في ذمته دينًا عليه . (۲/ ۴۱۵ ، كتاب الحج ، رد المحتار: ۳/ ۴۵۶ ، كتاب الحج ، الفتاوى الهندية : ۱/ ۲۱۷ ، كتاب المناسک ، الباب الأول)

ما في " الفتاوى التاتارخانية " : إذا أوصى بأن يحج عنه وهو في منزله إن بين مكانا يحج عنه من ذلک المكان بالإجماع ، فإن لم يبين مكانًا يحج عنه من وطنه عند علمائنا رحمهم الله ، وهذا إذا كان ثلث ماله يكفى للحج من وطنه ، فأما إذا كان=

مُحرم کے بال خود بخود ٹوٹ جائے

مسئلہ (۱۲۱): اگر مُحرم کے وضو یا غسل کے دوران کچھ بال خود بخود ٹوٹ جائے، تو ہر تین بال کے بدلے میں ایک مُٹھی غلہ یعنی گیہوں یا چاول صدقہ کرنا ہوگا، البتہ چاول دینا افضل ہے[1]، اور یہ صدقہ حدودِ حرم میں موجود فقراء کو دینا لازم نہیں، کسی اور جگہ کے فقراء کو بھی دیا جا سکتا ہے۔[2]

= لا يكفى لذلك ، فإنه يحج عنه من حيث يمكن الاحجاج عنه بثلثه .

(۲/ ۲۲۶ ، الفصل السادس عشر في الوصية بالحج)

ما في " الشامية " : الحادي عشر : أن يحج عنه من وطنه إن اتسع الثلث ، وإلا فمن حيث يبلغ كما سيأتي بيانه . (۴/ ۱۷ ، باب الحج عن الغير ، مطلب شروط الحج عن الغير عشرون) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۴۶۳۸۳، فتاویٰ حقانیہ: ۴/ ۲۱۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " البحر العميق " : وعن محمد رحمه الله تعالى : لو سقط من رأسه أو لحيته عند وضوئه ثلاث شعرات ، فعليه كف من طعام . (۲/ ۸۵۳ ، الفصل الثالث ، إزالة الشعر ، إرشاد الساری : ص/ ۴۶۴ ، فصل في سقوط الشعر)

(۲) ما في " إرشاد الساری " : ولا تختص الصدقة بزمان ولا مكان . (ص/ ۵۶۵)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۴۶۳۳۲)

بحالتِ احرام ویکس (Vicks) کا استعمال

مسئلہ (۱۲۲): ویکس (Vicks) اور دیپ ہیٹ (Deep Heat) نامی دوائیں جن میں تیز بُو ہوتی ہے، اور 52 فی صد کافور بھی ملا ہوتا ہے، اُن کا استعمال احرام کی حالت میں صحیح نہیں ہے، اگر مُحرم نے ایک عضو یا اُس کے بقدر استعمال کیا، تو اُس پر دَم یعنی ایک بکری کا ذبح کرنا لازم ہوگا، اور اگر ایک عضو سے کم استعمال کیا، تو صدقہ یعنی نصف صاع (ایک کلو پانچ سو نوے گرام) گیہوں کا صدقہ کرنا لازم ہوگا۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " شرح لباب المناسک مع إرشاد الساری " : ولو تداوی بالطيب أي المحض الخالص أو بدواء فيه طيب أي غالب ولم يكن مطبوخًا فالتصق أي الدواء على جراحته تصدق أي إذا كان موضع الجراحة لم يستوعب عضوًا أو أكثر ، إلا أن يفعل ذلک مرارًا فيلزمه دم ، لأن كثرة الفعل قامت مقام كثرة الطيب .

(ص/۳۵۳، فصل في التداوي بالطيب ، ط ؛ بيروت ، ومثله في غنية الناسک في بغية المناسک :ص/۱۳۳ ، مطلب في التداوي بالطيب ، ط؛ إدارة القرآن كراتشی)

ما في " الفتاوى الهندية " : فإذا استعمل الطيب فإن كان كثيرًا فاحشًا ففيه الدم ، وإن كان قليلا ففيه الصدقة ...... حتى لو تطيب به عضوًا كاملا يكون كثيرًا يلزمه دم وفيما دونه صدقة . (۱/ ۲۴۰) (فتاویٰ دارالعلوم زکریا:۳/ ۴۳۹)

بحالتِ احرام روغنِ زیتون یا ناریل کا استعمال

مسئلہ (۱۲۳): احرام کی حالت میں اگر مُحرم نے ناریل تیل (Coconut Oil) یا روغنِ زیتون بطورِ علاج استعمال کیا، تو کوئی کفارہ لازم نہیں ہوگا(۱)، اور اگر بغیر علاج کے کامل عضو پر استعمال کیا، تو دَم یعنی ایک بکری کا ذبح کرنا لازم ہوگا، اور اگر عضو سے کم ہو، تو صدقہ، یعنی نصف صاع (ایک کلو پانچ سو نوے گرام) گیہوں کا صدقہ کرنا لازم ہوگا۔(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " غنية الناسک " : أما إذا استعملها على وجه التداوي أو الأكل فلا شيء عليه بالإجماع . (ص/۱۳۳ ، مطلب في الادهان ، ط؛ إدارة القرآن كراتشی)

ما في " لباب المناسک مع شرحه " : وأما إذا استعمله على وجه التداوي أو الأكل فلا شيء عليه أي اتفاقًا . انتهى . (ص/۳۵۹ ، فصل الدهن ، ط؛ بيروت)

(۲) ما في " شرح لباب المناسک مع إرشاد الساری " : ولو ادهن أي بدهن مطيب وهو ما ألقى فيه الأنوار كدهن البنفسج والورد والياسمين وألبان والخيرى ، والظاهر أن هذه الأشياء لها دهن مأخوذ منها ، فيكون غير ما ألقى فيه الأنوار ، فإنه نوع آخر من الدهن المطيب ، والمقصود أنها وسائر الأدهان التي فيها طيب إذا استعمل به عضوًا كاملا على ما في البدائع فعليه دم أي اتفاقًا ، وفي الأقل من عضو صدقة . (ص/۳۵۹ ، فصل في الدهن ، بيروت)

ما في " الهندية " : فإذا استعمل الطيب فإن كان كثيرًا فاحشًا ففيه الدم ، وإن كان قليلا ففيه الصدقة . كذا في المحيط .... حتى لو طيب به عضوًا كاملا يكون كثيرًا يلزمه دم وفيما دونه صدقة . (۱/۲۴۰ ، كذا في البدائع :۲/۱۹۰ ، ط؛ سعيد ، زبدة المناسک :ص/۳۴۸ بحواله فتاوى دار العلوم زكريا) (فتاویٰ دارالعلوم زکریا:۳/۴۴۱، ۴۴۲)

مصنوعی بال والے کے لیے احرام سے نکلنے کی صورت

مسئلہ (۱۲۴): حالتِ احرام سے نکلنے پر مَردوں کے لیے اگرچہ حلق یعنی اُسترے سے بالوں کا مونڈھنا اور صاف کرنا افضل ہے، تاہم اگر کسی شخص نے اپنے سر پر مصنوعی بال لگوائے ہو، تو وہ بجائے صاف کرنے کے صرف قصر کرلے، اِس طور پر کہ پورے سر کے بالوں کو قینچی سے چھوٹا کروالے، تو اس کی بھی اجازت ہے، اور اگر مصنوعی بال والا حصہ بمقابلہ چوتھائی سر کے برابر یا اس سے کم ہو، تو اس صورت میں اس حصہ کے علاوہ بقیہ سر کے بال مونڈھالے، یا چھوٹے کروالے، تو اس صورت میں بھی وہ احرام سے نکل جائیگا، مگر اس کا یہ عمل کراہت سے خالی نہیں، اس لیے پہلی دو صورتوں (پورے بالوں کا حلق کرنا، یا پورے بالوں کو قینچی وغیرہ سے چھوٹا کروانا) میں سے کسی ایک صورت کو اختیار کرنا زیادہ بہتر ہے۔(۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : قوله : (وحلقه أفضل) أي هو مسنون ، وهذا في حق الرجل ، ویکره للمرأة .... وأشار إلی أنه لو اقتصر علی حلق الربع جاز کما في التقصیر ، لکن مع الکراهة لترکه السنة ، فإن السنة حلق جمیع الرأس أو تقصیر جمیعه کما في شرح اللباب والقهستاني . (۳/۵۳۵، کتاب الحج ، مطلب في رمي جمرة العقبة)

ما في " بدائع الصنائع " : فأما الحلق فالأفضل حلق جمیع الرأس لقوله عز وجل : ﴿محلّقین رء وسکم﴾ . والرأس اسم للجمیع ، وکذا روی – أن رسول الله ﷺ حلق جمیع رأسه – .... ولو حلق بعض الرأس فإن حلق أقل من الربع لم یجزه ،=

مزدلفہ سے کنکریاں اُٹھانا بھول گیا

مسئلہ (۱۲۵): اگر کوئی شخص مزدلفہ سے رمی کے لیے کنکریاں اُٹھانا بھول گیا، تو منیٰ سے بھی اُٹھا سکتا ہے، اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہوگی، کیوں کہ مزدلفہ سے کنکریاں اُٹھانا حج کے مستحبات میں سے ہے، البتہ جمرات کے قریب سے اُٹھانے کو فقہاء نے مکروہ لکھا ہے۔ (۱)

=وإن حلق ربع الرأس أجزأه ويكره ..... فلأن المسنون هو حلق جميع الرأس لما ذكرنا ، وترك المسنون مكروه . (۲/۳۳۰ ، كتاب الحج ، فصل وأما الحلق أو القصر)

ما في " الهندية " : ثم يحلق أو يقصر والحلق أفضل . كذا في شرح الطحاوي .

(۱/۲۳۱ ، الباب الخامس في كيفية أداء الحج) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ: ۹۸،۱۳۸)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : قوله : (ويكره أخذها من عند الجمرة) وما هي إلا كراهة تنزيهية . فتح . أشار إلى أنه يجوز أخذها من أي موضع سواء ، وفي اللباب : يستحب أن يرفع من مزدلفة سبع حصيات ويرمى بها جمرة العقبة ، وإن رفع من المزدلفة سبعين أو من الطريق فهو جائز ، وقيل مستحب .

(۵۳۳/۳ ، كتاب الحج ، مطلب في رمي جمرة العقبة)

ما في " شرح لباب المناسك " : يستحب أن يرفع من المزدلفة بسبع حصبات مثل النواة أو الباقلاء وهو المختار .... ويجوز أخذها من كل موضع أي بلا كراهة إلا من عند الجمرة ، أي فإنه مكروه لأن جمراتها الموجودة علامة أنها المردودة ، فإن المقبولة منها ترفع لتثقيل ميزان صاحبها ، إلا أنه لو فعل ذلك جاز وكره ..... والمسجد أي مسجد الخيف وغيره فإن حصى المسجد صار محترمًا يكره إخراجه خصوصًا بقصد ابتذاله ومكان نجس فإن فعل جاز وكره . =

دوسرے کی طرف سے عمرہ

مسئلہ (۱۲۶): بعض لوگ حج یا عمرہ کے لیے جاتے ہیں، تو وہاں جا کر اپنے دوست واحباب کے لیے عمرہ کرتے ہیں، ان کا یہ عمل شرعاً درست ہے، البتہ دوسروں کی طرف سے عمرہ کرنے کی صورت میں انہیں چاہیے کہ احرام باندھتے وقت ان کی طرف سے احرام باندھنے کی نیت کریں، اور تلبیہ بھی ان کی طرف سے پڑھیں۔(۱)

=(ص/۲۴۵، فصل في رفع الحصی ، ط؛ بیروت ، غنیة الناسک :ص/۹۰، فصل في إضافة من المشعر ودفع الحصی من مزدلفة)

ما في " نور الإیضاح " : ویستحب أخذ الجمار من المزدلفة أو من الطریق ، ویکره من الذي عند الجمرة . (ص/۱۷۷، فصل في کیفیة ترکیب أفعال الحج)

(فتاویٰ دارالعلوم زکریا:۳/۳۸۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " التنویر وشرحه مع الشامیة " : وبشرط نیة الحج عنه أي عن الآمر فیقول : أحرمت عن فلان ولبیت عن فلان . (۴/۱۵، باب الحج عن الغیر ، مطلب في الفرق بین العبادة والقربة والطاعة ، مجمع الأنهر: ۱/۴۵۶ ، باب الحج عن الغیر)

ما في " رد المحتار " : وأحکام إحرامها کإحرام الحج من جمیع الوجوه ، وکذا حکم فرائضها وواجباتها وسننها ومحرماتها ومفسدها ومکروهاتها وإحصارها وجمعها : أي بین عمرتین ، وإضافتها : أي إلی غیرها في النیة ورفضها کحکمها في الحج . (۳/۴۷۶ ، کتاب الحج ، مطلب أحکام العمرة ، الفتاوی الهندیة : ۱/۲۵۸ ، کتاب المناسک ، الباب الرابع عشر في الحج عن الغیر)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۴۳۷۰۰)

کتاب الأضحیة

قربانی کے مسائل

کان چِرے ہوئے جانور کی قربانی

مسئلہ (۱۲۷): اگر جانور کے کان تو درست ہوں، لیکن کان کو چیر کردو حصے کر رکھے ہوں، تو اس کی قربانی درست ہے۔ (۱)

ایک سال سے کم عمر والے بکرے کی قربانی

مسئلہ (۱۲۸): بکرا یا بکری کی قربانی درست ہونے کے لیے اُن کا سال بھر کا ہونا ضروری ہے، اگر سال بھر سے ایک دن بھی کم ہوگا، تو ان کی قربانی درست نہیں ہوگی، اِس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جو بکرا-۱۱/ ذی الحجہ کو پیدا ہوا تو آئندہ سال ۱۲/ ذی الحجہ کو اس کی قربانی درست ہے، کیوں کہ سال بھر کی شرط پائی گئی، اور جو بکرا-۱۳/ ذی الحجہ کو پیدا ہوا، تو آئندہ سال اس کی قربانی درست نہیں ہوگی، کیوں کہ وہ ایک سال کا نہیں ہے۔ (۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " بدائع الصنائع " : وتجزئ الشرقاء ، وهي مشقوقة الأذن طولا ، وما روی أن رسول الله ﷺ نهی أن یضحی بالشرقاء والخرقاء والمقابلة والمدابرة .... فالنهي في الشرقاء والمقابلة والمدابرة محمول علی الندب ، وفي الخرقاء علی الکثیر . (۳۱۶/۶ ، کتاب التضحیة ، شرائط جواز إقامة الواجب ، ط؛ بیروت)

ما في " حاشیة الشلبي علی تبیین الحقائق " : وتجوز الشرقاء ، وهي مشقوقة =

ذبح کے وقت جانور کس طرح لٹائے؟

مسئلہ (۱۲۹): ذبح کرنے والے شخص اور ذبیحہ کا قبلہ رخ ہونا سنت ہے، اور بلا عذر اِس سنت کو چھوڑ دینا مکروہ ہے، اس لیے جانور کو ذبح کرتے وقت بائیں پہلو پر لٹایا جائے، اور اس کا سر قبلہ کی جانب کر دیا جائے، اس طور پر کہ سر جنوب (دکھن) کی جانب اور پیر شمال (اُتر) کی جانب ہو، البتہ اگر اس طرح لٹانے میں کوئی عذر یا دشواری ہو، تو جس طرح سہولت ہو لٹا کر ذبح کر دیا جائے، کوئی کراہت نہیں ہوگی۔(۱)

=الأذن طولا ، وكذا المقابلة وهي التي شقّت أذنها من قِبَل وجهها وهي متدلية ، وكذا المدابرة . (۶/۴۸۰ ، كتاب الأضحية ، بيروت ، كذا في البحر الرائق :۸/۳۲۴ ، ط؛ رشيديه ، الفتاوى الهندية :۵/۲۹۸ ، كتاب الأضحية ، الباب الخامس ، ط ؛ رشيديه كوئٹه) (فتاویٰ محمودیہ: ۱۷/۳۸۶، ط: کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وحول من الشاة . قال الشامي رحمه الله تعالى : قال في البدائع : وتقدير هذه الأسنان لما ذكر يمنع النقصان ولا يمنع الزيادة ، فلو ضحى بسن أقل لا يجوز وبأكبر يجوز وهو أفضل .

(۹/۴۶۶ ،كتاب الأضحية ، الفتاوى الهندية :۵/۲۹۶ ، كتاب الأضحية ، الباب الخامس ، بدائع الصنائع :۶/۳۰۱ ، كتاب التضحية) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۵/۵۴۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " بذل المجهود " : وأخذ الكبش فأضجعه على اليسار ، وهو الظاهر ، لأنه أيسر في الذبح . (۹/۵۳۸ ، كتاب الضحايا ، باب ما يستحب من الضحايا)=

ذبح کے وقت ''بسم اللہ'' کب کہے؟

مسئلہ (۱۳۰): جانور کو ذبح کرتے وقت تسمیہ یعنی ''بسم اللہ'' اور ذَبح، دونوں ساتھ ساتھ کرنا چاہیے، اگر کچھ سیکنڈ تقدیم ہوجائے، تو کوئی حرج نہیں ہے۔(۱)

=ما فی '' المبسوط '' : وكذلك إن ذبحها متوجهة لغير القبلة حلت ولكن يكره ذلك ، لأن السنة في الذبح استقبال القبلة ، هكذا روى ابن عمر . رضي الله عنهما . أن النبي . ﷺ . '' استقبل بأضحيته القبلة لما أراد ذبحها '' . وهكذا نقل عن علي . رضي الله تعالى عنه . (۱۲/ ۵ ،كتاب الذبائح ، ط ؛ بيروت)

ما فی '' بدائع الصنائع '' : ومنها : .. والذبيحة موجهة إلى القبلة لما روينا ، ولما روى أن الصحابة رضي الله عنهم كانوا إذا ذبحوا استقبلوا القبلة ، فإنه روى عن الشعبي أنه قال : كانوا يستحبون أن يستقبلوا بالذبيحة إلى القبلة ، وقوله : '' كانوا '' كناية عن الصحابة رضي الله عنهم ، ومثله لا يكذب . (۶/ ۱۷۲، كتاب الذبائح والصيود ، فصل في بيان شرط حل الأكل في الحيوان المأكول ، أما ما يستحب من الذكاة وما يكره منها ، تبيين الحقائق :۶/ ۴۶۰ ، التنوير مع الدر والرد :۹/ ۴۲۷، الفتاوى الهندية :۵/ ۲۸۷، ۲۸۸، كتاب الذبائح ، الباب الأول)(فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۱۵/ ۳۹۷،فتاویٰ محمودیہ:۲۶/ ۱۴۳،میرٹھ)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی '' بدائع الصنائع '' : أما وقت التسمية فوقتها في الذكاة الاختيارية وقت الذبح ، لا يجوز تقديمها عليه إلا بزمان قليل لا يمكن التحرّز عنه .

(۵/ ۴۸ ، ط : دار الكتاب العربى بيروت ، الفتاوى الهندية :۵/ ۲۸۶، كتاب الذبائح ، الباب الأول ، التنوير وشرحه مع الشامية : ۹/ ۴۳۹، كتاب الذبائح ، بيروت ، تبيين الحقائق :۶/ ۴۵۲ ، كتاب الذبائح ، البحر الرائق :۸/ ۳۰۷، المبسوط : ۱۲/ ۶، كتاب الذبائح)
(فتاویٰ فریدیہ:۴/ ۵۱۴،مسائل شتی)

ایک چھری رکھ کر دوسری چھری لیا

مسئلہ (۱۳۱): اگر قربانی کے جانور کو زمین پر لٹادیا گیا، اور ذبح کرنے والے نے ذبح کرنے کے لیے چھری ہاتھ میں لے کر "بسم اللہ" پڑھ لیا، پھر اُس چھری کو رکھ کر دوسری چھری لیا اور جانور ذبح کیا، اور دوبارہ "بسم اللہ، اللہ اکبر" نہیں پڑھا، تب بھی ذبیحہ حلال ہے۔(۱)

چھری لے کر بسم اللہ پڑھا اور جانور کھڑا ہو گیا

مسئلہ (۱۳۲): اگر جانور کو ذبح کرنے کے لیے زمین پر لٹادیا گیا، اور ذبح کرنے والے نے چھری لے کر "بسم اللہ، اللہ اکبر" بھی پڑھ لیا، اور اچانک جانور چھوٹ کر کھڑا ہو گیا، پھر جانور کو دوبارہ پکڑ کر لٹایا گیا، تو اب ذبح کرنے والے کے لیے دوبارہ "بسم اللہ، اللہ اکبر" کہنا ضروری ہے، کیوں کہ پہلے تسمیہ یعنی "بسم اللہ" کا اعتبار ختم ہو گیا۔(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " البحر الرائق " : ولو أضجع شاةً ليذبحها ثم ألقى تلك السكين وأخذ سكينا أخرى لا بأس به . (۳۰۷/۸ ، كتاب الذبائح)

ما في " تبيين الحقائق " : ولو أضجع شاة وسمى وطرح السكين وأخذ سكينا آخر فذبحها به ولم يسم حلّت لتعلقه بالمذبوح .

(۴۵۳/۶ ، كتاب الذبائح ، المبسوط : ۶/۱۲ ، كتاب الذبائح)

(۲) ما فی " الفتاوی الهندية " : ولو سمى ثم انفلتت وقامت من مضجعها ثم=

ایک جانور چھوڑ کر دوسرا جانور لیا

مسئلہ (۱۳۴۳): اگر جانور کو ذبح کرنے کے لیے زمین پر لٹا دیا گیا، اور ذبح کرنے والے نے ذبح کرنے کے لیے چھری لے کر "بسم اللہ، اللہ اکبر" بھی پڑھ لیا، پھر اُس جانور کو چھوڑ کر دوسرے جانور کو لٹایا گیا، اور ذبح کرنے والے نے پہلے تسمیہ یعنی "بسم اللہ" کو کافی سمجھتے ہوئے، دوبارہ "بسم اللہ، اللہ اکبر" نہ پڑھا، اور ذبح کر دیا، تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ (۱)

= أعادها إلى مضجعها فقد انقطعت التسمية . كذا في البدائع .

(۵/ ۲۸۹، كتاب الذبائح ، قبيل الباب الثانى في بيان ما يؤكل الخ ، بدائع الصنائع : ۶/ ۲۴۷ ، فصل في شرط حل الأكل في الحيوان المأكول ، أما وقت التسمية)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " بدائع الصنائع " : وعلى هذا يخرج ما روى بشر عن أبي يوسف رحمهما الله تعالى أنه قال : لو أن رجلا أضجع شاةً ليذبحها وسمى ، ثم بدا له فأرسلها وأضجع أخرى فذبحها بتلك التسمية لم يجزه ذلك ، ولم تؤكل لعدم التسمية على الذبيحة عند الذبح . (۶/ ۲۴۶ ، كتاب الذبائح والصيود ، فصل في شرط حل الأكل في الحيوان المأكول ، أما وقت التسمية)

ما فی " المبسوط للسرخسی " : وهنا الشرط التسمية على الذبح دون السكين ، وفعل الذبح يختلف باختلاف المذبوح لا باختلاف السكين فوزان هذا من ذلك أن لو ترك تلك الشاة وذبح أخرى بتلك التسمية . (۱۲/ ۶ ، كتاب الذبائح)

ما فی " تبيين الحقائق " : حتى لو أضجع شاة وسمى ثم تركها وذبح غيرها بالسكين الذي كان معه ولم يسم عليها لا يحلّ .

(۶/ ۴۵۳، كتاب الذبائح ، البحر الرائق : ۸/ ۳۰۷ ، كتاب الذبائح)

چرم قربانی کی خرید وفروخت میں شرط

مسئلہ (۱۳۴): اہلِ مدارس قربانی کے دنوں میں چرم قربانی جمع کرتے ہیں، پھر انہیں فروخت کر کے اس کی قیمت مستحق طلبہ پر خرچ کرتے ہیں، بعض ذمہ دارانِ مدرسہ جب چرم کے بیوپاری سے معاملہ کرتے ہیں، تو یہ شرط لگاتے ہیں کہ آج دس تاریخ کو جس قیمت پر آپ ہمارے چرم خرید رہے ہیں، گیارہ اور بارہ تاریخ کو بھی اُسی قیمت پر خریدو گے، اس طرح قید لگانا درست نہیں، جس دن بازار میں جو بھاؤ ہو، اسی بھاؤ پر خرید وفروخت ہونا چاہیے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " التنویر وشرحه مع الشامية " : ولا بيع بشرط لا يقتضيه العقد ولا يلائمه وفيه نفع لأحدهما أو فيه نفع لمبيع هو من أهل الاستحقاق ولم يجر العرف به ولم يرد الشرع بجوازه . (۷/ ۲۸۱، ۲۸۲، باب البيع الفاسد ، مطلب في الشرط الفاسد إذا ذُكر بعد العقد أو قبله)

ما في " مجمع الأنهر " : ولو كان البيع بشرط لا يقتضيه العقد وفيه نفع لأحد المتعاقدين أو لمبيع يستحق فهو فاسد .

(۳/ ۹۰، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد ، الهداية : ۳/ ۴۳، باب البيع الفاسد)

(فتاویٰ محمودیہ: ۱۶/ ۸۸، ط: کراچی، ۲۴/ ۹۶، ط: میرٹھ)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۲۷۵۹۴)

کتاب النکاح

نکاح کے مسائل

لڑکیوں کے نکاح میں تاخیر اور اُن کی رضامندی

مسئلہ (۱۳۵): لڑکیوں کے بالغ ہوجانے کے بعد اپنے رَواج یا قومی مصالح، یا ذاتی منافع کی بنا پر اُن کے نکاح میں تاخیر نہیں کرنا چاہیے، بلکہ مناسب رشتہ ملنے پر اُن کا نکاح کر دینا چاہیے [۱]، نیز شادی سے پہلے لڑکیوں سے اُن کی رضامندی یا عدمِ رضامندی بھی معلوم کر لینا چاہیے [۲]، ایسا نہ کرنے کی وجہ سے ہمارا معاشرہ بڑے سنگین جرائم ونتائج میں مبتلا ہو رہا ہے، وہ اس طرح کہ شادی میں تاخیر کی وجہ سے کنواری لڑکیاں فاسقوں، فاجروں کے چکر میں آکر ان سے ناجائز تعلقات پیدا کر لیتی ہیں، اور وہ موقع پا کر والدین کے گھر سے اُن لڑکیوں کو لے بھاگتے ہیں، اور کسی اور علاقے میں نکاح کر لیتے ہیں [۳]، اسی طرح نکاح سے پہلے لڑکیوں کی رضامندی یا عدمِ رضامندی معلوم نہ کرکے نکاح کر دینے سے رشتۂ نکاح مضبوط و مستحکم نہیں رہتا، اور بہت جلد لڑکی یا تو مطلقہ ہوکر والدین کے گھر بیٹھ جاتی ہے، یا پھر خودکُشی کر لیتی ہے، لہٰذا اِن دونوں باتوں پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”جامع الترمذي“ : عن أبي حاتم المزني قال : قال رسول الله ﷺ :=

....

....

=''إذا جاء كم مَن ترضون دينه وخلقه فانكحوه إلا تفعلوا تكن فتنة في الأرض وفساد''.

عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : '' إذا خطب إليكم مَن ترضون دينه وخلقه فزوّجوه إلا تفعلوا تكن فتنة في الأرض وفساد عريض '' .

(۱/۲۰۷ ، أبواب النكاح ، باب ما جاء في من ترضون دينه فزوّجوه ، قديمي)

ما في '' رد المحتار '' : فإن خطبها الكفء لا يؤخرها وهو كل مسلم تقي .

(۶۸/۴ ، كتاب النكاح ، كذا في البحر الرائق : ۱۴۳/۳ ، كتاب النكاح)

ما في '' مشكوة المصابيح '' : .... '' من بلغت ابنته اثنتي عشرة سنة ولم يزوجها فأصابت إثما ، فإثم ذلك عليه '' . (۱/۲۷۱)

(۲) ما في '' صحيح البخاري '' : عن أبي سلمة أن أبا هريرة حدثهم أن النبي ﷺ قال : '' لا تنكح الأيّم حتى تستأمر ، ولا تنكح البكر حتى تستأذن '' . الحديث .

(ص/۱۲۳۳ ، كتاب الحيل ، باب في النكاح ، رقم :۶۹۶۸، احياء التراث)

ما في '' الموسوعة الفقهية '' : للأنثى حرّية الإرادة والتعبير عما في نفسها ....
.... وإرادتها كذلك معتبرة في نكاحها ، فقد قال النبي ﷺ فيما يرويه البخاري : '' لا تنكح الأيم حتى تستأمر ، ولا تنكح البكر حتى تستأذن '' . والاستئمار في حق الثيب الكبيرة العاقلة واجب باتفاق الفقهاء ، وإذا زوجت بغير إذنها فنكاحها موقوف على إجازتها على ما هو معلوم في باب النكاح ، وهو في حق البكر البالغة العاقلة مستحب عند جمهور الفقهاء ، روي عن عطاء قال : '' كان النبي ﷺ يستأمر بناته إذا أنكحهنّ '' . واستئذانها واجب عند الحنفية ، بل انها يجوز لها تزويج نفسها عند الحنفية ، جاء في الاختيار : عبارة النساء معتبرة في النكاح حتى لو زوجت الحرة العاقلة البالغة نفسها جاز .... ويستدلّون بما في البخاري : '' أن خَنساء=

....

....

=بنتَ حِزام أنكحها أبوها وهي كارهة فردّه النبي ﷺ ". وروي أن امرأة زوجت بنتها برضاها فجاء الأولياء وخاصموها إلى علي رضي الله تعالى عنه فأجاز النكاح ، هذا دليل الانعقاد بعبارة النساء وأنه أجاز النكاح بغير ولي ، لأنهم كانوا غائبين ، لأنها تصرفت في خالص حقها ، ولا ضرر فيه لغيرها فينفذ كتصرفها في ما لها ، هذا ما انفرد به الحنفية . اهـ . (۷/ ۷۹ ، ۸۰ ، احترام إرادتها ، انوثة)

ما في " صحيح البخاري " : عن القاسم : أن امرأة من ولد جعفرٍ تخوّفت أن يزوجها وليها وهي كارهة فأرسلت إلى شيخين من الأنصار عبد الرحمن ومُجمّع ابني جارية قالا : فلا تخشين فإن خنساء بنت خذام أنكحها أبوها وهي كارهة فردّ النبي ﷺ ذلک " . الحديث . (ص/۱۲۳۳ ، كتاب الحيل ، باب في النكاح ، رقم : ۶۹۶۹)

(الاختيار لتعليل المختار :۳/ ۹۰، دار الكتب العلمية بيروت ، الهداية شرح البداية : ۱/ ۱۹۶ ، ط: المكتبة الإسلامية)

ما في " الموسوعة الفقهية " : وينبغي أن يستأمر البكر قبل النكاح ويذكر لها الزوج فيقول : إن فلانا يخطبک أو يذكرک ، وإن زوجها من غير استئمار فقد أخطأ السنة لخبر " شاوِروا النساء في أبضاعهنّ " . (۲۴/ ۶۲، حق المرأة في اختيار زوجها ، زوجة)

ما في " سنن النسائي " : عن عائشة ، عن النبي ﷺ قال : " استأمروا النساء في أبضاعهنّ " . الحديث . (۲/ ۸۶ ، المكتبة التجارية ، ۲/ ۶۴، كتاب النكاح ، إذن البكر ، مكتبة دار السلام سهارنپور)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : (فإن استأذنها هو) أي الولي وهو السنة . تنوير مع الدر . وفي الشامية : قوله : (وهو السنة) بأن يقول لها قبل النكاح : فلان يخطبک أو يذكرک ، فسكتت ، وإن زوجها بغير استئمار فقد أخطأ السنة وتوقف على رضاها . بحر عن المحيط . (۴/ ۱۵۹ ، باب الولي ، بيروت ، البحر الرائق :۳/ ۱۹۶ ، =

یہود ونصاریٰ کا ذبیحہ اور اُن سے نکاح

مسئلہ (۱۳۶): ہمارے زمانے کے یہود ونصاریٰ اپنی تمام محرمانہ حرکتوں کے باوجود اہلِ کتاب ہی ہیں(۱)، تاہم وہ یہود ونصاریٰ جو اپنے اصلی مذہب کو پسِ پشت ڈال کر دھریت کا شکار ہوچکے اور خدا تعالیٰ کے وجود کے ہی منکر ہوچکے، ایسے یہود ونصاریٰ اہلِ کتاب میں قطعاً شامل نہیں، بلکہ دھری ہیں، جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اِس قسم کے یہود ونصاریٰ کا اہلِ کتاب میں داخل نہ ہونا منقول ہے، لہٰذا ایسے یہود ونصاریٰ کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانا اور اُن کی عورتوں سے نکاح کرنا جائز نہیں ہوگا۔(۲)

=باب الأولياء والأكفاء)

ما في " الاختيار لتعليل المختار " : والسنة للولي أن يستأمر البكر قبل النكاح .

(۲/۱۱۴، فصل في الأولياء والأكفاء)

(۳) ما في " رد المحتار " : ولا يتزوج الأمة مع طول الحرّة ولا زانية .... ولا تتزوّج فاسقًا . (۴/۶۸ ، كتاب النكاح)=

=ما في " البحر الرائق " : ويتزوّج امرأة صالحة معروفة النسب والحسب والديانة، فإن العرق نزاع ..... ولا يتزوّج الأمة مع طول الحرّة ... ولا زانية ... ولا تتزوّج فاسقًا . (۳/۱۴۳ ، كتاب النكاح) (فتاویٰ محمودیہ: ۱۷/ ۱۳۹، میرٹھ)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وطعام الذين اوتوا الكتٰب حِلٌّ لكم﴾ . (المائدة:۵)

(۲) ما في " تفسير المظهری" : وروى ابن الجوزي بسنده عن علي رضي الله عنه قال : " لا تأكلوا من ذبائح نصارى بني تغلب ، فإنهم لم يتمسكوا من النصرانية=

رشتۂ نکاح طے کرانے کی اجرت

مسئلہ (۱۳۷): آج کل شادیوں کے رشتے طے کرانا ایک مستقل پیشہ بن چکا ہے، جو لوگ یہ خدمت انجام دیتے ہیں، وہ اپنی اِس خدمت کا عوض بھی لیتے ہیں، جسے وہ کمیشن کہتے ہیں، شرعاً یہ اجرت لینا جائز ہے، بشرطیکہ پہلے سے اجرت طے کرلی جائے، معاملہ میں کسی قسم کی دھوکہ دہی نہ ہو، اور رشتہ جوڑنے میں اپنے اثر ورُسوخ اور وجاہت کا دباؤ نہ ڈالا جائے۔[1]

=بشيء إلا شربهم الخمر ، ورواه الشافعي رحمه الله بسند صحيح عنه ، وأخرج عبد الرزاق من طريق ابراهيم النخعي أن عليًا يكره ذبائح نصارى بني تغلب ونسائهم. (۳/ ۴۰۷، سورة المائدة :۵، التفسير الكبير للرازى :۴/۲۹۳)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : وروى محمد بن سيرين عن عبيدة قال : سألت عليًا عن ذبائح نصارى العرب ، فقال : " لا تحل ذبائحهم فإنهم لم يتعلقوا من دينهم بشيء إلا بشرب الخمر " . (۲/۴۰۶، ۴۰۷، مطلب في أكله عليه السلام من الشاة التي أهدتها إليه اليهودية الخ ، البحر المحيط :۳/۲۰۳، روح المعاني :۴/۹۶، الجزء السادس ، معارف القرآن :۳/۴۸)

ما في " الموسوعة الفقهية " : إذا انتقل الكتابي إلى دين غير أهل الكتاب من الكفرة لا تؤكل ذبيحته ، لأنه لم يصر كتابيًا ، وهذا لا خلاف فيه . (۲۱/۱۸۶، ذبائح ، حكم من انتقل إلى دين أهل الكتاب أو غيرهم) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۱۵۲۳۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : وفي الحاوي : سئل محمد بن سلمة عن أجرة السمسار فقال : أرجو أنه لا بأس به ، وإن كان في الأصل فاسدًا لكثرة التعامل ، وكثير من هذا غير جائز فجوزوه لحاجة الناس إليه كدخول الحمام . =

شادی ہال یا شادی لان کرایہ پر دینا

مسئلہ (۱۳۸): آج کل شادی ہال اور شادی لان بنا کر اُسے کرایہ پر دینا ایک کاروبار کی شکل اختیار کر گیا ہے، لوگ شادی ہال اور شادی لان بنا کر اُسے اپنے لیے ذریعۂ آمدنی بناتے ہیں، شرعاً اس میں کوئی مضائقہ نہیں، یہ جائز ہے، البتہ اس کو ایسے لوگوں کو کرایہ پر دینا، جن کے بارے میں پہلے سے معلوم ہو کہ ان کی شادی میں ویڈیو گرافی، ناچ گانا اور دیگر منکرات کا ارتکاب ہوگا، موجبِ کراہت یعنی مکروہ ہے، اور تقویٰ کے بھی خلاف ہے۔ (۱)

=(۹/۸۷، کتاب الإجارة ، مطلب في أجرة الدلال)

ما في " الفتاوى الهندية " : الدلالة في النكاح لا تستوجب الأجر وبه يفتى الفضلي في فتاواه وغيره من مشايخ زماننا كانوا يفتون بوجوب أجر المثل . وبه يفتى . كذا في جواهر الأخلاطي . (۴/۴۵۱ ، كتاب الإجارة ، الباب السادس عشر في مسائل الشيوع في الإجارة ، مطلب الاستئجار على الأفعال المباحة)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۲۸۳۹۸، کتاب الفتاویٰ: ۵/۴۰۴، امداد الفتاویٰ: ۳/۳۹۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : لا تصح الإجارة لعسب التيس ولا لأجل المعاصي مثل الغناء والنوح والملاهي . (۹/۷۵، كتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة ، مطلب في الاستئجار على المعاصي)

وفيه أيضًا : وجاز إجارة بيت بسواد الكوفة لا بغيرها على الأصح ليتخذ بيت نار أو كنيسة أو بيعة أو يباع فيه الخمر ، وقالا : لا ينبغي ذلك لأنه إعانة على المعصية . وبه قالت الثلاثة . زيلعي . (۹/۵۶۳، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع)=

جہیز کی نمائش اور اعلان وتشہیر

مسئلہ (۱۳۹): آج کل والدین کی طرف سے اپنی لڑکی کو نکاح کے وقت جو سامانِ جہیز دیا جاتا ہے، پلنگ، بستر، کھانے پکانے کے برتن، فریج، کولر، صوفہ سیٹ اور لڑکی کے کپڑے وچپل وغیرہ، اِن تمام چیزوں کی بڑی ترتیب وتنظیم کے ساتھ بنا سنوار کر رکھا جاتا ہے، اور باقاعدہ اس کی نمائش کی جاتی ہے، شرعاً یہ عمل غلط ہے، کہ اس میں ریا ونمود اور دکھلاوا ہے، اور اس غلط کام کی یہ تاویل کی جاتی ہے کہ موجودہ دور میں بدنیتی اور بے ایمانی عام ہے، اگر اعزہ واقارب اور بستی کے ثِقہ (معتمد) لوگوں کو سامانِ جہیز دکھایا جائے گا، تو بوقتِ ضرورت یہ لوگ شہادت دے سکیں گے کہ ہم نے یہ یہ چیزیں جہیز میں دی تھیں، یہ ایسی تاویل ہے جس میں غلط کام کو حسنِ نیت کا لبادہ پہنایا گیا، جس سے وہ صحیح نہیں ہوگا، کیوں کہ غلط کام حسنِ نیت سے اچھا نہیں ہوجاتا، اس لیے سامانِ جہیز کے اعلان وتشہیر سے بچنا چاہیے، اگر دینا ہے تو پوشیدہ طور پر دے، اور ضرورت محسوس ہو تو اس کی فہرست بنا کر ایک کاپی اپنے پاس رکھے، اور ایک کاپی دولہے کو دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (۱)

=ما في " البحر الرائق " : جاز إجارة البيت لكافر ليتخذ معبدًا أو بيت نار للمجوس أو يباع فيه خمرًا في السواد ، وهذا قول الإمام ، وقالا : يكره كل ذلك لقوله تعالى : ﴿وتعاونوا على البرّ والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعُدوان﴾ .

(۳۷۲/۸ ، كتاب الكراهية ، فصل في البيع)=

جہیز کی ملکیت میں اختلاف

مسئلہ (۱۴۰): بسا اوقات میاں بیوی کے درمیان علیحدگی وجدائیگی واقع ہوتی ہے، تو سامانِ جہیز اور زیورات کی بابت یہ جھگڑا کھڑا ہوتا ہے کہ یہ کس کی مِلک ہے، شوہر کی یا بیوی کی؟ تو اس سلسلے میں حکم شرعی یہ ہے کہ لڑکے کی طرف سے جو زیور بیوی کو دیئے گئے، دیتے وقت اگر یہ صراحت کردی گئی تھی کہ یہ لڑکی کی ملک ہے، تو یہ لڑکی ہی کی ملک ہوگا، اور اگر یہ صراحت کردی گئی تھی کہ یہ لڑکے کی ملک ہے، عاریۃً لڑکی کو دیئے جارہے ہیں، تو یہ لڑکے کی ملک ہوگا، اور اگرکوئی صراحت نہیں کی گئی تھی، تو شوہر کے خاندان کا عرف ورَواج معتبر ہوگا، اور اگرکوئی عرف ورَواج نہ ہو، تو شوہر کی نیت اورقول کا اعتبار ہوگا، یہی حکم سامانِ

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : عن جندب قال : قال رسول الله ﷺ : " من سمّع سمّع الله به ، ومن يرائي يرائي الله به " . متفق عليه . (ص/۴۵۴ ، كتاب الرقاق ، باب الرياء والسمعة ، الفصل الأول ، صحيح البخاري: ۹۶۲/۲ ، كتاب الرقاق ، باب الرياء والسمعة ، رقم : ۶۴۹۹ ، صحيح مسلم : ۴۱۲/۲ ، كتاب الزهد ، باب تحريم الرياء ، رقم :۲۹۸۷)

وفيه أيضًا : عند عبد الله بن عمرو أنه سمع رسول الله ﷺ يقول : " من سمّع الناس بعمله سمّع الله به أسامِعَ خلقه وحقّره وصغّره " . رواه البيهقي في شعب الإيمان . (ص/۴۵۴ ، كتاب الرقاق ، باب الرياء والسمعة ، الفصل الثاني ، رقم : ۵۳۱۹)

ما في " المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج " : قال العلماء : معناه ؛ من رائى بعمله وسمعه الناس ليكرموه ويعظموه ويعتقدوا خيره سمع الله به يوم القيامة الناس وفضحه . (۲۳۳/۹ ، تحت رقم : ۲۹۸۶ ، مرقاة المفاتيح : ۵۰۳/۹ ، باب الرياء والسمعة ، تحت رقم : ۵۳۱۶)

(فتاویٰ محمودیہ: ۳۵۹/۱۷، میرٹھ)

جہیز کا بھی ہے، مگر عامۃً سامانِ جہیز لڑکی کی ملک شمار ہوتا ہے، اور یہی دستور ہے، ہاں! جو چیز لڑکی کے لائق نہیں ہے بلکہ لڑکے کے استعمال کی چیز ہے، جیسے مردانہ لباس یا سائیکل وغیرہ، وہ عامۃً لڑکی کے نام سے لڑکے کو دینا مقصود ہوتا ہے، اس لیے وہ لڑکے کی مِلک ہوگا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " النهر الفائق " : المختار في مسئلة الجهاز أن العرف إن كان مستمرا أن الأب يدفع الجهاز ملكا لا عارية كما في ديارنا فالقول للزوج وإن كان مشتركا فالقول للأب . (۲/۲٦۵ ، كتاب النكاح ، باب المهر ، فتح القدير لإبن الهمام :۳/۳٦۰ ، كتاب النكاح ، باب المهر ، التنوير مع الدر والرد :۴/۳۰۸ ، كتاب النكاح ، باب المهر ، مطلب في دعوى الأب أن الجهاز عارية)

ما في " الفتاوى الهندية " : وإذا بعث الزوج إلى أهل زوجته أشياء عند زفافها منا ديباج فلما زفت إليه أراد أن يستر من المرأة الديباج ليس له ذلك إذا بعث إليها على جهة التمليک ، كذا في الفصول العمادية ، جهز بنته وزوجها ثم زعم الذي دفعه إليها ماله وكان على وجه العارية عندها وقالت : هو ملكي جهزتنى به أو قال الزوج ذلک بعد موتها فالقول قولهما دون الأب ، وحكى عن علي السغدي أن القول قول الأب وذكر قبله السرخسي وأخذ به بعض المشايخ وقال في الواقعات : إن كان العرف ظاهرا بمثله في الجهاز كما في ديارنا فالقول قول الزوج وإن كان مشتركا فالقول قول الأب كذا في التبيين ، قال الصدر الشهيد : وهذا التفصيل هو المختار للفتوى ، كذا في النهر الفائق .

(۱/۳۲۷ ، كتاب النكاح ، الفصل السادس عشر في جهاز البنت)

(فتاویٰ محمودیہ: ۱۷/۳٦٦، میرٹھ)

ایک ہی بیوی سے بیس بچے ہونے پر دوبارہ نکاح

مسئلہ (۱۴۱): لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ جس عورت کو ایک ہی شوہر سے بیس بچے پیدا ہوں، اس کو اپنے شوہر سے دوبارہ نکاح کرنا چاہیے، کہ اس کثرت سے بچے پیدا ہونے کی وجہ سے نکاح ختم ہوجاتا ہے، یہ بات بے اصل وبے بنیاد ہے، شرعِ اسلامی میں ایسا کوئی حکم نہیں ہے، بلکہ زیادہ بچوں کی پیدائش میاں بیوی میں کمالِ محبت ومودّت کی علامت ہے، اور یہ رشتۂ نکاح کے مضبوط ومستحکم ہونے کو ثابت کرتا ہے، نہ کہ اس کے نقص اور فسخ کو، لہٰذا اس طرح کے غلط توہمات سے احتراز ضروری ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : عن عائشة قالت : قال النبي ﷺ : " من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردّ " . (ص/۲۷، باب الاعتصام بالكتاب والسنة ، صحيح البخاري : ۱/ ۳۷۱ ، كتاب الصلح ، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فهو ردّ)

ما في " مرقاة المفاتيح " : قال القاضي : المعنى ؛ من أحدث في الإسلام رأيا لم يكن له من الكتاب والسنة سند ظاهر أو خفى ملفوظ أو مستنبط فهو مردود عليه ، قيل : في وصف الأمر بهذا إشارة إلى أن أمر الإسلام كمُل وانتهى وشاع وظهر ظهور المحسوس بحيث لا يخفى على كل ذي بصر وبصيرة ، فمن حاول الزيادة فقد حاول أمرًا غير مرضي ..... فإن الدين اتباع آثار الآيات والأخبار واستنباط الأحكام منها .... قال الشافعي : ما أحدث مما يخالف الكتاب أو السنة أو الأثر أو الإجماع فهو ضلالة . (۱/۳۳۶ - ۳۳۸ ، كتاب الإيمان ، باب الاعتصام بالكتاب والسنة ، الفصل الأول) (فتاویٰ محمودیہ: ۱۷/۴۷۸)

کتاب الرضاع

رضاعت کے مسائل

بچہ کو دودھ پلانے کی مدت

مسئلہ (۱۴۲): بچے کو دودھ پلانے کی مدت حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وقتِ ولادت سے ڈھائی سال تک ہے، البتہ امام صاحب کے دو اونچے درجے کے شاگرد؛ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دو سال ہے، اور یہی قول راجح اور مختار ہے، علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے ''قہستانی'' کے حوالہ سے بڑی اچھی بات نقل فرمائی ہے کہ جب تک بچہ کو ماں کے دودھ کی ضرورت ہو، اس وقت تک دودھ پلانا واجب ہے، اس کے بعد سے دو سال تک دودھ پلانا مستحب، اور دو سال کے بعد سے ڈھائی سال تک ضرورۃً جائز، اور اس کے بعد دودھ پلانا مباح نہیں ہے، کیوں کہ دودھ آدمی کا جُزء ہے، بلاضرورت اس سے انتفاع حرام ہے، لہٰذا والدین کو چاہیے کہ اس حکم شرعی کا خیال رکھیں، اور مدتِ رضاعت میں اپنے بچوں کو ماں کا دودھ پلانے کا اہتمام کریں، کیوں کہ اس مدت میں ماں کا دودھ بچہ کے لیے بہترین غذا و ٹانک ہے، اس سے جہاں بچہ کی نشو ونما پر انتہائی اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں، وہیں وہ بہت سی بیماریوں سے محفوظ بھی ہو جاتے ہیں، جیسا کہ برطانوی ماہرین کہتے ہیں کہ: ماں کا دودھ پینے والے تین سال سے کم عمر کے بچوں میں دمہ کا خطرہ ۳۷ / فیصد تک کم ہو جاتا ہے، جب کہ ایسے بچے جو

ڈبے کا دودھ پیتے ہیں، اُن کے نظامِ تنفُّس میں اِنفیکشنز (Infections) کی شرح نسبتاً زیادہ ہوتی ہے، یہ نتائج ڈھائی لاکھ بچوں پر تحقیق کے بعد اخذ کیے گئے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مجمع الأنهر " : (وهي) أي مدته (حولان ونصف) أي ثلاثون شهرًا من وقت الولادة عند الإمام .... (وعندهما حولان) وهو قول الشافعي ، وعليه الفتوى كما في المواهب ، وبه أخذ الطحاوي .... وفي شرح المنظومة : الإرضاع بعد مدته حرام لأنه جزء الآدمي والانتفاع به غير ضرورة حرام على الصحيح .
(۱/ ۵۵۲، كتاب الرضاع ، الفتاوى الهندية : ۱/ ۳۴۲ ، كتاب الرضاع)

ما في " رد المحتار " : لكن في القهستاني عن المحيط : لو استغنى في حولين حل الإرضاع بعدهما إلى نصف ، ولا تأثم عند العامة خلافا لخلف بن أيوب . اهـ . ونقل أيضا قبله عن إجارة القاعدي أنه واجب إلى الاستغناء ، ومستحب إلى حولين ، وجائز إلى حولين ونصف . اهـ . (۴/ ۲۹۴ ، كتاب النكاح ، باب الرضاع)

ما في " المحيط البرهاني " : ولمدة الرضاع ثلاثة أوقات : أدنى وأوسط وأقصى ، فالأدنى : حول ونصف ، والأوسط : حولان ، والأقصى : حولان ونصف ، حتى لو نقص عن الحولين لا يكون شططاً ، ولو زاد على الحولين لا يكون تعدياً ، والوسط هو حولان ، فلو كان الولد يستغنى عنها دون الحولين ففطمه في حول ونصف يحل ولا تأثم بالإجماع ، ولو لم يستغن عنها بحولين فلها ترضعه بعد ذلك ولا تأثم عند عامة العلماء خلافا لخلف بن أيوب رحمه الله تعالى .
(۳/ ۱۸۹ ، كتاب النكاح ، الفصل الثالث عشر في بيان أسباب التحريم)
(فتاویٰ محمودیہ: ۱۷/ ۴۹۷)

کتاب الطلاق

طلاق کے مسائل

نکاح نعمت اور طلاق ضرورت

مسئلہ (۱۴۳): نکاح اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے، اس لیے ذرا ذرا سی بات پر طلاق دینا، جب کہ نِباہ اور صلح کی صورتیں موجود ہوں، شرعاً ناپسندیدہ اور عند اللہ مبغوض ہے(۱)، لیکن جب میاں بیوی کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف نفرت ہو، اور حقوقِ زوجیت ادا نہ ہو رہے ہوں، گھر جہنم بنا ہوا ہو، بیوی کی طرف سے طلاق کا مطالبہ ہو، تو ایسی حالت میں طلاق دینا ایک ضرورت ہے، اور بوقتِ ضرورت طلاق دینا منع نہیں بلکہ بہتر ہے(۲)، لہٰذا شوہر کو چاہیے کہ طلاق دے کر تعلق کو ختم کردے، نہ تکلیف سہے اور نہ تکلیف دے۔(۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن أبی داود " : عن ابن عمر عن النبي ﷺ قال : " أبغض الحلال إلى الله عزّ وجلّ الطلاق " . (ص/۲۹۶، کتاب الطلاق ، باب في کراهية الطلاق ، رقم :۲۱۷۸ ، سنن ابن ماجة :ص/۱۴۵، أبواب الطلاق ، مشکوة المصابيح :ص/۲۸۳ ، باب الخلع والطلاق ، الفصل الثاني)

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : الأصل فيه الحظر معناه أن الشارع ترک هذا الأصل فأباحه ، بل يستحب لو موذية . (۴/۴۲۷ ، ۴۲۸ ، کتاب الطلاق ، النهر الفائق :۲/۳۱۰ ، کتاب الطلاق ، البحر الرائق :۳/۴۱۲ ، کتاب الطلاق ، فتح القدير=

ڈرانے یا دھمکانے کی نیت سے طلاق

مسئلہ (۱۴۴): اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کو مخاطب کرکے ڈرانے دھمکانے کے لیے بھی-طلاق کا صریح لفظ ''طلاق'' کا استعمال کرتا ہے، خواہ اس کی نیت وارادہ طلاق کا نہ ہو، طلاق واقع ہوجائے گی، کیوں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تین چیزوں کی سنجیدگی اوران کا مزاق بھی سنجیدگی ہے''۔(۱)

= لإبن الهمام : ۳/۴۴۶ ، كتاب الطلاق) (فتاویٰ محمودیہ:۱۸/ ۲۸،میرٹھ)

(۳) ما في " مجمع الزوائد " : قوله ﷺ : " لا ضَرر ولا ضِرار في الإسلام " .

(۴/۱۳۸، البيوع ، باب لا ضرر ولا ضرار ، سنن ابن ماجه :ص/۱۶۹، أبواب الأحكام ، التمهيد :۴/۲۸۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " جامع الترمذي " : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " ثلاث جدهن جدٌ ، وهزلهنّ جدّ : النكاح ، والطلاق ، والرجعة " .

(۱/۲۲۵ ، كتاب الطلاق واللعان ، باب ما جاء في الجد والهزل في الطلاق ، رقم الحديث :۱۱۸۴، سنن أبي داود :ص/۲۹۸ ، كتاب الطلاق ، باب في الطلاق على الهزل ، رقم الحديث :۲۱۹۴ ، سنن ابن ماجه :ص/۱۴۷ ، كتاب الطلاق ، باب من طلق أو نكح أو راجع لاعبا ، رقم الحديث :۲۰۳۹ ، مشكوة المصابيح :۲/۹۷۹ ، كتاب النكاح ، باب الخلع والطلاق ، الفصل الثاني ، رقم الحديث :۳۲۸۴ ، نصب الراية :۳/۲۹۶)

ما في " عون المعبود " : قال الخطابي : اتفق عامة أهل العلم على أن صريح لفظ الطلاق إذا جرى على لسان الإنسان البالغ العاقل فإنه مؤاخذ به ولا ينفعه أن يقول : كنت لاعبا أو هازلا أو لم أنوه طلاقا أو ما أشبه ذلک من الأمور .

(ص/۹۷۳، تحت رقم :۲۱۹۴)=

میاں بیوی کا تین فلمیں ایک ساتھ دیکھنے سے طلاق

مسئلہ (۱۴۵): بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ شادی شدہ شخص اگر اپنی بیوی کے ساتھ تین فلمیں دیکھنے جائے، تو اس کی بیوی نکاح سے نکل جاتی ہے، اُن کی یہ بات درست نہیں ہے، کیوں کہ میاں بیوی کا تین فلمیں ایک ساتھ دیکھنا نکاح کے ختم ہونے کے اسباب میں سے نہیں ہے، ہاں! البتہ فلم دیکھنا انتہائی بے حیائی و بے شرمی اور گناہ کا کام ہے، ہر مسلمان کو اِس سے بچنا چاہیے۔ [1]

=ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (أو هازلا) لا يقصد حقيقة كلامه .

(۴/۴۴۳ ، كتاب الطلاق ، مطلب في المسائل التيتصح مع الإكراه)

ما في " البحر الرائق " : قوله : (ويقع طلاق كل زوج عاقل بالغ) لصدوره من أهله في محله ...... ولم يشترط أن يكون جادا فيقع طلاق الهازل به واللاعب للحديث المعروف " ثلاث جدهن جد وهزلهن جد : النكاح والطلاق والعتاق " .

(۳/۴۲٦ ، كتاب الطلاق ، الفتاوى التاتارخانية : ۴/۴۴۴)

(فتاویٰ دار العلوم المعروف بعزیز الفتاویٰ: ۲/۵۱۱، جد اور ہزل طلاق میں برابر ہیں، ط: مکتبہ زکریا دیوبند)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : ينتهي النكاح وتنفصم عقدته بأمور : منها ما يكون فسخًا لعقد النكاح يرفعه من أصله أو يمنع بقاءه واستمراره ، ومنها ما يكون طلاقاً أو في حكمه ، ومن ذلک ؛ الموت ، الطلاق ، الخلع ، الإيلاء ، اللعان ، إعسار الزوج ، الردّة ، غيبة الزوج ، فوت الكفاءة ، التحريم الطارئ بالرضاع ، العيب الذي يثبت الخيار . (۴۱/۳۲۱ – ۳۲۴ ، نكاح ، انتهاء النكاح)

ما في " بدائع الصنائع " : وأما بيان ما يرفع حكم النكاح فبيانه بيان ما تقع به الفرقة بين الزوجين ولوقوع الفرقة بين الزوجين أسباب ، لكن الواقع ببعضها فرقة =

....

....

....

....

....

....

....

=الطلاق ، وبعضها فرقة بغير طلاق ، وفي بعضها يقع فرقة بغير قضاء القاضي ، وفي بعضها لا يقع إلا بقضاء القاضي فنذكر جملة ذلک بتوفيق الله عزّ وجلّ ، منها : الطلاق ، ومنها : اللعان ، ومنها : اختيار الصغير أو الصغيرة بعد البلوغ في خيار البلوغ ، اختيار المرأة نفسها لعيب الجب والعنّة والخصاء والخنوثة ، التفريق لعدم الكفاء ة ، أو لنقصان المهر ، اباء الزوج الإسلام ، اباء الزوجة الإسلام .. الملک الطارئ لأحد الزوجين على صاحبه ، الرضاع الطارئ على النكاح كمن تزوج صغيرة فأرضعتها أمه بانت منه.

(۲/۶۵۳– ۶۶۰، كتاب النكاح ، فصل بيان ما يرفع حكم النكاح)

ما في " الدر المختار مع الشامية " :

فرق النكاح أتتک جمعا نافعًا ☆ فسخ طلاق وهذا الدر يحكيها

تباين الدار مع نقصان مهر كذا ☆ فساد عقد وفقد الكفؤ ينعيها

تقبيل سبي وإسلام المحارب أو ☆ إرضاع ضرّتها قد عدّ ذا فيها

خيار عتق بلوغ ردّة وكذا ☆ ملک لبعض وتلک الفسخ يحصيها

(۱۹۳/۱ ، كتاب النكاح ، باب الولي ، مكتبه زكريا بكڈپو ديوبند)

(فتاویٰ دینیہ: ۱۵۸/۵)

باب النفقة

نفقه کے مسائل

بیوی کا والدین کی ملاقات کو جانے کا خرچ

مسئلہ (۱۴۶): بیوی والدین سے ہفتے میں ایک مرتبہ، اور دوسرے مَحرَم رشتے داروں سے سال میں ایک مرتبہ، یا علیٰ قدر المراتب؛ عام طور پر جتنے عرصے بعد عورتیں اپنے والدین اور مَحرَم رشتے داروں سے ملتی ہیں، مل سکتی ہے، نیز اگر والدین اور رشتے دار خود ملاقات کے لیے آسکتے ہوں، تو اس صورت میں ان سے ملاقات کے لیے بیوی شوہر کی اجازت ورضامندی کے بغیر نہیں جاسکتی[۱]، اسی طرح ملاقات کے لیے لیجانے اور لانے کا خرچ شرعاً شوہر پر لازم نہیں[۲]، البتہ مروّتاً شوہر کی ذمہ داریوں میں داخل ہے، مذکورہ حکم صرف ملاقات کا ہے، رات کو ان کے یہاں ٹھہرنا شوہر کی اجازت کے بغیر جائز نہیں۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (ولا يمنعها من الخروج إلى الوالدين) في كل جمعة إن لم يقدرا على إتيانها على ما اختاره في الاختيار ولو أبوها ... (ولا يمنعها من الدخول عليها في كل جمعة ، وفي غيرهما من المحارم في كل سنة) لها الخروج ولهم الدخول . زيلعي . (ويمنعهم من الكينونة) وفي نسخة : من البيتوتة . تنوير مع الدر . وفي الشامية : وعن أبي يوسف في النوادر تقييد خروجها بأن لا يقدرا على إتيانها ، فإن قدرا لا تذهب وهو حسن .... والحق الأخذ بقول أبي =

مطلقہ بائنہ کو ہمدردی کی بنا پر نفقہ دینا

مسئلہ (۱۴۷): اگر کسی آدمی نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، اور وہ عدت گزار کر اس کے نکاح سے باہر ہوگئی، اب وہ عورت پریشان حال ہے، اس کے کھانے پینے، کپڑے لتّے اور رہنے کا کوئی معقول انتظام نہیں ہے، نیز اس نے دوسرا نکاح بھی نہیں کیا، کہ ان چیزوں کا انتظام ہوجاتا، شوہر اول کو اُس کی اس کس مپُرسی اور پریشان حالی کو دیکھ کر اس ترس آرہا ہو، اور وہ دوبارہ اس سے نکاح نہیں کرنا چاہتا، مگر انسانی ہمدردی کی بنیاد پر اس کا تعاوُن کرنا چاہتا ہو، تو اس کے لیے یہ تعاون ومدد کرنا جائز ودرست ہے[1]، مگر اتنا خیال رہے کہ پردہ پورا رہے اور سامنا نہ ہو[2]، نیز تنہائی بھی نہ ہو۔[3]

=یوسف إذا کان الأبوان بالصفة التي ذکرت ، وإلا ینبغي أن یأذن لها في زیارتهما في الحین بعد الحین علی قدر متعارف . (۵/۳۲۳ ، ۳۲۴ ، باب النفقة ، مطلب في الکلام علی المؤنسة ، مجمع الأنهر : ۲/۱۸۶ ، ۱۸۷ ، کتاب الطلاق ، باب النفقة)

ما في " الفتاوی الهندیة " : وقیل : لا یمنعها من الخروج إلی الوالدین في کل جمعة مرة وعلیه الفتوی . کذا في غایة السروجي . وهل یمنع غیر الأبوین من الزیارة قال بعضهم : لا یمنع المحرم عن زیارة کل شهر ، وقال مشایخ بلخ : في کل سنة ، وعلیه الفتوی . (۱/۵۵۷ ، الباب السابع عشر في النفقات ، الفصل الثاني في السکنی)

(۲) ما في " التنویر وشرحه مع الشامیة " : (ولو معه فعلیه نفقة الحضر خاصة) لا نفقة السفر والکراء . (۵/۲۹۰ ، باب النفقة ، مطلب لا تجب علی الأب نفقة زوجة ابنه الصغیر ، مجمع الأنهر : ۲/۱۸۱ ، باب النفقة) (فتاویٰ محمودیہ:۲۹/۳۵،۳۶)

(۱) ما في " صحیح البخاري " : عن أبي هریرة رضي الله عنه قال : قال =

کتاب الأیمان

قسم کے مسائل

کسی انسان کو جبراً ''کلما'' کی قسم کھلانا

مسئلہ (۱۴۸): کسی انسان کا کسی دوسرے کو کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر ''کلما'' کی قسم کھلانا کہ اگر میں فلاں کام کروں، یا فلاں کام نہ کروں، تو جب جب میں نکاح کروں میری بیوی کو طلاق--، شرعاً اس طرح کی قسم کھلانا ممنوع وحرام ہے[1]، اس لیے اس طرح کی قسم کھلانے سے پرہیز ضروری ہے، اگر کسی نے اس طرح کی قسم کھالی اور وہ بالغ ہے، تو اس کی قسم معتبر ہوگی، اور جب جب وہ خود یا اس کا وکیل اس کا نکاح کرے گا، اس کی بیوی پر طلاقِ بائن واقع

=النبي ﷺ: " الساعي على الأرملة والمسكين كالمجاهد في سبيل الله ، أو القائم الليل والصائم النهار " .

(۸۰۵/۲ ، كتاب النفقات ، باب فضل النفقة على الأهل ، رقم :۵۳۵۳)

(۲) ما في " البحر الرائق " : والأصل في هذا أن المرأة عورة مستورة لقوله عليه السلام : " المرأة عورة مستورة " إلا ما استثناه الشرع وهما عضوان .

(۳۵۱/۸ ، كتاب الكراهية ، فصل في النظر والمسّ ، تبيين الحقائق :۳۹/۷ ، كتاب الكراهية ، فصل في النظر والمسّ)

(۳) ما في " الدر المختار مع الشامية " : في الأشباه : الخلوة بالأجنبية حرام .

(۵۲۹/۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في النظر والمسّ)

(فتاویٰ محمودیہ:۴۰۰/۶، مکتبہ محمودیہ میرٹھ)=

ہوجائے گی (۲،۳)، ایسی قسم کھانے والے کا نکاح ہوجائے اور طلاق واقع نہ ہو، اس کے لیے یہ صورت اختیار کی جاسکتی ہے کہ کوئی فضولی اس کا نکاح کردے، اور یہ شخص زبان سے کچھ نہ کہے، اور نہ ہی زبان سے اس نکاح کو قبول کرے، بلکہ فعل سے اس نکاح کی اجازت دیدے، وہ اس طرح کہ بیوی کا مہر معجّل ادا کردے، اس سے نکاح ہوجائے گا اور طلاق واقع نہ ہوگی۔ (۴)

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (واليمين بالله تعالى) ..... (لا بطلاق وعتاق) وإن ألحّ الخصم ، وعليه الفتوى . " تتارخانية " لأن التحليف بهما حرام .
(۲٦۷/۸ ، كتاب الدعوى)

ما في " البحر الرائق " : قوله : (واليمين بالله تعالى لا بطلاق وعتاق ..) .... والتحليف بالطلاق والعتاق والأيمان المغلظة يم يجوزه أكثر مشايخنا . اهـ . وفي الخانية : وإن أراد المدعى تحليفه بالطلاق والعتاق في ظاهر الرواية لا يجيبه القاضي إلى ذلک لأن التحليف بالطلاق والعتاق حرام . (۳٦۲/۷ ، كتاب الدعوى)

(۲) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (وفيها) كلها (تنحل) أي تبطل (اليمين) ... (إذا وجد الشرط مرة إلا في كلما فإنه ينحل بعد الثلاث ... فلا يقع إن نكحها بعد زوج آخر إلا إذا دخلت) كلما (على التزوج نحو : كلما تزوجت فأنت كذا لدخولها على سبب الملک وهو غير متناهٍ . (۴۵۷/۴ ، باب التعليق)

ما في " مجمع الأنهر " : فلو قال : (كلما تزوجت امرأة فهي طالق تطلق بكل تزوج ولو) وصلية (بعد زوج آخر) لأن صحة هذا اليمين باعتبار ما سيحدث من الملک وهو غير متناهٍ . (۲/۰٦ ، كتاب الطلاق ، باب التعليق ، كذا في الهندية : ۱/۴۱۵ ، كتاب الطلاق ، الباب الرابع في الطلاق بالشرط)=

کتاب البیوع

خرید وفروخت کے مسائل

وزن سے مرغی کی خرید وفروخت

مسئلہ (۱۴۹): پورے ہندوستان میں مرغی اور مرغوں کی فروختگی کا یہی معمول ہے کہ مرغی فارم والے اپنے گاہکوں کو زندہ مرغی یا مرغا ترازو میں تول کر ہی دیتے ہیں، مرغی یا مرغا چھوٹے جانور ہیں، اُن کے سانس کھینچتے اور نکالتے وقت وزن میں کوئی خاص فرق نہیں ہوتا، اس لیے اُن کو زندہ ترازو میں تول کر فروخت کرنا شرعاً درست ہے۔(۱)

=(۳) ما في " الفتاوى الهندية " : إذا طلق الرجل امرأته ثلاثا قبل الدخول بها وقعن عليها فإن فرق الطلاق بانت بالأولى .

(۱/۳۷۳ ، كتاب الطلاق ، الفصل الرابع في الطلاق قبل الدخول ، تبيين الحقائق : ۳/۷۱، كتاب الطلاق ، فصل في الطلاق قبل الدخول،كذا في الدر المختار مع الشامية :۴/۳۸۰ ، كتاب الطلاق ، باب طلاق غير المدخول بها)

(۴) ما في " مجمع الأنهر " : والحيلة فيه عقد الفضولي ... وكيفية عقد الفضولي أن يزوجه فضولي فأجاز بالفعل بأن ساق المهر ونحوه لا بالقول ، فلا تطلق .

(۳/۶۰ ، كتاب الطلاق ، باب التعليق ، الفتاوى الهندية : ۱/۴۱۹ ، الفصل الثاني في تعليق الطلاق ، كذا في الأشباه والنظائر : ۱/۳۵۲ ، الفن الخامس في الحيل)

(فتاویٰ قاضی:ص/۱۳۲،فتاویٰ محمودیہ:۱۳/۹۱،۹۳)

(۱) ما في " اعلاء السنن " : كل شيء لم ينص عليه الشارع أنه كيلي أو وزني يعمل في ذلك على ما يتعارفه أهل تلك البلدة ..... فتعتبر في عادة أهل كل بلدة على=

ایم سی ایکس (MCX) کمپنی سے آن لائن بزنس

مسئلہ (۱۵۰): ایم سی ایکس (MCX) نامی کمپنی جو آن لائن سامانوں کا بزنس (Business) کرتی ہے، جس میں سونا، چاندی، خام تیل وغیرہ کے سودے آن لائن ہوتے ہیں، جتنا مال خریدنا ہو اس کی دس فیصد قیمت جمع کرانے پر وہ چیزیں گاہک کے نام چڑھ جاتی ہیں، اس کو جب چاہیں بیچ بھی سکتے ہیں، اور اس مال کو گھر منگوانا ہو تو پوری قیمت جمع کرانے پر وہ مال گھر بھی آجاتا ہے، کاروبار کی یہ صورت اِس حد تک تو درست ہے- کہ آن لائن سامان خرید کر دس فیصد رقم جمع کردے، اور بقیہ رقم بعد میں ادا کر کے سامان گھر منگوالیا جائے، لیکن سامان بغیر گھر منگوائے ، یا اُن پر قبضہ کیے بغیر دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنا جائز نہیں، رسول اللہ ﷺ نے قبضہ سے پہلے بیع کو منع فرمایا ہے[1]، اور اگر بکنگ اُدھار ہو اور نقد رقم کچھ بھی نہ دی جائے، تو یہ بیع الکالی بالکالی یعنی اُدھار کی بیع اُدھار کے ذریعہ ہونے کی وجہ سے بالکلیہ ناجائز ہے۔[2]

= ما بينهم من العرف فيه .... لأن الرجوع إلى العرف جملة من القواعد الفقهية .
(۴/۵۲۹، باب اعتبار العرف في البيوع والإجارات والكيل والوزن ونحوها ، عمدة القاري : ۲۲/۱۲، باب من أجرى أمر الأمصار على ما يتعارفون بينهم في البيوع والإجارة والمكيال والوزن الخ ، تحت رقم الحديث : ۲۲۱۰)

(فتاویٰ قاضی: ص/۱۰۲، منتخبات نظام الفتاویٰ: ۱/ ۲۴۵، فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۲۷۸۲۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن ابن عباس رضي الله عنهما يقول : " أما =

....

....

....

=الذي نهى عنه النبي ﷺ فهو الطعام أن يباع حتى يقبض ، قال ابن عباس : ولا أحسب كلّ شيء إلا مثله " . (۱/۲۸٦، كتاب البيوع ، باب بيع الطعام قبل أن يقبض وبيع ما ليس عندك ، رقم الحديث :۲۱۳۵ ، مشكوة المصابيح :ص/۲۴۷، كتاب البيوع ، باب المنهي عنها من البيوع)

ما في " موسوعة فتح الملهم " : فيحرم بيع كل شيء قبل قبضه طعامًا كان أو غيره .
(۱/۳۵۰، باب بطلان بيع المبيع قبل القبض)

ما في " مجمع الأنهر " : لا يصح بيع المنقول قبل قبضه لنهيه عليه السلام عن بيع ما لم يقبض ، ولأن فيه غرر انفساخ العقد على اعتبار الهلاک .
(۳/۱۱۳ ، باب البيع الفاسد ، الهداية :۳/۷۷، كتاب البيوع ، باب التولية ، البحر الرائق :٦/۱۹۳ ، كتاب البيوع ، فصل في بيان التصرف في البيع ، تبيين الحقائق :۴/۴۳۵، كتاب البيوع ، فصل في معرفة المبيع)

(۲) ما في " مشكوة المصابيح " : عن ابن عمر أن النبي ﷺ نهى عن بيع الكالئ بالكالئ . رواه الدار قطني .
(ص/۲۴۸، كتاب البيوع ، باب المنهي عنها من البيوع ، الفصل الثاني ، رقم الحديث :۲۸٦۳ ، سنن الدارقطني :۳/٦۰ ، كتاب البيوع ، رقم الحديث : ۳۰۴۱)

ما في " مرقاة المفاتيح " : (بيع الكالئ بالكالئ) أي النسيئة بالنسيئة ... وذلک أن يشترى الرجل شيئًا إلى أجل فإذا حل الأجل لم يجد ما يقضى فيقول : بعينه إلى أجل آخر بزيادة شيء فيبيعه منه ولا يجرى بينهما تقابض .

(٦/۷٦ ، باب المنهي عنها من البيوع)
(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۲٦۹۹۱)

دومنہ والے سانپ کی خرید وفروخت یا دلالی

مسئلہ(۱۵۱): دومنہ والے سانپ کی خرید وفروخت یا اس کی دلالی جائز ہے[۱]، بشرطیکہ اس سانپ کی خرید وفروخت پر حکومت کی طرف سے پابندی نہ ہو[۲]، اور دلالی میں کچھ محنت یا کام کرنا پڑے، اور اس کی اُجرت پہلے سے طے کرلی گئی ہو۔[۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الشامية " : قوله : (كحيات) في الحاوي الزاهدي : يجوز بيع الحيات إذا كان ينتفع بها للأدوية ، وما جاز الانتفاع بجلده أو عظمه ؛ أي من حيوانات البحر أو غيرها . (۲۶۰/۷ ، باب البيع الفاسد ، مطلب في بيع دُودة القُرمُز)

ما في " الهندية " : وفي النوازل : ويجوز بيع الحيات إذا كان ينتفع بها في الأدوية ، وإن كان لا ينتفع بها لا يجوز ، والصحيح أنه يجوز بيع كل شيء ينتفع به . كذا في التتارخانية . (۱۱۴/۳ ، كتاب البيوع ، الباب التاسع فيما يجوز بيعه وما لا يجوز ، الفصل الرابع في بيع الحيوانات)

(۲) ما في " جامع الترمذی " : عن حذيفة قال : قال رسول الله ﷺ : " لا ينبغي للمؤمن أن يذلّ نفسه " . الحديث .

(۵۱/۲ ، أبواب الفتن ، باب ما جاء في النهي عن سبّ الرياح)

(۳) ما في " الشامية " : وفي الحاوي : سئل محمد بن سلمة عن أجرة السمسار فقال : أرجو أنه لا بأس به ، وإن كان في الأصل فاسدًا لكثرة التعامل ، وكثير من هذا غير جائز فجوّزوه لحاجة الناس إليه .

(۸۷/۹، كتاب الإجارة ، باب ضمان الأجير، مطلب في أجرة الدلال)=

گندا انڈا یا خراب ناریل واپس کرنا

مسئلہ (۱۵۲): اگر کسی شخص نے انڈا، ناریل وغیرہ خریدا، پھر توڑنے پر معلوم ہوا کہ وہ گندا اور بے کار ہے، اور اسے کسی کام میں نہیں لایا جا سکتا، تو دکاندار کو واپس کر کے اس کی قیمت واپس لے سکتا ہے۔[۱]

=ما في " خلاصة الفتاوى " : وفي الأصل أجرة السمسار والمنادي والحمامي والصكاك وما لا تقدير فيه للوقت ولا مقدار لما يستحق بالعقد ، لكن للناس فيه حاجة جاز ، وإن كان في الأصل فاسدًا . (۳/۱۱٦ ، كتاب الإجارات ، الفصل الثاني في صحة الإجارة وفسادها ، جنس آخر في المتفرقات الخ)

(فتاویٰ دار العلوم دیو بند، رقم الفتویٰ: ۳۱۲۸۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الهداية " : ومن اشترى بيضا أو بطيخا أو قثاء أو خيارا أو جوزا فكسره فوجده فاسدا ، فإن لم ينتفع به رجع بالثمن كله لأنه ليس بمال فكان البيع باطلا .

(۳/۲۷ ، كتاب البيوع ، باب خيار العيب ، تبيين الحقائق : ۴/۳۴۷ ، كتاب البيوع ، باب خيار العيب ، البحر الرائق : ٦/۸۹ ، كتاب البيوع ، باب خيار العيب ، فتح القدير : ٦/۳۴۲ ، كتاب البيوع ، باب خيار العيب ، الفتاوى الهندية : ۳/۸۴ ، كتاب البيوع ، الباب الثامن في خيار العيب ، مطلب كيفية الرجوع بنقصان العيب) (فتاویٰ فریدیہ: ۴/۵۰۵)

باب الربوا

سود کے مسائل

جعلی نوٹ دکاندار کو دینا

مسئلہ(۱۵۳): بسا اوقات کسی شخص کے پاس جعلی نوٹ آجاتا ہے، اُسے پتہ ہوتا ہے کہ یہ جعلی نوٹ ہے، اس کے باوجود وہ اسے آگے چلاتا ہے، اور اس سے اپنی ضرورت کی چیزیں خریدتا ہے، دکاندار کو نہیں بتاتا کہ یہ جعلی نوٹ ہے، جب کہ یہ دھوکہ دینے میں شامل ہے، اوراس پر لازم ہے کہ جس دکان سے جتنی خریداری کی اتنی صحیح رقم دکاندار کو کسی طریقہ سے ادا کردے، ظلم کوئی کرے اور بدلہ کسی اور سے لیا جائے، یہ عقلمندی وانصاف نہیں، بلکہ جس نے یہ نوٹ دیا ہے اسی کو واپس کردے۔[۱]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : رد العدليات من له بصارة على أنها زيف فليس له أن يدفع إلى من يأخذها مكان الجيدة لأنه تلبيس وغدر . كذا في القنية .

(۳٦٧/٥ ، كتاب الكراهية ، الباب السابع والعشرون في القرض والدين)

ما في " بدائع الصنائع " : وروي عن أبي يوسف أنه أنكر استقراض الدراهم المكحلة والمزيفة وكره انفاقها .... ولو كان له على رجل دراهم جياد فأخذ منه مزيفة أو مكحلة أو زيوفا أو نبهرجة أو ستوقة جاز في الحكم لأنه يجوز بدون حقه ، فكان كالحط عن حقه ، إلا أنه يكره له أن يرضى به وأن ينفقه وإن بين وقت الإنفاق لا يخلو عن ضرر العامة بالتلبيس والتدريس . (٥١٨/٦ ، كتاب القرض وركنه)=

پراپرٹی بروکر بزنس(Property broker business)

مسئلہ(۱۵۴): کچھ لوگ پراپرٹی بروکر بزنس (Property broker business) کرتے ہیں، وہ اپنے پیسے نہیں لگاتے، محض ثالثی یعنی تھرڈ پارٹی کا رول ادا کرتے ہیں، دلالی کی اجرت فی نفسہ جائز ہے، اور دلال کے لیے پراپرٹی بیچنے والے اور خریدنے والے- دونوں سے اجرت لینا جائز ہے، اس شرط کے ساتھ کہ دلال پہلے سے اپنی اجرت طے کرلے، خواہ فیصد کے طور پر یا متعینہ رقم کے طور پر[1]۔ بعض دلال پراپرٹی خریدنے والے شخص کو بیچنے والے شخص کی مقرر کردہ رقم سے زائد بتلاکر- اس سے پوری رقم وصول کرتے ہیں، اس میں سے اصل قیمت بیچنے والے شخص کو ادا کرتے ہیں، اور بقیہ خود رکھ لیتے ہیں، اس طرح حاصل ہونے والا مال، مالِ خبیث ہے، اسے اصل مالک یعنی پراپرٹی خریدنے والے کو واپس کرنا واجب ہے، اور یہ ممکن نہ ہو تو صدقہ کردینا ضروری ہے۔[2]

=ما في " رد المحتار" : وعلى هذا إذا قبض رجل دراهم على رجل وقضاها من غريمه فوجدها الغريم زيوفا فردها عليه بلا قضاء فله ردها على الأول .

(۷/۲۰۰ ، كتاب البيوع ، باب خيار العيب ، مطلب مهم قبض من غريمه دراهم فوجدها زيوفا الخ ، ط؛ بيروت) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۴۷۴۴۸)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الشامية " : وفي الحاوي : سئل محمد بن سلمة عن أجرة السمسار =

....

....

....

....

....

....

=فقال : أرجو أنه لا بأس به ، وإن كان في الأصل فاسدًا لكثرة التعامل ، وكثير من هذا غير جائز فجوّزوه لحاجة الناس إليه . (۸۷/۹، كتاب الإجارة ، باب ضمان الأجير، مطلب في أجرة الدلال، خلاصة الفتاوى :۱۱۶/۳ ، كتاب الإجارات ، الفصل الثاني في صحة الإجارة وفسادها ، جنس آخر في المتفرقات الخ ، الفتاوى الهندية : ۴۵۰/۴ ،كتاب الإجارة ، مطلب الاستئجار على الأفعال المباحة ، المبسوط للسرخسي :۱۲۸/۱۵ ، كتاب الإجارات ، باب السمسار)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : وأما الدلال فإن باع العين بنفسه بإذن ربها فأجرته على البائع وإن سعى بينهما وباع المالک يعتبر العرف . در مختار . وفي الشامية : قوله : (يعتبر العرف) فتجب الدلالة على البائع أو المشتري أو عليهما بحسب العرف . (۹۳/۷، مطلب فساد المتضمن يوجب فساد المتضمن ، بيروت)

(۲) ما في " بذل المجهود " : صرّح الفقهاء بأن من اكتسب مالا بغير حق ، فأما أن يكون كسبه بعقد فاسد ، كالبيوع الفاسدة والاستئجار على المعاصي والطاعات ، أو بغير عقد كالسرقة والغصب والخيانة والغلول ، ففي جميع الأحوال المال الحاصل له حرام عليه ، ولكن إن أخذه من غير عقد ولم يملكه يجب عليه أن يرده على مالكه إن وجد المالک ، وإلا ففي جميع الصور يجب عليه أن يتصدق بمثل تلک الأموال على الفقراء . (۳۵۹/۱ ، كتاب الطهارة ، باب فرض الوضوء ، تحت رقم الحديث : ۵۹) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۲۸۵۲۵)

موبائل کمپنی سے ادھار بیلنس منگوانا

مسئلہ (۱۵۵): بسا اوقات کسی شخص کے موبائل فون کا بیلنس ختم ہوجاتا ہے، تو وہ کمپنی کی طرف سے بیلنس لون منگواتا ہے، جس کی کٹوتی میں کمپنی کچھ زائد پیسے بطورِ ٹیکس چارج کرتی ہے، شرعاً اِن زائد پیسوں پر سود کی تعریف صادق نہیں آتی، کیوں کہ یہ حقیقت میں اُدھار کی وجہ سے کال ریٹ کا بڑھانا ہے، جو بلا شبہ جائز ہے[1]، ہاں! اگر کمپنی بشکل کرنسی اپنے کسٹمر کو لون دیتی اور پھر اُس سے زائد پیسے وصول کرتی، تو زائد کرنسی سود ہوتی، کیوں کہ زیادتی اس وقت سود ہوتی ہے جب دونوں عوض ایک جنس کے ہوں، اور اگر دونوں عوض الگ الگ جنس کے ہوں، تو زیادتی سود نہیں ہوتی۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الهداية " : ألا يُرى أنه يزاد في الثمن لأجل الأجل .

(۵۸/۳ ، كتاب البيوع ، باب المرابحة والتولية ، رد المحتار :۳۶۱/۷ ، كتاب البيوع ، باب المرابحة والتولية ، ط؛ بيروت)

ما في " مجمع الأنهر " : ويصح البيع بثمن حال ومؤجل بأجل معلوم .

(۱۳/۳ ، كتاب البيوع)

(۲) ما في " صحيح البخاري " : عن أبي بكرة رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " لا تبيعوا الذهب بالذهب إلا سواء بسواء ، والفضة بالفضة إلا سواء بسواء ، وبيعوا الذهب بالفضة ، والفضة بالذهب كيف شئتم " .

(۲۹۰/۱ ، كتاب البيوع ، باب بيع الذهب بالذهب ، رقم الحديث : ۲۱۷۵)=

موبائل کمپنی کے فیل سسٹم سے فری کال کرنا

مسئله(۱۵۶): کبھی ایسا ہوتا ہے کہ موبائل کمپنی کا سسٹم کسی تکنیکی خرابی کی وجہ سے فیل ہوجاتا ہے، اور کال فری ہوجاتی ہے، ایسے موقع پر ہر شخص کی خواہش ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ فری بات کرلوں، اور وہ اسے سنہری موقع قرار دیتا ہے، اور یہ بھی کہتا ہے کہ ''گنگا بہہ رہی ہے، ہاتھ دھولو'' -شرعاً یہ رویہ درست نہیں ہے، کیوں کہ سسٹم فیل ہونے کی صورت میں جان بوجھ کر فری کال کرنا - ناجائز فائدہ اُٹھانا ہے، جس کی شرعاً اجازت نہیں [1]، ہاں! اگر کسی نے لاعلمی میں یا ضرورۃً کرلیا، تو جتنی دیر بات کی، اتنی رقم کسی ذریعہ سے کمپنی کو واپس کردے، جس کے لیے یہ صورت اپنائی جاسکتی ہے کہ جتنی رقم کے بقدر بات چیت کی، اتنی رقم کا واؤچر خرید کر اسے پھاڑ دے، استعمال نہ کرے۔[2]

=ما في " الهداية " : الربوا محرم في كل مكيل أو موزون إذا بيع بجنسه متفاضلا .
(۳/ ۶۱، باب الربوا)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : وشرعًا فضل خال عن عوض بمعيار شرعي مشروط لأحد المتعاقدين في المعاوضة ، وعلته أي علة تحريم الزيادة القدر مع الجنس ، فإن وجدا حرم الفضل والنساء ، وإن عدما حلا ، كهروي بمرويين لعدم العلة فبقى على أصل الإباحة .
(۷/ ۳۹۸ – ۴۰۴ ، كتاب البيوع ، باب الربا ، ط؛ بيروت)
(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۴۰۰۱۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يا أيها الذين اٰمنوا لا تأكلوا أموالكم بينكم =

....

....

....

....

....

....

=بالباطل إلا أن تكون تجارة عن تراض منكم﴾ . (سورة النساء : ۲۹)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : نهى لكل أحد عن أكل مال نفسه ومال غيره بالباطل ، وأكل مال نفسه بالباطل انفاقه في معاصي الله ، وأكل مال الغير بالباطل قد قيل فيه وجهان : أحدهما ما قال السدي : وهو أن يأكل بالربا والقمار والبخس والظلم . (۲/۲۱۶ ، باب التجارات وخيار البيع)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي حرة الرقاشي عن عمه قال : قال رسول الله ﷺ : " ألا لا يحل ، ألا لا تظلموا مال امرئ إلا بطيب نفسه منه " . رواه البيهقي في شعب الإيمان والدار قطني في المجتبى .

(ص/۲۵۵ ، كتاب الغصب والعارية ، الفصل الثاني ، رقم الحديث : ۲۹۴۶)

ما في " درر الحكام " : لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك الغير بلا إذنه .

(۱/۹۶ ، رقم المادة : ۹۶)

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : الأصل أن المستحق بجهة إذا وصل إلى المستحق بجهة أخرى اعتبروا أصلا بجهة مستحقة إن وصل إليه من المستحق عليه.

(۷/۲۱۵ ، كتاب البيوع ، مطلب رد المشتري فاسد إلى بائعه)

ما في " الفتاوى الهندية " : كل حيلة يحتال بها الرجل ليتخلص بها عن حرام أو ليتوصل بها إلى الحلال فهي حسنة . (۶/۳۹۰ ، كتاب الحيل ، الفصل الأول في بيان جواز الحيل وعدم جوازها) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۴۹۷۶)

''جوا'' سے حاصل ہونے والی رقم

مسئلہ (۱۵۷): اگر کسی آدمی نے لاعلمی میں ''جوا'' کھیلا، اور اس سے کوئی رقم حاصل کر کے- اس کو استعمال بھی کرلیا، تو اس حرام رقم کے استعمال کے وبال سے نجات اور چھٹکارے کا طریقہ یہ ہے کہ جتنی رقم ''جوا'' سے حاصل کر کے اسے استعمال کرلیا تھا، اتنی حلال رقم اپنے پاس سے بلانیتِ ثواب؛ فقراء ومساکین پر صدقہ کردے، اور آئندہ کے لیے ناجائز اُمور سے مکمل طور پر احتراز بھی کرے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يا أيها الذين اٰمنوا إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطٰن فاجتنبوه لعلكم تفلحون﴾ . (سورة المائدة : ۹۰)

ما في " بذل المجهود " : صرّح الفقهاء بأن من اكتسب مالا بغير حق ، فإما أن يكون بعقد فاسد كالبيوع الفاسدة ...... أو بغير عقد كالسرقة والغصب والخيانة والغلول ، ففي جميع الأحوال المال الحاصل له حرام عليه ...... ففي جميع الصور يجب عليه أن يصتدق بمثل تلك الأموال على الفقراء . (۱/۳۵۹ ، كتاب الطهارة ، باب فرض الوضوء ، تحت رقم الحديث : ۵۹)

ما في " رد المحتار " : لو مات الرجل وكسبه من بيع الباذق أو الظلم أو أخذ الرشوة يتورّع الورثة ولا يأخذون منه شيئًا ، وهو أولى بهم ويردونها على أربابها إن عرفوهم ، وإلا تصدقوا بها ، لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه . (۹/۵۵۳، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع)

(فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ: ۸۱۱۵)

فکس یا کرنٹ اکاؤنٹ میں رقم جمع کرنا

مسئلہ (۱۵۸): بینک کے فکس سودی اکاؤنٹ میں رقم رکھنا شرعاً جائز نہیں ہے، اگر چہ یہ نیت ہو کہ جو زائد رقم ملے گی اسے بلانیتِ ثواب فقراء پر صدقہ کردوں گا، کیوں کہ فکس سودی اکاؤنٹ میں رقم رکھنا سودی معاملہ ہے، جو شرعاً حرام ہے (۱)، اور حرام کام حُسنِ نیت سے یعنی؛ اس نیت سے کہ زائد ملنے والی رقم بلانیتِ ثواب صدقہ کردیں گے، جائز ومباح نہیں ہوتا، البتہ اگر کسی شخص نے لاعلمی میں رکھ دیا، اور اس پر اسے زائد رقم ملی، تو اسے اپنی پونجی استعمال میں لانا جائز ہے، اور زائد رقم بینک سے لے کر بلانیتِ ثواب فقراء ومساکین پر صدقہ کرنا ضروری ہے (۲)۔ اگر کوئی حفاظت کی غرض سے رقم رکھوانا چاہے، تو سب سے بہتر اور بے غبار صورت یہ ہے کہ ''لاکر'' میں رکھوائے، البتہ کرنٹ اکاؤنٹ میں رکھوانے کی بھی گنجایش ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿أحل الله البيع وحرم الربوا﴾ . (البقرة : ۲۷۵)

ما في " سنن ابن ماجة " : عن عبد الله بن مسعود : " أن رسول الله ﷺ لعن آكل الربوا وموكله وشاهديه وكاتبه " . (ص/۱۶۵ ، باب التغليظ في الربوا ، قديمي)

وفيه أيضًا : عن أبي هريرة رضی الله تعالى عنه قال : قال رسول الله ﷺ: " الربوا سبعون حوباً ، أيسرها أن ينكح الرجل أمه " . (ص/۱۶۴ ، باب التغليظ في الربوا)

(۲) ما في " الموسوعة الفقهية " : ما يكسبه المقامر هو كسب خبيث ، وهو من المال الحرام مثل كسب المخادع والمقامر ، والواجب فى الكسب الخبيث=

بینک کے سود کا مصرف

مسئلہ (۱۵۹): حضرات فقہاء کرام نے مالِ حرام مثلاً بینک کے سود کے دو مصرف بتائے ہیں: ایک یہ کہ مالِ حرام جہاں سے آیا ہے وہیں واپس کردیا جائے، لیکن اس اصول کو اختیار کرنے کی صورت میں ہماری سودی رقم کو اَغیار، اسلام دشمنی کے کاموں میں لگا دیتے ہیں، اس لیے دوسرے مصرف میں یہ رقم صرف کی جائے، یعنی مالِ حرام کے وبال سے بچنے کے لیے بلانیتِ ثواب بہت زیادہ غریب ومحتاج، پریشان حال مقروض، یا لُٹے پِٹے لوگوں پر صدقہ کردی جائے[1]، خود اپنے یا مسجد کے بیت الخلاء کی تعمیر میں، اسی طرح اپنے یا مسجد وعیدگاہ کے مقدمہ میں، یا پھر رفاہِ عام کے کاموں میں خرچ کرنا جائز نہیں، راجح قول یہی ہے، کیوں کہ مالِ حرام کا غریبوں پر تصدُّق واجب ہے، اور تصدُّق میں کسی غریب کو دے کر اسے مالک بنانا ضروری ہوتا ہے، رفاہِ عام کے کاموں میں

= تفریغ الذمة منه برده إلى أربابه إن علموا ، وإلا إلى الفقراء . (۳۹/۴۰۷ ، الميسر)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب رده عليهم ، وإلا فإن علم عين الحرام لا يحل له ، ويتصدق به بنية صاحبه .

(۷/ ۳۰۱ ، كتاب البيوع ، مطلب فيمن ورث مالا حراما)

ما في " بذل المجهود " : صرح الفقهاء بأن من اكتسب مالاً بغير حق ، فأما إذا كان عند رجل مال خبيث ، فأما إن ملكه بعقد فاسد ، أو حصل له بغير عقد ولا يمكنه أن يرده إلى مالكه ، ويريد أن يدفع مظلمة عن نفسه ، فليس له حيلة إلا أن يدفعه إلى الفقراء . (۱/ ۳۵۹ ، كتاب الطهارة) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ: ۸۰۳۸)=

خرچ کرنے کی صورت میں مالک بنانے کی صورت نہیں پائی جاتی۔ (۲)

ادھار فروخت کرنے کی ایک صورت

مسئلہ (۱۶۰): کسی چیز کو ادھار فروخت کرنے کی صورت میں اسے اس کی نقد قیمت میں اضافہ کرکے فروخت کرنا جائز ہے، بشرطیکہ فروخت کے وقت ایک شق متعین کر لی جائے، مثلاً گاہک یہ کہے کہ میں قیمت کی ادائیگی ساٹھ دن کے بعد مثلاً ۲۰۰/روپئے فی کلو کے حساب سے کروں گا، اور اگر معاملہ مبہم رکھا

الحجة على ما قلنا :

=(١) ما في " بذل المجهود " : صرّح الفقهاء بأن من اكتسب مالا بغير حق .... إن أخذه من غير عقد ولم يملكه يجب عليه أن يرده على مالكه إن وجد المالك ، وإلا ففي جميع الصور يجب عليه أن يتصدق بمثل تلك الأموال على الفقراء ...... وأما إذا كان عند رجل مال خبيث فاما إن ملكه بعقد فاسد أو حصل له بغير عقد ولا يمكنه أن يرده إلى مالكه ، ويريد أن يدفع مظلمته عن نفسه فليس له حيلة إلا أن يدفعه إلى الفقراء . (٣٥٩/١ ، كتاب الطهارة ، باب فرض الوضوء ، تحت رقم : ٥٩ ، رد المحتار : ٤٧٠/٩ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع)

(٢) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : ويشترط أن يكون تمليكا لا يصرف إلى بناء مسجد وكفن ميت وقضاء دينه . تنوير. وفي الشامية : قال الشامي رحمه الله تعالى : قوله : (نحو مسجد) كبناء القناطير والسقايات واصلاح الطرقات وكرى الأنهار والحج والجهاد وكل ما لا تمليك فيه . زيلعي .

(٢٩١/٣ ، كتاب الزكاة ، باب المصرف ، الفتاوى الهندية : ١٨٨/١، كتاب الزكاة ، الباب السابع في المصارف) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۳۱۳۰۷)

گیا، یا اس طرح معاملہ کیا کہ اگر میں نے قیمت ۳۰/ دن کے اندر ادا کی، تو ۱۷۵/ روپئے فی کلو کے حساب سے دوں گا، اور اگر ساٹھ دن کے بعد ادا کی، تو ۲۰۰/ روپئے فی کلو کے حساب سے دوں گا، تو یہ صورت جائز ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " المبسوط للسرخسي " : وإذا عقد العقد على أنه إلى أجل كذا بكذا ، وبالنقد بكذا ، أو إلى شهرين بكذا فهو فاسد لأنه لم يعاطه بثمن معلوم ...... فإن كان يتراضيان بينهما ولم يتفرقا حتى قاطعه على ثمن معلوم وأتما العقد عليه فهو جائز .
(۱۳/ ۹، باب البيوع الفاسد)

ما في " الهداية " : والأثمان المطلقة لا تصح إلا أن تكون معروفة القدر والصفة ... . ويجوز البيع بثمن حال ومؤجل إذا كان الأجل معلوما .... لأن الجهالة فيه مانعة عن التسليم الواجب بالعقد . (۳/ ۲۶ ، كتاب البيوع)

ما في " جامع الترمذى " : عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : " نهى رسول الله ﷺ عن بيعتين في بيعة " . قال الإمام الترمذي : وقد فسّر بعض أهل العلم ، قالوا : بيعتين في بيعة أن يقول : أبيعک هذا الثوب بنقد بعشر وبنسيئة بعشرين ، ولا يفارقه على أحد البيعين ، فإذا فارقه على أحدهما ، فلا بأس إذا كانت العقدة على واحد منهما . (۱/ ۲۳۳ ، باب النهي عن بيعتين) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۲۴۲۸۶)

جعلی بل کے ذریعہ میڈیکل اخراجات لینا

مسئلہ (۱۶۱): بعض کمپنیاں اپنے ملازمین کو میڈیکل کے اخراجات دیتی ہیں، جس کے لیے ملازمین کو میڈیکل اخراجات کے بل جمع کرانے ہوتے ہیں، تو بعض ملازمین کبھی تو جعلی بل اور کبھی اصل اخراجات سے زائد بل بنوا کر جمع کرتے ہیں، کمپنی کے اکاؤنٹس ڈپارٹمنٹ کے علم میں بھی یہ باتیں ہوتی ہیں، مگر وہ اس پر کوئی اعتراض نہیں کرتے، یاد رکھیں! اس طرح کرنا بلاشبہ جھوٹ اور دھوکہ دہی اور دوسرے کے مال کو باطل طریقے سے کھانا ہے، جو شرعاً ناجائز وحرام ہے، بلکہ کمپنی کو واپس لوٹانا لازم ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل﴾ . (سورة البقرة:۱۸۸)

ما في " تفسير المظهري " : ﴿ولا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل﴾ كالدعوى الزور والشهادة بالزور أو الحلف بعد إنكار الحق أو الغصب والنهب والسرقة والخيانة أو القمار وأجرة المغني ومهر البغي وحلوان الكاهن وعسب التيس والعقود الفاسدة أو الرشوة وغير ذلک من الوجوه التي لا يبيحه الشرع . (۱/۲۳۶)

ما في " شرح المجلة " : لا يجوز لأحد أن يأخذ مال أحد بلا سبب شرعي ، أي لا يحل في كل الأحوال عمدا أو خطأ أو نسيانا ، جدا أو لعبا أن يأخذ أحد مال أحد ، بوجه لم يشرعه الله تعالى ولم يبحه ، لأنه حقوق العباد محترمة لا تسقط .... يجب عليه ردّه قائمًا أو مثله أو قيمته هالكاً . اهـ . (ص/۲۶۴ ، ۲۶۵)

(فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ: ۱۶۷۷۵)

کتاب الإجارة

کرایہ داری کے مسائل

جعلی کاغذات واَسناد کے ذریعہ ملازمت حاصل کرنا

مسئلہ (۱۶۲): جعلی کاغذات واَسناد حاصل کرکے ملازمت حاصل کرنا، بلاشبہ گناہ، جھوٹ اورفعلِ حرام ہے،تاہم اس طرح کے کاغذات دکھا کر اگرکوئی ملازمت حاصل کرلے اور وہ مطلوبہ کام کی پوری صلاحیت رکھنے کے ساتھ ساتھ اسے پوری ذمہ داری کے ساتھ انجام بھی دے سکتا ہو،تو ایسی صورت میں اس ملازمت سے حاصل ہونے والی آمدنی اس کے لیے حلال ہوگی، ورنہ نہیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح مسلم " : عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ قال: " من حمل علينا السلاح فليس منا ، ومن غشّنا فليس منا " .

(۱/۷۰، كتاب الإيمان ، باب قول النبي ﷺ من غشنا فليس منا ، جامع الترمذي: ۱/۲۴۵، كتاب البيوع ، باب ما جاء في كراهية الغش في البيوع)

ما في " النتف في الفتاوى " : والإجارة لا تخلو من وجهين ؛ إما أن تقع على وقت معلوم أو على عمل معلوم ، فإن وقعت على عمل معلوم فلا تجب الأجرة إلا بإتمام العمل . (ص/۳۳۸ ، كتاب الإجارة ، معلومية الوقت والعمل)

ما في " الهداية " : الأجرة لا تجب بالعقد وتستحق بأحد معان ثلاثة : إما بشرط التعجيل أو بالتعجيل من غير شرط أو باستيفاء المعقود عليه . (۳/۲۷۸، باب الأجر متى يستحق) (کتاب الفتاویٰ:۵/۳۹۳، فتاویٰ حقانیہ: ۶/۲۴۷، احسن الفتاویٰ: ۸/۱۹۸، فتاویٰ بنوریہ،رقم الفتویٰ:۱۵۰۴۶)

جماعت میں جانے والے امام کی تنخواہ

مسئلہ (۱۶۳): اگر کسی مسجد کا امام ؛ چلہ، چار ماہ یا سال کے لیے جماعت میں نکل جائے، اور جماعت میں جانے سے متعلق امام صاحب سے کوئی بات پہلے سے طے نہ ہو، یعنی تنخواہ دی جائے گی یا نہیں؟ تو امام تنخواہ کا حقدار نہیں ہوگا، کیوں کہ اس نے نماز پڑھانے کا عمل نہیں کیا، اب اگر ان کی جگہ عارِضی طور پر کسی دوسرے امام کو رکھا گیا، اور اس کی تنخواہ مقرر کی گئی تو یہ عارِضی امام اپنی مقررہ تنخواہ کا ہی حقدار ہوگا، نہ کہ اصلی امام کی تنخواہ کا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " جامع الترمذي " : " المسلمون عند شروطهم إلا شرطاً حرم حلالا أو أحلّ حراماً ". (۱/ ۲۵۱ ، باب ما ذكر عن النبي ﷺ في الصلح بين الناس ، صحيح البخاري : ۱/ ۳۰۳ ، باب أجرة السمسرة)

(۲) ما فی " درر الحكام شرح مجلة الأحكام " : الأجير الخاص يستحق الأجرة إذا كان في مدة الإجارة حاضراً للعمل ، ولا يشترط عمله بالفعل ولكن ليس له أن يمتنع عن العمل ، وإذا امتنع لا يستحق الأجرة . (۱/ ۴۵۸ ، المادة : ۴۲۵)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : (والثاني) وهو الأجير (الخاص) ويسمى أجير واحدٌ (وهو من يعمل لواحد عملاً مؤقتاً بالتخصيص ويستحق الأجر بتسليم نفسه في المدة وإن لم يعمل كمن استؤجر شهراً للخدمة أو) شهراً (لرعي الغنم) المسمى بأجرٍ مسمى .... وليس للخاص أن يعمل لغيره ، ولو عمل نقص من أجرته بقدر ما عمل . (۹/ ۹۴-۹۶ ، باب ضمان الأجير) (فتاویٰ دار العلوم، رقم الفتویٰ: ۵۰۰۵۹)

قرض وصول کرا کے دینے والے کی اجرت

مسئلہ (۱۶۴): بسا اوقات کسی کے ذمہ کسی کا کوئی قرض ہوتا ہے، اور وہ اس قرض کی ادائیگی پر قادر بھی ہوتا ہے، مگر ادا نہیں کرتا، ٹال مٹول کرتا رہتا ہے، تو قرض خواہ (قرض دینے والا) کسی سے یہ کہتا ہے کہ فلاں شخص کے پاس میری اتنی رقم پھنسی ہوئی ہے، اور وہ ادائیگی کا نام بھی نہیں لیتا، اگر آپ میری یہ رقم وہاں سے نکال دوگے، تو میں آپ کو اجرت ومحنتانہ کے طور پر مثلاً؛ دس ہزار روپئے دوں گا، اس طرح کا معاملہ شرعاً صحیح ہے، بشرطیکہ اجرت ومحنتاہ میں دی جانے والی رقم کی ادائیگی، حاصل ہونے والی قرض کی رقم سے طے نہ ہو، بلکہ اپنی صواب دید سے اپنی جس رقم سے چاہے، اس کی اجرت دا کرے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : والأصل في ذلك نهيه ﷺ عن قفيز الطحان وقدمناه في بيع الوفاء ، والحيلة أن يفرز الأجر أولا ، أو يسمى قفيزا بلا تعيين ثم يعطيه قفيزا منه فيجوز . (۹/۷۹ ، باب الإجارة الفاسدة ، مطلب تحريم مهم في عدم جواز الاستئجار على التلاوة والتهليل الخ)

ما في " البحر الرائق " : والحيلة في جوازه أن يشترطا قفيزا مطلقا فإذا عمل استحق الأجرة . (۸/۴۱ ، باب الإجارة الفاسدة)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۴۳۹۸۱)

نمازِ جنازہ کی امامت پر اجرت

مسئلہ (۱۶۵): متقدمین فقہاء کے نزدیک عبادات پر اجرت لینا جائز نہیں، لیکن متأخرین فقہاء نے ضرورت کی وجہ سے بعض طاعات مثلاً: امامت، اذان اور تعلیمِ قرآن وفقہ وغیرہ پر اجرت لینے کو جائز قرار دیا ہے، نمازِ جنازہ کی امامت اس میں شامل نہیں ہے، لہٰذا نمازِ جنازہ کی امامت پر اجرت لینا جائز نہیں، اور ایسے موقع پر ہدیہ بھی بظاہر اجرت ہی کے حکم میں ہے، اس لیے اس ہدیہ کا لینا دینا بھی درست نہیں ہوگا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : وقد اتفقت كلمتهم جميعًا على التصريح بأصل المذهب من عدم الجواز ، ثم استحسنوا بعده ما علمته ، فهذا دليل قاطع وبرهان ساطع على أن المفتى به ليس هو جواز الاستئجار على كل طاعة ، بل على ما ذكروه فقط مما فيه ضرورة ظاهرة تبيح الخروج عن أصل المذهب من طروّ المنع .

(۹/۷٦ ، كتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة ، مطلب تحريم مهم في عدم جواز الاستئجار على التلاوة والتهليل ونحوهه مما لا ضرورة عليه)

(فتاویٰ دار العلوم دیو بند، رقم الفتویٰ: ۴۷۹۲۳)

کتاب الوکالۃ

وکالت کے مسائل

وکیل کا صدقہ کی رقم سے کسی کی امداد کرنا

مسئلہ (۱٦٦): اگر کسی شخص کو کسی نے کوئی رقم دی کہ بکرا خرید کر مستحقین کو صدقہ کردے، تو وکیل پر بکرے کا صدقہ کرنا ضروری ہے(۱)، البتہ اگر وہ اپنے مؤکل سے اجازت لے لے کہ میں اس رقم سے کسی کی امداد بھی کرسکتا ہوں، اور وہ اجازت دیدے، تو پھر بکرے کا صدقہ کرنا لازم نہ ہوگا، بلکہ اس رقم سے امداد کرنا بھی جائز ہوگا۔(۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : الوكالة الخاصة هي ما كان إيجاب المؤكل فيها خاصًا بتصرف معين ، كأن يؤكل إنسان آخر في أن يبيع له سلعة معينة ، وفي هذه الحالة لا يجوز للوكيل أن يتصرف إلا فيما وكل به باتفاق الفقهاء .

(۴۵/۲٦ ، ۲۷ ، وكالة ، الوكالة الخاصة)

ما في " بدائع الصنائع " : لأن الوكيل يتصرف بولاية مستفادة من قبل المؤكل فيملك قدر ما أفاده . (۵/۲۹ ، كتاب الوكالة ، بيان حكم التوكيل)

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وللوكيل أن يدفع لولده الفقير وزوجته لا لنفسه إلا إذا قال ربها : ضعها حيث شئت . (۳/۱۸۸، ۱۸۹ ، كتاب الزكاة ، مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاءً ، البحر الرائق : ۲/۳٦۹ ، كتاب الزكاة)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۴٦۵٦۲)

کتاب الهبة

ہبہ کے مسائل

ادارہ کی طرف سے ملازم ومزدور کا علاج بطورِ ہمدردی

مسئلہ (۱۶۷): بعض لوگ پرائیویٹ فیکٹری یا اداروں میں مزدوری یا ملازمت کرتے ہیں، مثلاً تعمیری کام، یا بڑھئی کا کام کرتے ہیں، یا روٹی بنانے والی مشین میں گوندھے ہوئے آٹے کو ڈالنے کا کام کرتے ہیں، یا مشین کے ذریعہ آٹا گوندھتے ہیں وغیرہ، بسا اوقات اس طرح کے ملازمین کسی حادثے کا شکار ہوجاتے ہیں، جیسے دیوار یا چھت گرگئی اور مزدور ہلاک ہوگیا، یا مشین میں ہاتھ چلا گیا اور انگلیاں یا پورا ہاتھ کٹ گیا وغیرہ، ایسی صورت میں فیکٹری یا ادارہ کے ذمہ داران انسانی ہمدردی کی بنیاد پر ملازم کا علاج کرتے ہیں، یا اسے کچھ نقد دیتے ہیں، جو ان کی طرف سے محض تبرع واحسان ہے، کیوں کہ مزدور یا ملازم اس طرح کی حادثاتی صورت میں بطورِ ضمان وتاوان کسی رقم کا مستحق وحقدار نہیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ''تكملة فتح الملهم'' : قوله : '' والمعدن جبار '' قال الحافظ في الفتح: فلوحفر معدنا في ملكه أو في موات فوقع فيه شخص فمات فدمه هدر ، وكذا لو استأجر أجيرًا يعمل له فانهار عليه فمات ، ويلتحق بالبئر والمعدن في ذلک كل أجير على عمل كمن استوجر على صعود نخله فسقط منها فمات . =

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

=(۵۲۵/۲، کتاب الحدود ، باب جرح العجماء والمعدن والبئر جبار ، تحت رقم الحديث :۴۳۲۷ ، فتح الباري :۳۱۹/۱۲ ، كتاب الديات ، باب المعدن جُبار والبئر جُبار ، تحت رقم الحديث :۶۹۱۲)

ما في " بذل المجهود " : (والمعدن جُبار) أي إذا حفر حفيرة لاستخراج المعدن فوقع فيه انسان فهو هدر . (والبئر جبار) أي إذا حفر البئر في ملكه فسقط فيه أحد فهو هدر ...... وقد يتأول أيضًا عن البئر تكون بالوادي يحفرها الإنسان فيُحييها بالحفر والإنباط ، فيتردى فيها انسان فيكون هدرًا ، والمعدن ما يستخرجه الإنسان من معدن الذهب والفضة ونحوهما فيستأجر قومًا يعملون فيها فربما انهارت على بعضهم فهو هدر . (۱۲/۲۹۶، ۲۹۷، كتاب الديات ، باب في الدابة تَنفَحُ برِجلها ، تحت رقم الحديث : ۴۵۹۰) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۲۱۶۷۹)

کتاب العاریة

عاریت کے مسائل

عاریت پردی گئی چیز ہلاک ہوجائے

مسئلہ(۱۶۸): اگر کسی شخص نے کسی کی کوئی چیز ایک متعین وقت تک کے لیے عاریت پرلیا، اور اُس متعینہ وقت کے گزرنے پراُس نے اُس کو واپس نہ کیا، یہاں تک کہ وہ چیز ضائع ہوگئی، تو عاریت پر لینے والے شخص پراُس کا ضمان لازم ہوگا۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : وفي فتاوی القاضي ظهير الدين : إذا كانت العارية مؤقتة بوقت فأمسكها بعد الوقت فهو ضامن ، ويستوى فيه أن تكون العارية مؤقتة نصًا أو دلالة ، حتى أن من استعار قدومًا ليكسر الحطب فكسره وأمسک حتى هلک يضمن . (۱۲/۷/ ۵ ، كتاب العارية ، بيروت)

ما في " بدائع الصنائع " : وكذلک لو قيدها بالزمان بأن قال : على أن يستعملها يومًا يبقى مطلقًا فيما وراءه ، لكنه يتقيد بالزمان ، حتى لو مضى اليوم ولم يردها على المالک حتى هلكت يضمن . (۳۷۷/۸ ، كتاب العارية ، قبيل فصل في صفة الحكم)

ما في " البحر الرائق " : وإذا قيدها بوقت فهي مطلقة إلا في حق الوقت حتى لو لم يردّها بعد مضي الوقت مع الإمكان ضمن إذا هلكت ، سواء استعملها بعد الوقت أو لا . (۷/۴۷۹ ، ۴۸۰ ، كتاب العارية ، الفتاوى الهندية: ۴/۳۶۷ ، الباب الخامس في تضييع العارية وما يضمنه المستعير وما لا يضمن)

ما في " المبسوط للسرخسي " : وإن استعار الدابة يومًا إلى الليل ولم يسم=

دوسرے کی کتاب گم ہوجائے

مسئلہ (۱۶۹): اگر کسی شخص نے کسی دوسرے سے کوئی کتاب وغیرہ مطالعہ کے لیے لیا، پھر مالک کے مطالبہ پر وہ کتاب کو اپنے پاس نہ پائے، اور وہ ایسا بھولا کہ اُس کو یاد نہیں کہ اُس نے واپس کیا یا نہیں، یا کسی اور نے اُس سے مطالعہ کے لیے لیا ہے، یا وہ ضائع ہوگئی، تو اس پر اس کا ضمان لازم ہوگا۔[1]

= ما يحمل عليها لم يضمن إذا هلكت ، لأنه قبضها بإذن صحيح ، ولكن إن أمسكها بعد مضي اليوم فهو ضامن لها ، لأنه لما وقّت فقد بين أنه غير راض بقبضه إياها فيما وراء المدة ، فإذا أمسكها بعد مضي المدة كان ممسكا لها بغير رضا صاحبها فيضمنها كما في المودع إذا طولب بالرد فلم يرد حتى هلكت ...... وهنا مؤنة الرد على المستعير فإذا أمسكها بعد مضي المدة فقد وجد منه الامتناع من الرد المستحق عليه وذلك موجب ضمان المستعار عليه . (۱۴۷/۱۱)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۱۵/ ۲۰۷، ۲۰۸)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : بخلاف قوله : لا أدري أضاعت أم لم تضع، أولا أدري وضعتها أو دفنتها في داري أو موضع آخر فإنه يضمن . (۴۹۴/۱۲، كتاب الإيداع ، مطلب مودع الغاصب لو استهلكها لا يرجع على الغاصب الخ)

ما في " الفتاوى الهندية " : استعار كتابًا فضاع فجاء مالكه فلم يخبر بالضياع ووعد بالرد ، ثم أخبره بالضياع إن لم يكن آيسًا من وجوده لا ضمان ، وإن كان آيسًا من وجوده يضمن ، وقال الصدر الشهيد : هذا التفصيل خلاف ظاهر الرواية ، فإنه إذا وعده الرد ثم ادعى الضياع يضمن للتناقض إذا كان دعوى الضياع قبل الوعد ، وبه يفتى . كذا في الوجيز للكردري . (۳۷۱/۴ ، الباب السابع في استرداد العارية =

کتاب الحظر والإباحة

مباح وممنوع چیزوں سے متعلق مسائل

رخصت ہوتے وقت سلام ومصافحہ

مسئلہ (۱۷۰): رخصت ہوتے وقت سلام ومصافحہ سنت ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''جب تم کسی مجلس میں آؤ تو لوگوں کو سلام کرو، اور جب واپس ہونے لگو تو پھر دوبارہ لوگوں کو سلام کرو، اس لیے کہ واپسی کے وقت سلام کرنا پہلی ملاقات کے وقت سلام کرنے سے افضل ہے۔''(۱)

آج کل بہت سے لوگ اِس سنت پر عمل کرنے کی بجائے، واپسی کے وقت خدا حافظ، اللہ حافظ، بائے بائے، ٹاٹا، پھر ملیں گے- وغیرہ- الفاظ کا استعمال کرتے ہیں، جو خلافِ سنت ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں آپ ﷺ کی سنتوں پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (۲)

=وما يمنع من استردادها ، كذا في الفتاوى الولوالجية :۳/۱۹،۲۰ ، كتاب العارية ، الفصل الأول فيما يضمن المستعير وفيما لا يضمن)

ما في '' رد المحتار '' : ثم نقل في العمادية بعدها : ولو قال : لا أدري أضيعتها أم لم أضيع يضمن ، لأنه نسب الإضاعة إلى نفسه فكان ذلک تعديًا منه كما يأتي قريبًا .... . ولو قال وضعتها في مكان حصين فنسيت الموضع ضمن لأنه جهل الأمانة كما لو مات مجهلا . (۱۲/ ۴۹۳ ، كتاب الإيداع ، مطلب مودع الغاصب لو استهلكها الخ)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۵/ ۲۰۸)=

....

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " سنن أبى داود " : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " إذا انتهى أحدكم إلى المجلس فليسلّم ، فإذا أراد أن يقوم فليسلّم ، فليست الأولى بأحقّ من الآخرة " . (ص/۷۰۷، كتاب الأدب ، أبواب السلام ، باب في السلام إذا قام من المجلس ، رقم الحديث :۵۲۰۸ ، جامع الترمذى :۲/۱۰۰، أبواب الاستيذان والآداب عن رسول الله ﷺ ، باب التسليم عند القيام والقعود)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي أمامة أن رسول الله ﷺ قال : " .... وتمام تحياتكم بينكم المصافحة " . رواه أحمد والترمذي وضعفه .

(ص/۴۰۲ ، كتاب الآداب ، باب المصافحة والمعانقة ، الفصل الثالث ، رقم الحديث : ۴۶۸۱ ، جامع الترمذى :۲/۱۰۲، أبواب الاستيذان والآداب عن رسول الله ﷺ ، باب ما جاء في المصافحة)

ما في " الشامية " : عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده عن رسول الله ﷺ :"إذا أتيتم المجلس فسلّموا على القوم ، وإذا رجعتم فسلّموا عليهم ، فإن التسليم عند الرجوع أفضل من التسليم الأول .

(۹/۵۹۷ ، كتاب الحظر والإباحة ، باب الاستبراء وغيره ، بيروت)

(۲) ما في " مشكوة المصابيح " : وعن ابن عمر قال : كان النبي ﷺ إذا ودّع رجلا أخذ بيده فلا يدعها حتى يكون الرجل هو يدع يدّ النبي ﷺ ويقول :" استودع الله دينک وأمانتک وآخر عملک " وفي رواية : " وخواتيم عملک " . رواه الترمذى وأبوداود وابن ماجة . (ص/۲۱۴، كتاب الدعوات ، باب الدعوات في الأوقات ، الفصل الثاني ، رقم الحديث :۲۴۳۵، جامع الترمذى : ۲/۱۸۲، أبواب الدعوات ، باب ما جاء ما يقول إذا ودّع إنسانا ، رقم الحديث : ۳۴۴۲)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۴۳۱۶۵، امداد الفتاویٰ:۴/۴۹۱، ۴۹۲)

مصافحہ کے بعد اپنے ہاتھوں کو چومنا

مسئلہ (۱۷۱): بعض لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ سلام اور مصافحہ سے فارغ ہونے کے بعد اپنے ہاتھوں کو چومتے ہیں، شرعاً یہ عمل درست نہیں، بلکہ مکروہِ تحریمی ہے۔(۱)

''عید مبارک'' کہنا

مسئلہ (۱۷۲): نمازِ عید کے بعد مصافحہ کرنا اور گلے ملنا ناجائز وبدعت ہے، شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں(۲)، البتہ ''عید مبارک'' کہنا جائز ودرست ہے، علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے محقق امیرِ حاج سے اس کا جواز بلکہ استحباب ثابت فرمایا ہے۔(۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' التنوير مع الدر والرد '' : وكذا ما يفعله الجهال من تقبيل يد نفسه إذا لقي غيره فهو مكروه فلا رخصة فيه . تنوير والدر . وفي الشامية : قوله : (فهو مكروه) أي تحريمًا ، ويدل عليه قوله بعد '' فلا رخصة '' .

(۹/۴٦۷ ، كتاب الحظر والإباحة ، باب الاستبراء وغيره ، تبيين الحقائق :۷/۵٦، كتاب الكراهية ، فصل في الاستبراء وغيره ، البحر الرائق :۸/۳٦۴، كتاب الكراهية، فصل في الاستبراء وغيره ، الفتاوى الهندية :۵/۳٦۹، كتاب الكراهية ، الباب الثامن والعشرون في ملاقاة الملوك والتواضع لهم وتقبيل أيديهم أو يد غيرهم الخ – وأما الكلام في تقبيل اليد)

(فتاویٰ محمودیہ:۳۰/۴۷۷، ط؛ میرٹھ)

(۲) ما في '' رد المحتار '' : إن المواظبة عليها بعد الصلوات خاصة قد =

....

=يؤدى الجهلة إلى اعتقاد سنيتها في خصوص هذه المواضع ، وأن لها خصوصية على غيرها، مع أن ظاهر كلامهم أنه لم يفعلها أحد من السلف في هذه المواضع .... ونقل في ''تبيين المحارم '' عن '' الملتقط '' أنه تكره المصافحة بعد أداء الصلاة بكل حال ، لأن الصحابة رضي الله تعالى عنهم ما صافحوا بعد أداء الصلاة ، ولأنها من سنن الروافض . اهـ . ثم نقل عن ابن حجر من الشافعية أنها بدعة مكروهة لا أصل لها في الشرع ..... وقال ابن الحاج من المالكية في المدخل انها من البدع ، وموضع المصافحة في الشرع إنما هو عند لقاء المسلم لأخيه لا في أدبار الصلوات ، فحيث وضعها الشرع يضعها فينهى عن ذلک ويزجر فاعله لما أتى به من خلاف السنة .
(۹/ ۴٦۵ ، كتاب الحظر والإباحة ، باب الاستبراء وغيره ، بيروت)

ما في '' أشعة اللمات '' : ومصافحه سنت است نزد ملاقات ، وبايد كه بهر دو دست بو آنكه بعضے مرد مصافحه بعد از نمازِ جمعه كنند چيزے نيست وبدعت است ، از جهتِ تخصيص وقت اما سنت مصافحه كه على الاطلاق باقى ست پس بوجهے سنت وبوجهے ديگر بدعت . (۴/ ۲۰، باب المصافحة والمعانقة ، مرقاة المفاتيح :۸/ ۴۹۴ ، باب المصافحة والمعانقة)

ما في '' المدخل '' : وأما في العيدين على ما اعتاده بعضهم عند الفراغ من الصلاة يتصافحون فلا أعرفه . (۲/ ۴۳۹ ، فصل فى سلام العيد)

(فتاویٰ عثمانی :۱/ ۱۰۳، فتاویٰ رحیمیہ :۲/ ۱۱۰– ۲۲۷، امداد الفتاویٰ :۵/ ۲٦۰، امداد الاحکام :۱/ ۱۸۸، فتاوی دار العلوم مفتی عزیز الرحمٰن :۱/ ۱۴۷، فتاویٰ محمودیہ :۵/ ۳۴۳–۳۵۳)

(۳) ما في '' الدر المختار مع الشامية '' : وندب كونه من طريق آخر ، وإظهار البشاشة وإكثار الصدقة والتختّم والتهنئة بتقبل الله منا ومنكم لا تنكر . در . وفي الشامية : قوله : (لا تنكر) خبر قوله : '' والتهنئة '' وإنما قال كذلک لأنه لم يحفظ فيها شيء عن أبي حنيفة وأصحابه ، وذكر في '' القنية '' أنه لم ينقل عن أصحابنا=

بائیں ہاتھ سے کسی کو پیسہ دینا

مسئلہ (۱۷۳): بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ کسی کو پیسہ دیتے وقت بائیں ہاتھ سے دینا چاہیے، اور لیتے وقت دائیں ہاتھ سے لینا چاہیے، شرعِ اسلامی میں اِس کی کوئی اصل نہیں ہے، اگر کوئی عذر نہ ہو تو لینا دینا- دونوں ہاتھ سے کر سکتے ہیں، البتہ نیک اور اچھے کام کے لیے داہنے ہاتھ کا استعمال آپ ﷺ کی عادتِ شریفہ تھی، جسے اپنانا چاہیے۔(۱)

= كراهة ، وعن مالك أنه كرهها ، وعن الأوزاعي أنها بدعة ، وقال المحقق ابن أمير الحاج : بل الأشبه أنها جائزة مستحبة في الجملة ، ثم ساق آثارًا بأسانيد صحيحة عن الصحابة في فعل ذلك ثم قال : والمتعامل في البلاد الشامية والمصرية " عيد مبارك عليك " ونحوه . (۴۶/۳ ، ۴۷، باب العيدين ، مطلب يطلق المستحب على السنة وبالعكس ، المدخل : ۴۳۹/۲ ، فصل في سلام العيد)

ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : والتهنئة بقوله : " تقبل الله منا ومنكم " لا تنكر ، بل مستحبة لورود الأثر بها كما رواه الحافظ ابن حجر عن تحفة عيد الأضحى لأبي القاسم المستملي بسند حسن ، وكان أصحاب رسول الله ﷺ إذا التقوا يوم العيد يقول بعضهم لبعض : " تقبل الله منا ومنكم " ، قال : وأخرجه الطبرانى أيضًا في الدعاء بسند قوي . اهـ . قال : والمتعامل به في البلاد الشامية والمصرية قول الرجل لصاحبه : " عيد مبارك عليك " ونحوه . (ص/ ۵۳۰ ، باب أحكام العيدين) (فتاویٰ محمودیہ: ۳۵۳/۵، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۴۱۶۵۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن أبی داود " : عن عائشة قالت : " كانت يد رسول الله ﷺ اليُمنى لطهوره وطعامه ، وكانت يده اليُسرى لخلائه ، وما كان من أذى " . (ص/۵)=

شیشے کے بکس میں مچھلیاں پالنا

مسئلہ (۱۷۴): اگر کسی شخص کو مچھلیاں پالنے کا شوق ہو، اور وہ بڑے تالاب میں مچھلیوں کو پالے تو اس کی اجازت ہے، یہ جاندار کو قید کرنے کے ضمن میں داخل نہ ہوگا، مچھلیاں اس تالاب میں آزاد ہوکر گھومیں گی، پھریں گی، لیکن اگر کسی چھوٹے بکس میں پالنے کا شوق ہو، جیسا کہ آج کل لوگ گھروں میں شیشے کے اندر ان کو رکھتے ہیں، تو یہ بہتر نہیں، یہ اُن کی آزادی کو مقید کرنے کے برابر ہے۔ (۱)

=ما في " الموسوعة الفقهية " : يستحب تقديم اليمين على اليسار في كل ما هو من باب التكريم ، كالوضوء والغسل ، ويستحب تقديم اليسار على اليمين في كل ما كان من باب الإهانة والأذى . (۲۹۲/۴۵) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۱۸۵۲م)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن أبی داود " : عن أنس بن مالک قال : كان رسول الله ﷺ يدخل علينا ولي أخ صغير يكنى أبا عمير ، وكان له نغر يلعب به فمات ، فدخل عليه النبي ﷺ ذات يوم فرآه حزينًا ، فقال : ما شأنه ؟ فقالوا : مات نُغَره ، فقال : " أبا عمير ما فعل النُّغير " . (ص/۶۷۹، كتاب الأدب ، باب في الرجل يتكنى وليس له ولد ، رقم الحديث : ۴۹۶۹ ، صحيح البخاری : ۹۱۵/۲، كتاب الأدب ، باب الكنية للصبي قبل أن يولد للرجل ، رقم الحديث :۶۲۰۳ ، صحيح مسلم : ۲۱۰/۲، كتاب الآداب ، باب جواز تكنية من لم يولد له وتكنية الصغير ، رقم الحديث : ۲۱۵۰)

ما في " المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج " : وجواز لعب الصبي بالعصفور وتمكين الولي إياه من ذلک . (۲۵۱/۷، تحت رقم الحديث : ۲۱۵۰)=

موبائل فون سے قرآن پاک سننا اور پڑھنا

مسئلہ (۱۷۵): بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ موبائل فون سے قرآن کریم سننا اور پڑھنا درست نہیں، اُن کی یہ بات غلط ہے، صحیح یہ ہے کہ موبائل فون سے قرآن پاک سننا اور پڑھنا ہر دو اُمور جائز ہیں، البتہ موبائل فون کی اسکرین پر اگر دیکھ کر پڑھا جائے، تو اِس صورت میں اسکرین کو ہاتھ لگانے اور صفحہ پلٹنے کے لیے باوضو ہونا ضروری ہے [۱]، یا پھر کسی دوسری چیز سے صفحہ پلٹیں۔ [۲]

=ما في " مرقاة المفاتيح " : قال : وإنه لا بأس أن يعطى الصبي الطير ليلعب به من غير أن يعذبه . (۹/۱۰۶ ، كتاب الأدب ، باب المزاح ، الفصل الأول ، تحت رقم الحديث : ۴۸۸۴) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۳۸۱۱۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : ويحرم به أي بالأكبر والأصغر مس مصحف : أي ما فيه آية كدرهم وجدار إلا بغلاف متجاف غير مشرز أو بصُرة . به يفتى . وحل قلبه بعود . تنوير وشرحه . وفي الشامية : قوله : (أي ما فيه آية الخ) أي المراد مطلق ما كتب فيه قرآن مجازًا ، لكن لا يحرم في غير المصحف إلا بالمكتوب. (۱/۳۱۵ ، كتاب الطهارة ، مطلب يطلق الدعاء على ما يشمل الثناء)

ما في " بدائع الصنائع " : قال ﷺ : " لا صلاة إلا بوضوء " . ولا مسّ المصحف من غير غلاف عندنا ..... ولا مس الدراهم التي عليها القرآن ، لأنه حرمة المصحف كحرمة ما كتب منه فيستوى فيه الكتابة في المصحف وعلى الدراهم .

(۱/۱۴۰، ۱۴۱، كتاب الطهارة ، مطلب مسّ المصحف ، الفتاوى الهندية : ۱/۳۹ ، مراقى الفلاح :ص/۳۴ ، كتاب الطهارة)

(۲) ما في " الفتاوى الهندية " : المحدث إذا كان يقرأ القرآن بتقليب الأوراق =

فقیر کو پھٹے پرانے نوٹ دینا

مسئلہ (۱۷۶): بعض لوگوں کے پاس پھٹے پرانے نوٹ آتے ہیں، تو وہ ان کو بحفاظت رکھتے ہیں اور جب کوئی غریب/فقیر اُن سے سوال کرتا ہے، تو اسے یہی پھٹے پرانے نوٹ دے دیتے ہیں، یہ اچھی بات نہیں ہے، غریبوں کی امداد اچھے اور صحیح سالم نوٹ دے کر کرنا چاہیے، کیوں کہ ہمیں یہ حکم ہے کہ اللہ کے راستہ میں جو مال دیا جائے وہ اچھا اور صحیح سالم ہونا چاہیے [1]، اِن غریبوں اور محتاجوں کو حقیر وذلیل سمجھ کر اِنہیں اس طرح کی نوٹیں دینا- اِس حکم کی خلاف ورزی ہے، نیز یہ بات یاد رکھیں کہ اِن غریبوں کا ہم پر بڑا احسان ہے، وہ یہ کہ اِنہی کی وجہ سے ہم کو رزق ملتا ہے، اور مال بھی [2]، اگر دنیا میں غریب ومحتاج نہ ہوں، تو مالداروں کو مال بھی نہ ملے اور نہ رزق، البتہ پیشہ ور فقیر اس حکم میں داخل نہیں، کیوں کہ ان کو دینا گناہ میں داخل ہے۔ [3]

=بقلم أو سکین لا بأس به . کذا في الغرائب . (۵/۳۱۷ ، کتاب الکراهية ، الباب الرابع في الصلاة والتسبيح وقراء ة القرآن الخ) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۱۴۸۴۹)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکريم " : ﴿لن تنالوا البرّ حتی تنفقوا مما تحبون﴾ .

(آل عمران : ۹۲)

ما في " روح المعاني " : وفي المراد من قوله سبحانه : (ما تحبون) أقوال ، فقيل : المال وکنی بذلک عنه ، لأن جميع الناس يحبونه ، وقيل : نفائس الأموال=

اجتماعی خاندانوں کا ایک بڑا مسئلہ

مسئلہ (۱۷۷): اجتماعی خاندانوں یعنی جوائنٹ فیملیوں میں ایک بڑا مسئلہ یہ اُبھر کر سامنے آرہا ہے کہ بعض اولاد کو اپنے والدین کی طرف سے یہ شکایت ہوتی ہے کہ وہ انہیں نظر انداز کرتے ہیں، اور دوسری اولاد کو اُن پر ترجیح دیتے ہیں، جس کی وجہ سے گھریلو ناچاقی اور بے اتفاقی پروان چڑھتی ہے، اس سلسلے میں والدین کے لیے شریعتِ اسلامیہ کی تعلیم وہدایت یہ ہے کہ عام حالات میں وہ اپنے تمام بیٹوں، پوتوں اور بہوؤں کے درمیان مساوات وبرابری کا برتاؤ کریں، ہاں! اگر کوئی اولاد سرکش ونافرمان ہو، تو اس کی طرف کم توجہ کرنے اور

= وکرائمها. (۳۵۹/۳)

(۲) ما في " صحيح البخاري " : عن مصعب بن سعد قال : رآی سعد رضي الله عنه أن له فضلا على من دونه ، هل تنصرون وترزقون إلا بضعفائكم . (۴۰۵/۱، كتاب الجهاد ، باب من استعان بالضعفاء والصالحين في الحرب ، رقم الحديث : ۲۸۹۶)

ما في " سنن أبى داود " : عن جبير بن نفير الحضرمي أنه سمع أبا الدرداء يقول : سمعت رسول الله ﷺ يقول : " ابغوا لى الضعفاء فإنما ترزقون وتنصرون بضعفائكم " . (ص/۳۴۹، كتاب الجهاد ، باب في الانتصار برذل الخيل والضعفة ، رقم الحديث : ۲۵۹۴)

(۳) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : ولا يحل أن يسأل شيئًا من القوت من له قوت يومه بالفعل أو بالقوة كالصحيح المكتسب ويأثم معطيه إن علم بحاله لإعانته على المحرّم . (۳۰۵/۳ ، ۳۰۶ ، كتاب الزكاة ، باب المصرف ، مطلب في الحوائج الأصلية) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۳۲۲۸۵)

مطیع وفرماں بردار کی طرف زیادہ توجہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں[1]، لیکن بلاوجہ شرعی اولاد کے درمیان برابری نہ کرنا گھریلو جھگڑوں اور ناچاقی کا سبب بنتا ہے، اور فقہ کا قاعدہ ہے: ''سببِ گناہ بھی گناہ ہوا کرتا ہے''[2]- اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ: '' داد ودہش اور عطیات میں اپنی اولاد کے درمیان برابری کرو''۔[3]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وفي الخانية : لا بأس بتفضيل بعض الأولاد في المحبة لأنها عمل القلب ، وكذا في العطايا إن لم يقصد به الإضرار ، وإن قصده فسوى بينهم يعطى البنت كالإبن عند الثاني وعليه الفتوى .

(۸/ ۵۰۱ ، ۵۰۲، كتاب الهبة)

ما في " البحر الرائق " : فروع : يكره تفضيل بعض الأولاد على البعض في الهبة حالة الصحة إلا لزيادة فضل له في الدين ..... وفي الخلاصة : المختار التسوية بين الذكر والأنثى في الهبة . (۷/ ۴۹۰ ، كتاب الهبة ، الفتاوى الهندية :۴/ ۳۹۱ ، كتاب الهبة ، الباب السادس في الهبة للصغير)

(۲) ما في " الشامية " : ما كان سببًا لمحظور فهو محظور .

(۹/ ۴۲۶ ، كتاب الحظر والإباحة ، قبيل فصل في اللبس)

ما في " بدائع الصنائع " : ما أدى إلى الحرام فهو حرام . (۶/ ۴۸۸)

(۳) ما في " شرح الطيبي " : فيه استحباب التسوية بين الأولاد في الهبة فلا يفضل بعضهم على بعض سواء كانوا ذكورًا أو إناثًا . (۶/ ۱۹۳ ، كتاب البيوع ، باب العطايا، تحت رقم الحديث : ۳۰۱۹) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۴۲۵۸۹)

جوائنٹ فیملی کا ایک سنگین مسئلہ

مسئلہ (۱۷۸): آج کل جوائنٹ فیملی کا ایک سنگین مسئلہ یہ بھی ہے کہ گھر کا کوئی ایک فرد کماتا ہے، اور دیگر تمام افراد باوجود اس کے کہ اُن کو کوئی عذر نہیں ہوتا، اور نہ وہ بیمار ہوتے ہیں، کام نہیں کرتے، اور اُن کی کفالت کا ذمہ دار یہی ایک فرد ہوتا ہے، جو گھر کے تمام اخراجات برداشت کرتا ہے، اور جوائنٹ فیملی ہونے کی وجہ سے وہ کسی سے کچھ نہیں کہتا، حالانکہ شریعتِ اسلامیہ کی تعلیم یہ ہے کہ ہر فرد خود کفیل بنے، اپنے اخراجات خود برداشت کرے، خوامخواہ کسی پر بوجھ نہ بنے، کیوں کہ بلا عذرِ شرعی دوسرے کی کمائی پر گذر بسر کرنا بے غیرتی کی بات ہے، نیز اس طرح کی کاہلی و سُستی سے جناب نبی کریم ﷺ نے پناہ مانگی ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : عن عائشة قالت : قال النبي ﷺ : " إنّ أطيب ما أكلتم من كسبكم ، وإنّ أولادكم من كسبكم " . رواه الترمذي والنسائي وابن ماجة . (ص/۲۴۲ ، باب الكسب وطلب الحلال ، الفصل الثاني)

وفيه أيضًا : عن عبد الله قال : قال رسول الله ﷺ : " طلب كسب الحلال فريضة بعد الفريضة " . رواه البيهقي في شعب الإيمان . (ص/۲۴۲ ، كتاب البيوع ، باب الكسب وطلب الحلال ، الفصل الثالث)

ما في " مرقاة المفاتيح " : ثم الكسب بقدر الكفاية واجب لنفسه وعياله عند عامة العلماء . (۶/۵، تحت رقم الحديث : ۲۷۵۹)=

اجتماعی خاندانوں میں والدین اور اولاد کے لیے لائحۂ عمل

مسئلہ (۱۷۹): بسا اوقات اجتماعی خاندانوں میں ساس اور بہوؤں کے درمیان بناؤ نہیں ہوتا، یا پھر بھائی بھائی یا بہوؤں کے درمیان مستقل جھگڑے ہوتے رہتے ہیں، جس کی وجہ سے اولاد اپنی اپنی بیویوں کے ساتھ علیحدہ رہنے لگتے ہیں، اولاد کے اِس عمل سے والدین اُن سے ناراض رہتے ہیں کہ ''جورُو'' کے غلام بن گئے، اگر اولاد دیندار نہیں ہیں، تو انہیں والدین کی اس ناراضگی کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی، مگر دیندار اولاد پریشان ہوجاتی ہے کہ ہمارے والدین ہم سے ناراض ہیں، تو ہماری آخرت برباد ہوجائیگی، حالانکہ والدین کی یہ ناراضگی بے جا وبے موقع ہے، کیوں کہ الگ مکان میں رہنے کا مطالبہ ہر بیوی کا حق ہے[1]، اور جب شوہر اپنی بیوی کو اُس کا یہ حق دیدے، تو اس کا یہ عمل جائز ودرست ہی نہیں، بلکہ باعثِ اجر وثواب ہے، جس پر والدین کو خوش ہونا چاہیے- ناراض نہیں، اگر وہ ناراض ہوتے ہیں تو اُن کی یہ ناراضگی ناحق وبے جا ہے، جس

=ما في '' الهداية '' : فالأصل أن نفقة الإنسان في مال نفسه صغيرًا كان أو كبيرًا . (۴۴۵/۲ ، كتاب الطلاق ، باب النفقة ، قبيل فصل في من يجب النفقة ومن لا يجب)

ما في '' صحيح مسلم '' : عن أنس بن مالك قال : كان رسول الله ﷺ يقول : ''اللهم إني أعوذبک من العجز والكسل والجبن والهرم والبخل ، وأعوذبک من عذاب القبر ومن فتنة المحيا والممات '' . (۳۴۷/۲ ، كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار ، باب الدعوات والتعوّذ ، رقم الحديث : ۲۷۰۶)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۵۱۵۲۹)=

کی وجہ سے اولاد کو پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں (۲)، البتہ الگ رہنے والی اولاد پر لازم ہے کہ اپنے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک ہرگز نہ چھوڑیں، اُن کے پاس آمد ورفت جاری رکھیں، حتی المقدور اُن کی جانی ومالی خدمت کرتے رہیں، اور اپنے بھائیوں اور بہنوں کے ساتھ بھی اچھا معاملہ رکھیں، اور سب کے حق میں دعاءِ خیر کا اہتمام رکھیں۔ (۳)

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " الشامية " : ففي الشريفة ذات اليسار لا بدّ من إفرادها في دار ومتوسط الحال يكفيها بيت واحد من دار .

(۵/۳۲۲ ، باب النفقة ، مطلب في مسكن الزوجة ، ط؛ بيروت)

ما في " فتح القدير " : وعلى الزوج أن يسكنها في دار مفردة ليس فيها أحد من أهله إلا أن تختار ذلک ، لأن السكنى من كفايتها فتجب لها كالنفقة ، وقد أوجبه الله تعالى مقرونًا بالنفقة . (۴/۳۵۷ ، باب النفقة ، فصل وعلى الزوج أن يسكنها الخ ، الفتاوى الهندية : ۱/۵۵۶ ، الباب السابع عشر في النفقات ، الفصل الثاني في السكنى)

(۲) ما في " مشكوة المصابيح " : وعن النواس بن سمعان قال : قال رسول الله ﷺ : " لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق " . رواه في شرح السنة .

(ص/ ۳۲۱ ، كتاب الإمارة والقضاء ، الفصل الثاني)

(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وقضى ربک ألا تعبدوا إلا إياه وبالوالدين إحسٰنا ..... وقل رب ارحمهما كما ربّيٰني صغيرًا﴾ . (سورة الإسراء : ۲۳ ، ۲۴)

ما في " مرقاة المفاتيح " : فإنه دل على الإجتناب عن جميع الأقوال المحرمة والإتيان بجميع كرائم الأقوال والأفعال في التواضع والخدمة والإنفاق عليهما ، ثم الدعاء لهما في العاقبة . (۹/۱۳۳ ، كتاب الآداب ، باب البرّ والصلة ، الفصل الأول)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۴۲۰۳۰)

بچے گلشن حیات کے مہکتے پھول اور قدرت کا انمول تحفہ

مسئلہ (۱۸۰): بچے گلشن حیات کے مہکتے پھول اور قدرت کا انمول تحفہ ہیں، تحفہ جس قدر بڑا ہو اور جتنی عظیم ہستی کی طرف سے ہو اتنی ہی اُس کی قدر کی جاتی ہے، اور اس کا حق ادا کیا جاتا ہے، اولاد کا حق والدین پر یہ ہے کہ اس کے لیے اچھی ماں کا انتخاب کیا جائے، اس کا اچھا نام رکھا جائے، اسے کتاب اللہ کی تعلیم دی جائے، اس کی نشو ونُما اور ترقی کے لیے وہ تمام ذرائع مہیا کیے جائیں جو اس کی استطاعت میں ہوں، اپنی مالی حیثیت کے مطابق مکان، غذا اور کپڑے لتّے کا حلال طریقہ سے انتظام کریں، اس کی بہترین پرورش کریں، ان کو اچھے اخلاق سے آراستہ کریں، اور بری صحبتوں سے انہیں روکیں، سات سال کی عمر تک انہیں نماز اور اخلاق کے بنیادی اُصول سکھا اور سمجھا دیں۔

مذہبِ اسلام میں اولاد کی پرورش میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ والدین بچے کی صرف دنیا ہی نہیں، بلکہ آخرت سنوارنے کی فکر بھی پہلے دن سے کرتے رہیں، وغیرہ، والدین کی جانب سے اولاد کے اِن حقوق میں کوتاہی کے سبب اولاد ان کے لیے وبالِ جان بن جاتی ہے، اور پھر والدین اپنی اولاد کی نافرمانی اور اُن کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں کا رونا روتے پھرتے ہیں، یہ نہیں سوچتے کہ در اصل یہ نتیجہ ہے اولاد کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی وغفلت کا، لہٰذا والدین کو چاہیے کہ اپنی اولاد کو اُن کے حقوق دیں، ان شاء اللہ اولاد کی طرف سے انہیں ان کے حقوق ضرور ملیں گے، اور یہ اولاد دنیا وآخرت میں اپنے والدین

کے لیے سرخ روئی ونجات کا ذریعہ بنے گی۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " تربية الأولاد في الإسلام " : جاء رجل إلى أمير المؤمنين عمر بن الخطاب رضي الله عنه يشكو إليه عقوق ابنه فأحضر عمر بن الخطاب رضي الله عنه ابنه وأنبه على عقوقه لأبيه فقال الإبن : يا أمير المؤمنين ! أليس للولد حقوق على أبيه؟ قال : بلى ! قال : فما هي يا أمير المؤمنين ؟ قال : أن ينتقي أمه ، ويحسن اسمه ، ويعلّمه الكتاب (القرآن) ، فقال الإبن : يا أمير المؤمنين ! إنه لم يفعل شيئًا من ذلک ، أما أمي فإنها زنجية كانت لمجوسي ، وقد سماني جُعْلا (جعرانًا) ولم يعلمني الكتاب حرفا واحدا فالتفت أمير المؤمنين إلى الرجل وقال له : " أجئت إليّ تشكو عقوق ابنک وقد عققته قبل أن يعقک وأساء ت إليه قبل أن يسيء إليک " .

(۱/ ۱۲۷ ، ۱۲۸ ، احسان عُتَيبِي ، موقع مقالات اسلام ويب)

ما في " تفسير القرطبي " : وقال بعض العلماء لما قال : ﴿قوا انفسكم﴾ دخل فيه الأولاد ، لأن الولد بعض منه كما دخل في قوله تعالى : ﴿ولا على أنفسكم أن تأكلوا من بيوتكم﴾ فلم يفردوا بالذكر إفراد سائر القربات ، فيعلمه الحلال والحرام ، ويجنبه المعاصي والآثام ، إلى غير ذلک من الأحكام ، وقال عليه السلام : " حق الولد على الوالد أن يحسن اسمه ويعلمه الكتاب ويزوجه إذا بلغ " . وقال عليه السلام : " ما نحل والدٌ ولدًا أفضل من أدب حسن " . وقد روى عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده عن النبي ﷺ : " مروا ابنائكم بالصلاة لسبع واضربوهم عليها لعشر وفرّقوا بينهم في المضاجع " خرّجه جماعة من أهل الحديث ، وهذا لفظ أبي داود ...... قال الكِيا : فعلينا تعليم أولادنا وأهلينا الدين والخير وما لا يستغنى عنه من الأدب . (۱۸/ ۱۹۵ ، ۱۹۶ ، سورة التحريم ، الآية/۶)

ما في " اتحاف السادة للمتقين " : (وقال ﷺ : من حق الولد على والده أن =

....

....

....

=يحسن أدبه) قال الماوردي : التأديب يلزم من وجهين ؛ أحدهما ما لزم الوالد للولد في صغره، الثاني ؛ ما لزم للإنسان في نفسه عند كبره ، فالأول أن يأخذ ولده بمبادي الآداب ليستأنس بها وينسأ عليها فيسهل عليه قبولها عند الكبر .... وقال الحليمي : تحسين أدبه بأن ينشئه على الأخلاق الحميدة ويعلمه القرآن ولسان العرب وما لا بد منه من أحكام الدين ، فإذا بلغ عرفه البارى بالأدلة التي توصله إلى معرفته من غير أن يسمعه شيئًا من مقالات الملحدين لكن يذكرها له في الجملة أحيانا ويحذره منها وينظره منها بكل ممكن .... وفي الباب عن أبي هريرة وأبي رافع ، أما حديث أبي رافع فلفظه : " حق الولد على والده أن يعلمه الكتابة والسباحة والرماية وأن لا يرزقه إلا طيبا " . وفي رواية : " وأن لا يورثه برزقه إلا طيبا " رواه الحكيم وأبو الشيخ في الثواب والبيهقي . واسناده ضعيف .

(٦/ ٣١٧ ، ٣١٨ ، كتاب آداب الأخوة والصحبة ، حقوق الوالدين والولد ، احياء علوم الدين : ٢/ ٢١٧ ، كتاب آداب الألفة والإخوة ، حقوق الوالدين والولد)

ما في " شعب الإيمان للبيهقي " : فأما الولد فالأصل فيه أنه نعمة من الله وموهبة وكرامة .... فكل من ولد له من المسلمين ولد ذكر أو أنثى فعليه أن يحمد الله جل ثناؤه .... قال الإمام أحمد رحمه الله : وأما التعليم والتأديب فوقتهن أن يبلغ المولود من السن والعقل مبلغا يحتملها ، وذلك يتفرع فمنها : أن ينشئه على أخلاق صلحاء المسلمين ويصونه عن مخالطة المفسدين . ومنها : أن يعلمه القرآن ولسان الأدب ويسمعه السنن أو قايل السلف ويعلمه من أحكام الدين ما لا غنى به عنه . اهـ .

(٦/ ٣٨٩ – ٣٩٧ ، باب في حقوق الأولاد والأهلين)

اولاد کے لیے بہترین تحفہ حسنِ ادب وتربیت

مسئلہ (۱۸۱): حدیث پاک میں آیا ہے کہ والدین کا اپنی اولاد کو سب سے بہترین تحفہ حسنِ ادب اور اچھی تربیت ہے، آج کے اِس ترقی یافتہ دور میں موبائل فون، انٹرنیٹ، کیبل ٹی وی نے ہر گھر میں ڈیرہ ڈال دیا ہے، جس سے نوجوان نسل میں فحاشی، عریانیت اور عصمت دری و بے حیائی بڑے زوروں پر منتقل ہورہی ہے، حکومتیں اس کے خلاف قوانین بنارہی ہیں، اس کے باوجود بے ہودگی اور غیر انسانی وغیر اخلاقی کا یہ سیلاب تھمتا دکھائی نہیں دیتا، ایسے حالات میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ بچوں کو اچھے اخلاق کی تعلیم دینا، اوران کی اچھی تربیت کرنا والدین کے حق میں محض مستحب نہیں بلکہ فرض ہے، جس کے لیے والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کی حرکات وسکنات پر نظر رکھیں، انہیں اخلاقی درس دیا کریں، اور یہ بات بھی مسلّم ہے کہ اچھے لوگوں کی صحبت اختیار کرنے کا حکم بھی دیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخارى " : وقال مجاهد : ﴿قوا أنفسكم وأهليكم﴾ أوصوا أنفسكم وأهليكم بتقوى الله وأدّبوهم . (ص/۹۰۰ ، باب قوله : أن تتوبا إلى الله فقد صغت قلوبكما ، بيروت ، معارف القرآن :۸/۵۰۳)

ما في " صحيح البخارى " : عن عبد الله بن عمر – رضي الله عنهما – يقول : سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول : " كلكم راع ، وكلكم مسؤول عن رعيته ، الإمام راع ومسؤول عن رعيته ، والرجل راع في أهله وهو مسؤول عن رعيته ، والمرأة راعية=

....
....
....
....
....
....
....
....
....
....
....
....
....

=في بيت زوجها ومسؤولة عن رعيتها ، والخادم راع في مال سيده ومسؤول عن رعيته" . (ص/۱۲۹ ، رقم :۸۹۳ ، كتاب الجمعة ، باب الجمعة في القرى والمدن ، بيروت ، صحيح مسلم :۲/۲۲۰ ، رقم : ۱۸۲۹ ، كتاب الإمارة ، باب فضيلة الإمام العادل وعقوبة الجائر والحث على الرفق بالرعية الخ ، بيروت)

ما في " اعلاء السنن " : تزكية الأخلاق من أهم الأمور عند القوم .... فكما أن العلم بالتعلّم من العلماء كذلک الخلق بالتخلق على يد العرفاء فالخلق الحسن صفة سيد المرسلين . (۱۸/۲۷۷ ، كتاب الأدب)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : وفي القنية : له إكراه طفله على تعلم قرآن وأدب وعلم لفريضته على الوالدين .

(۱۳۰/۲ ، كتاب الحدود ، باب التعزير ، مطلب في تعزير المتهم)

اپنے ہاتھوں ممتا کا گلا گھونٹ دینا

مسئلہ (۱۸۲): ماں باپ اپنی اولاد کو بڑے ناز و نِعَم سے پرورش کرتے ہیں، اُن کی راحت کے لیے ہر تکلیف سہتے ہیں، ہر ماں باپ یہ چاہتے ہیں کہ اُن کی اولاد کی زندگی اچھی گزرے، مگر جب اولاد ماں باپ کے اعتماد کو مجروح کرتے ہیں، اُن کے لاڈ و پیار کا ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہیں، اور وہ کام کر جاتے ہیں جن کی اُن سے امید نہیں کی جاسکتی، تب ماں باپ کا غصہ اُن کی محبت پر غالب آجاتا ہے، اور وہ انتہائی قدم اُٹھا کر خود اپنے ہاتھوں ممتا کا گلا گھونٹ دیتے ہیں، اور اپنی ہی اولاد کے قتل کے جرم میں جیل کی سلاخوں کے پیچھے زندگی گزارتے ہیں، لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ اپنی اولاد کو ختم کر کے جینا اتنا آسان نہیں، چاہے جیل کی سلاخوں کے پیچھے ہو یا گھر کی چہار دیواری میں، زندگی کی اِن کٹھن گھڑیوں سے بچنا اسی صورت میں ممکن ہے جب ہم اپنی اولاد کو اچھی تعلیم، اچھی تربیت اور اچھی صحبت دیں، جس کی اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ نے ہر ماں باپ کو تاکید فرمائی ہے، اور حضراتِ فقہاء کرام نے ہر ماں باپ پر اس کو فرض قرار دیا ہے۔ (حوالہ سابق)

....

....

....

....

چھوٹے بچوں کوموبائل فون دلانا

مسئلہ (۱۸۳): آج کے اس دورِ جدید میں جب کہ موبائل یا سیل فون، ہر چھوٹے بڑے کی ضرورت بن چکا ہے، اپنے دوستوں اور ہم جماعتوں کو دیکھ کر چھوٹے بچوں میں بھی موبائل فون لینے کا رَواج بڑھتا جارہا ہے، بارہ سال سے بھی کم عمر کے بچوں کے ہاتھوں میں اسے دیکھا جارہا ہے، اوران چھوٹے بچوں کوموبائل دینا، دلانا، پیار ومحبت کا اظہار سمجھا جارہا ہے، اور جو والدین ایسا نہیں کرتے انہیں کنجوس، سخت دل اور بچوں سے بے پرواہ گردانا جارہا ہے، حالانکہ بچوں کوموبائل دینے، دلانے میں بہت سی دینی، اخلاقی، تعلیمی اور تربیتی خرابیوں کے ساتھ ساتھ، ان کی صحت پر بھی اس کے بڑے مضر اثرات مرتب ہوتے ہیں، جیسا کہ طبی ماہرین نے اپنی نئی تحقیق میں والدین کواس سے خبردار کیا ہے کہ بارہ سال سے کم عمر کے بچوں کوموبائل فون دینا خطرناک ہوسکتا ہے، کہ اس سے نکلنے والی شُعاعیں ان معصوموں کے لیے مضر ثابت ہوسکتی ہیں، لہٰذا والدین ان خرابیوں کے پیش نظر اپنے چھوٹے بچوں کوموبائل فون نہ دیں [۱]، اور ان بچوں کوان کا واجب حق؛ یعنی اچھی تعلیم، اچھی تربیت اور اچھی صحت کا نظم کرنے میں پوری احساسِ ذمہ داری کا ثبوت دیں، ورنہ عند اللہ اس پر باز پرس ہوگی۔ [۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يا أيها الذين اٰمنوا قوآ أنفسكم وأهليكم نارًا وقودها الناس والحجارة﴾ . (سورة التحريم : ٦)=

....

....

....

....

....

....

=ما في " روح المعاني " : وأخرج ابن المنذر والحاكم وصححه ، وجماعة عن علي كرم الله تعالى وجهه أنه قال في الآية : علّموا أنفسكم وأهليكم الخير وأدبوهم ، والمراد بالأهل على ما قيل : ما يشمل الزوجة والولد والعبد والأمة ، واستدل بها على أنه يجب على الرجل تعلم ما يجب من الفرائض وتعليمه لهولاء ، وأدخل بعضهم الأولاد في الأنفس لأن الولد بعض من أبيه ، وفي الحديث : " رحم الله رجلا قال : يا أهلاه صلاتكم صيامكم زكاتكم مسكينكم يتيمكم جيرانكم لعل الله يجمعكم معه في الجنة " . وقيل : إن أشد الناس عذابا يوم القيامة من جهل أهله . (۱۵/۲۳۲ ، الجزء الثاني ، سورة التحريم : الآية/٦ ، معارف القرآن :۸/۵۰۳ ، سورة التحريم)

ما في " صحيح البخاري " : قال مجاهد : " ﴿قوا أنفسكم وأهليكم﴾ أوصوا أنفسكم وأهليكم بتقوى الله وأدّبوهم " . (۲/۷۳۰ ، كتاب التفسير ، التحريم)

ما في " الموافقات في أصول الشريعة للشاطبي " : ومجموع الضروريات خمسة : وهي حفظ الدين والنفس والنسل والمال والعقل .

(۲/۱۱ ، كتاب المقاصد ، النوع الأول ، المسئلة الأولى)

(۲) ما في " صحيح البخاري " : عن ابن عمر رضي الله عنهما قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : " كلكم راعٍ وكلكم مسؤول عن رعيته ، الإمام راعٍ ومسؤول عن رعيته ، والرجل راعٍ في أهله وهو مسؤول عن رعيته .... " الحديث .

(۱/۱۲۲ ، كتاب الجمعة ، باب الجمعة في القرى والمدن ، رقم :۸۹۳)

اولاد کے لیے بہترین ناموں کا انتخاب؛ باپ پر بچے کا حق ہے

مسئلہ (۱۸۴): مذہبِ اسلام نے اچھا نام رکھنے کو باپ پر بچے کا حق قرار دیا ہے، اور تمام انسانوں کو یہ پیغام دیا کہ اپنی اولاد کے لیے ایسے بہترین ناموں کا انتخاب کریں جو بھلائی وخیر خواہی پر دال ہوں، اور عبدیت وبندگی کے اظہار پر مبنی ہوں، اور ایسے ناموں سے قطعاً گریز کیا جائے جو انسان کو اُس کے مقام ومرتبہ کا احساس نہ دلاتے ہوں، اور عبدیت کے دائرے سے خارج کرتے ہوں، لیکن افسوس صد افسوس! آج کل اسلامی وضع قطع اور رہن سہن پسِ پشت ڈالنے کے ساتھ اپنی شناخت - اسلامی نام رکھنا بھی چھوڑ دیا گیا، بلکہ بعض مسلمان تو غیر اسلامی ماحول سے مرعوب ہوکر اپنے بچوں کا نام غیروں کی طرح اور بعض فلمی اداکاروں سے متأثر ہوکر اُن کے فلمی نام رکھتے ہیں، جب کہ دیگر بعض لوگ آدھا اسلامی اور آدھا غیر اسلامی نام رکھتے ہیں، اور کچھ لوگوں کو نیا نام رکھنے کا ایسا بخار چڑھا ہوتا ہے جو دنیا میں پہلے وجود میں ہی نہ آیا ہو، اور اُس نام کا مطلب دنیا کی کسی ڈکشنری (لغت) میں موجود نہیں ہوتا، وہ نام نہ تو اسم ہوتا ہے، نہ فعل، نہ حرف، بلکہ مہمل ہوتا ہے، اور بعضے تو قرآنی الفاظ کو نام میں ڈھالنے کے درپے ہوتے ہیں، جو فی نفسہٖ باعثِ برکت ہے، لیکن وہ قرآن سے ایسا لفظ چُن کرلاتے ہیں جو یا تو حرف ہوتا ہے، یا جملۂ ناقصہ، شرطیہ یا انشائیہ، جس کا انسان کے نام سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا، یاد رہے! کہ اسلامی نام ہماری زندگیوں پر اثر انداز ہونے کے ساتھ ساتھ مسلمان کی شناخت کے اظہار میں ایک اہم کردار

ادا کرتے ہیں، اس لیے اپنے بچوں کے نام اسلامی رکھیں۔ (۱)

نابالغ اولاد کا خرچ باپ کے ذمہ

مسئلہ (۱۸۵): جب تک لڑکے بالغ نہ ہوجائیں اور لڑکیوں کی شادی نہ ہوجائے، درآں حالانکہ ان کا کوئی مال نہ ہو، تو باپ پر ان کے کھانے پینے، کپڑے لتّے، دوا علاج کے اخراجات اور تعلیم وتربیت واجب ہے (۲)، لیکن جب لڑکے بالغ ہوجائیں اور لڑکیوں کی شادیاں ہوجائیں، تو اب ان کے اخراجات

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : وعن أبي الدرداء قال : قال رسول الله ﷺ : " تُدعون يوم القيامة بأسمائكم وأسماء آبائكم ، فأحسنوا أسمائكم " . رواه أحمد وأبوداود . (۳/۱۳۴۷ ، رقم الحديث : ۴۷۶۸ ، باب الأسامي ، الفصل الثاني ، السنن الكبرى للبيهقي : ۹/۵۱۵ ، رقم الحديث : ۱۹۳۰۸ ، كتاب الضحايا ، باب ما يستحب أن يسمى به ، بيروت ، سنن أبي داود :ص/۶۷۶ ، رقم الحديث : ۴۹۴۸، كتاب الأدب ، باب في تغيير الإسم القبيح ، قديمي)

ما في " فيض القدير " : " سمّوا بأسماء الأنبياء ، ولا تُسمّوا بأسماء الملائكة " . (عن عبد الله بن جراد) .... قوله : (سمّوا بأسماء الأنبياء ... الخ) ...... ويسنّ بأسماء الأنبياء اهـ . (۴/۱۱۳ ، رقم الحديث : ۴۷۱۷)

ما في " المصنف لإبن أبي شيبة " : عن سعيد بن المسيب قال : " أحب الأسماء إليه أسماء الأنبياء " . (۱۳/۳۴۵ ، كتاب الأدب)

ما في " صحيح مسلم " : عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : " إن أحب أسمائكم إلى الله عبد الله وعبد الرحمن " . (۲/۱۶۹، رقم : ۵۷۰۹ ، باب النهي عن التكني بأبي القاسم ، ط : دار الجيل بيروت)=

ان کے باپ کے ذمہ واجب نہیں ہیں، بلکہ لڑکے خود کما کر کھانے کے مکلّف ہیں، اور لڑکیوں کا نفقہ اُن کے شوہروں کے ذمہ ہیں، اسکولوں اور کالجوں میں پڑھنے والے جو طلباء بالغ ہیں، اور ان کے والدین ان کے تعلیمی وغیر تعلیمی اخراجات پورا کررہے ہیں، یہ ان کی طرف سے احسان وتبرع ہے، اور احسان وتبرع پر شکر گزاری لازم ہوتی ہے (۱)، اور وہ یہ ہے کہ طلباء خوب دل جمعی سے تعلیمی امور میں اپنے آپ کو مشغول رکھیں، اپنے اوقات کو ضائع نہ کریں (۲)، اور فضول خرچیوں سے اپنے آپ کو بچائیں (۳)، امید کہ اس کا پورا پورا خیال رکھا جائے گا۔

الحجة على ما قلنا :

=(۲) ما في " فتح القدير لإبن الهمام " : قوله : (ونفقة الأولاد الصغار على الأب لا يشاركه فيها أحد) قيد بالصغر فخرج البالغ وليس هذا على الإطلاق بل الأب إما غنى أو فقير ، والأولاد إما صغار أو كبار ، فالأقسام أربعة : الأول أن يكون الأب غنيا والأولاد كبارا ، فاما اناث أو ذكور ، فالإناث عليه نفقتهنّ إلى أن يتزوجن إذا لم يكن لهن مال ، وليس له أن يؤاجرهن فى عمل ولا خدمة وإن كان لهن قدرة ، وإذا طلقت وانقضت عدتها نفقتها على الأب ، والذكور اما عاجزون عن الكسب لزمانة أو عمى أو شلل أو ذهاب عقل فعليه نفقتهم . (۴/ ۳۷۱ ، باب النفقة ، فصل ونفقة الأولاد الصغار الخ ، البحر الرائق : ۴/ ۳۴۰ ، باب النفقة)

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿لئن شكرتم لأزيدنّكم ولئن كفرتم إنّ عذابي لشديد﴾ . (سورة ابراهيم :۷)

ما في " تفسير السمرقندي " : قال الفقيه : حدثنا أبي رحمه الله بإسناده عن =

....

=أبي هريرة أنه قال : " من رزق ستًا لم يحرم ستًا ؛ من رزق الشكر لم يحرم الزيادة لقوله تعالى : ﴿لئن شكرتم لأزيدنّكم﴾ . اهـ . (۲/ ۱ ۰ ۲)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿أفحسبتم أنما خلقنكم عبثًا وأنكم إلينا لا ترجعون﴾ . (المؤمنون:۱۱۵)

ما في " جمع الجوامع " : لقوله عليه السلام : " من حسن الإسلام تركه ما لا يعنيه". (۳۹۳/۶)

ما في " صحيح البخاري " : لقوله عليه السلام : " نعمتان مغبون فيهما كثير من الناس ؛ الصحة والفراغ " . (۹۴۹/۲ ، كتاب الرقاق)

ما في " الألعاب الرياضية لعلي حسين أمين يونس " : يقول يوسف القرضاوي حفظه الله : والحق أن السفه في إنفاق الأوقات أشد خطرًا من السفه في إنفاق الأموال .... لأن المال إذا ضاع قد يعود ، والوقت إذا ضاع لا عوض له .(ص/ ۳۲۰ ، ط : مكتبة دار النفائس اردن)

(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تبذّر تبذيرًا ، إنّ المبذرين كانوا إخوان الشيٰطين﴾ . (سورة الإسراء : ۲۶ ، ۲۷)

ما في " التفسير الكبير للرازى " : والتبذير فى اللغة : إفساد المال وانفاقه في السرف . (۳۲۸/۷)

ما في " تفسير السمرقندي " : قال تعالى : ﴿إن المبذّرين﴾ أي ؛ المنفقين أموالهم في غير طاعة الله تعالى ، كانوا اخوان الشياطين يعنى أعوان الشياطين . (۲۶۶/۲)

وفيه : ﴿ولا تبذر تبذيرً﴾ .... أي ؛ لا تنفق مالک في غير طاعة الله تعالى . (۲۶۵/۲)

ما في " صحيح البخاري " : وعن المغيرة بن شعبة قال : قال النبي ﷺ : " إن الله حرّم عليكم عقوق الأمهات ، ووأد البنات ، ومنعًا وهات ، وكره لكم قيل وقال ، وكثرة السؤال ، وإضاعة المال " . (۳۲۴/۱ ، كتاب في الاستقراض وأداء الديون والحجر الخ ، باب ما ينهى عن إضاعة المال ، صحيح مسلم: ۷۶/۲ ، كتاب الأقضية)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۴۶۱۶۷)

عیسائی مشنری اسکولوں میں اپنے بچوں کو تعلیم دلوانا

مسئلہ (۱۸۶): انگلش میڈیم مشنری اسکولوں اور کالجوں میں مسلم لڑکوں اورلڑکیوں کوتعلیم کے لیے بھیجنا بہت سی دینی واخلاقی خرابیوں کا سبب ہے، یہ لوگ ہرممکن یہ کوشش کرتے ہیں کہ مسلم بچوں اوربچیوں میں اسلامی عقیدے باقی نہ رہیں، اوران کے قلب ودماغ میں عیسائی عقائد ونظریات بیٹھ جائیں، جب کہ والدین پر اپنے بچوں کے ایمان وعقائد کی نگہداشت اوران کی حفاظت کی فکر وکوشش فرض ہے[۱]، لہٰذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ اپنے بچوں کو عیسائی مشنری اسکولوں اورکالجوں میں تعلیم کے لیے داخل نہ کریں۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يا أيها الذين اٰمنوا قوا انفسكم واهليكم نارًا وقودها الناس والحجارة﴾ . (سورة التحريم : ۶)

ما في " صحيح البخارى " : وقال مجاهد : ﴿قوا أنفسكم وأهليكم﴾ أوصوا أنفسكم وأهليكم بتقوى الله وأدّبوهم . (ص/۹۰۰ ، باب قوله : أن تتوبا إلى الله فقد صغت قلوبكما ، بيروت ، معارف القرآن :۸/۵۰۳)

ما في " صحيح البخارى " : عن عبد الله بن عمر – رضي الله عنهما – يقول : سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول : " كلكم راع ، وكلكم مسؤول عن رعيته ، الإمام راع ومسؤول عن رعيته ، والرجل راع في أهله وهو مسؤول عن رعيته ، والمرأة راعية في بيت زوجها ومسؤولة عن رعيتها ، والخادم راع في مال سيده ومسؤول عن رعيته " .

(ص/۱۶۹، رقم :۸۹۳ ، كتاب الجمعة ، باب الجمعة في القرى والمدن ، بيروت، صحيح مسلم :۶/۴۶۰ ، رقم : ۱۸۲۹ ، كتاب الإمارة ، باب فضيلة =

دینی یا دنیوی ضرر کے پیش نظر قطع تعلق

مسئلہ (۱۸۷): جس آدمی سے بات چیت کرنے اور تعلقات وروابط رکھنے میں دینی یا دنیوی ضرر ونقصان ہو، اُس سے دوری وکنارہ کشی اختیار کرنا تمام علماء کے نزدیک بالاتفاق جائز ہے، یہ قطع تعلق (تعلق کو ختم کرنا) ناجائز وحرام نہیں۔ (۱)

=الإمام العادل وعقوبة الجائر والحث على الرفق بالرعية الخ ، بيروت)

ما في " روح المعاني " : وأخرج ابن المنذر والحاكم وصححه وجماعة عن علي كرم الله تعالى وجهه أنه قال في الآية : علّموا أنفسكم وأهليكم الخير وأدبوهم ، والمراد بالأهل على ما قيل : يشمل الزوجة والولد والعبد والأمة ، واستدل بها على أنه يجب على الرجل تعلم ما يجب من الفرائض وتعليمه لهؤلاء ، وأدخل بعضهم الأولاد في الأنفس لأن الولد بعض من أبيه . (۲۳۲/۱۵ ، الجزء الثاني ، سورة التحريم : ٦)

(۲) ما في " المقاصد الشرعية " : ان الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرما وتكون واجبة إذا كان المقصد واجبا . (ص/٤٦ ، المطلب الثامن ؛ صلة المقاصد بالذرائع سدًا وفتحًا) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۱۸۶۱۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مرقاة المفاتيح " : وأجمع العلماء على أن من خاف من مكالمة أحد وصلته ما يفسد عليه دينه أو يدخل مضرة في دنياه يجوز له مجانبته وبُعده " وربّ صرم جميل خيرٌ من مخالطة تؤذيه " . (۲۳۰/۹ ، كتاب الآداب ، باب ما ينهى عن من التهاجر والتقاطع واتباع العورات ، الفصل الأول ، تحت رقم الحديث :۵۰۲۷)

ما في " بذل المجهود " : قال السيوطي : والمراد حرمة الهجران إذا كان الباعث عليه وقوع تقصير في حقوق الصحبة والأخوة وآداب العشرة .... ومن خاف من مكالمة أحد وصلته ما يفسد عليه الدين ، أو يدخل مضرة في دنياه يجوز له مجانبته ، والبعد عنه ، وربّ هجر حسن خير من مخالطة مؤذية . (۳۱۹/۱۳ ، ۳۲۰ ، =

انبیاء کی زندگی پر مبنی ویڈیو فلم

مسئلہ (۱۸۸): حضرت یوسف علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی زندگی کو مدّ نظر رکھتے ہوئے اُن پر ویڈیو فلمیں بنائی گئیں، اُن میں حضرات انبیاء کی فرضی تصویریں بھی ہیں(۱)، میوزک بھی ہے(۲)، اور فرضی ومَن گھڑت حالاتِ زندگی بھی، بہت سے لوگ اِن ویڈیو فلموں کو دیکھتے ہیں، اور اُس کو نہ صرف بڑا اچھا کام سمجھتے ہیں، بلکہ فخریہ انداز میں اسے بیان بھی کرتے ہیں کہ فلاں رات یا فلاں وقت ہم نے حضرت یوسف علیہ السلام کی ویڈیو فلم دیکھی، اُن کو معلوم ہونا چاہیے کہ حضراتِ انبیاء علیہم السلام کی اس طرح فرضی ویڈیو فلمیں بنانا اور انہیں دیکھنا شرعاً ناجائز وحرام ہے۔

=كتاب الأدب ، باب في هجرة الرجل أخاه ، تحت رقم الحديث : ۴۹۱۰ ، تكملة فتح الملهم :۳۵۶/۵ ، كتاب البر والصلة والآداب ، باب تحريم الهجر فوق ثلاث بلا عذر شرعي ، تحت رقم الحديث : ۶۴۹۰) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۴۶۱۰۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح مسلم " : عن عبد الله قال : قال رسول الله ﷺ : " إن أشدّ الناس عذابًا يوم القيامة المصوّرون " . (۲۰۱/۲ ، كتاب اللباس والزينة ، باب تحريم تصوير صورة الحيوان ، رقم الحديث : ۲۱۰۹)

ما في " تفسير القرطبي " : يدل على المنع من تصوير شيء أي شيء كان .

(۲۷۴/۱۲ ، الدر المختار مع الشامية : ۵۱۹/۹ ، الحظر والإباحة ، فصل في اللبس)

ما في " فقه النوازل " : لا يجوز شرعًا تخييل شخص النبي ﷺ بالصور المتحركة أو الثابتة ، كل ذلک حرام لا يحل لأي غرض من الأغراض ، وكذا سائر=

میوزک والی نظمیں اور نعتیں

مسئلہ (۱۸۹): ایسی نظمیں اور نعتیں جن میں شرکیہ کلمات نہ ہوں، اور نہ اُن کو سننے کے لیے میوزک سننا پڑتا ہو، بلا شبہ انہیں سن سکتے ہیں (۱)، لیکن ایسی نظمیں ونعتیں جو شرکیہ کلمات پر مشتمل ہوں (۲)، یا شرکیہ کلمات پر مشتمل تو نہ ہوں، مگر ان کے سننے کے لیے میوزک بھی سننا پڑتا ہو، تو ان کا سننا درست نہیں ہے۔ (۳)

= الرسل والأنبياء والصحابة الكرام . (۴/۳۲۰ ، الفن الرياضة ، الفصل الثاني ؛ الأناشيد والتمثيل، المبحث الثاني ؛ حكم تمثيل وتصوير الأنبياء والصحابة ، رقم الوثيقة : ۲۹۹)

(۲) ما في " نيل الأوطار للشوكاني " : عن أبي هريرة أن النبي صلى الله عليه وسلم قال : " استماع الملاهي معصية ، والجلوس عليها فسقٌ ، والتلذذ بها كفر " . (۸/۱۰۴ ، أبواب السبق والرمي ، باب ما جاء في آلة اللهو ، تحت رقم الحديث :۳۵۵۳)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : قلت : وفي " البزازية " : استماع صوت الملاهي كضرب قصب ونحوه حرام ، لقوله عليه السلام : استماع الملاهي معصية ، والجلوس عليها فسق ، والتلذذ بها كفر .... فالواجب كل الواجب أن يجتنب كي لا يسمع لما روى عليه السلام أدخل اصبعه في أذنه عند سماعه .

(۹/۵۰۴ ، كتاب الحظر والإباحة ، قبيل فصل في اللبس ، ط؛ بيروت)

(فتاویٰ دار العلوم دیو بند، رقم الفتویٰ: ۴۸۲۴۶)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " أحكام القرآن للقرطبي " : ان من الشعر ما يجوز انشاده ويكره ويحرم ...... فأما ما تضمن ذكر الله وحمده والثناء عليه فذلک مندوب إليه ...... أو ذكر رسول الله أو مدحه . (۱۳/۱۴۵ ، ۱۴۶ ، سورة الشعراء ، رقم الآية : ۲۲۴)=

....

....

....

....

....

....

....

....

=(۲) ما في " صحيح البخاري " : عن ابن عباس : سمع عمر رضي الله عنه يقول على المنبر : سمعت النبي صلی اللہ علیہ وسلم يقول : " لا تطروني كما أطرت النصارى ابن مريم ، فإنما أنا عبده ، فقولوا : عبد الله ورسوله " . (۱/ ۴۹۰ ، كتاب أحاديث الأنبياء ، باب "واذكر في الكتٰب مريم إذا انتبذت من أهلها ، رقم الحديث : ۳۴۴۵)

ما في " عمدة القاري " : قوله : " لا تطروني " وهو المدح بالباطل ، وقيل : الإطراء مجاوزة الحد في المدح والكذب فيه . قوله : " كما أطرت النصارى " أي في دعواهم في عيسى بالإلٰهية وغير ذلک . (۱۶/ ۵۲)

(۳) ما في " الدر المختار مع الشامية " : قلت : وفي البزازية : استماع صوت الملاهي كضرب قصب ونحوه حرام لقوله عليه الصلاة والسلام : " استماع الملاهي معصية والجلوس عليها فسق ، والتلذذ بها كفر " أي بالنعمة . ... وأشعار العرب لو فيها ذكر الفسق تكره . الدر المختار . وفي الشامية : وقال في تبيين المحارم : واعلم أن ما كان حرامًا من الشعر ما فيه فحش أو هجو مسلم أو كذب على الله تعالى أو رسوله صلی اللہ علیہ وسلم أو على الصحابة ، أو تزكية النفس ، أو الكذب أو التفاخر المذموم ، أو القدح في الأنساب . (۹/ ۵۰۴ ، كتاب الحظر والإباحة ، قبيل فصل في اللبس)

(فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ: ۸۴۹۵)

ذاتی ضرورت کے لیے آفس کے فون وغیرہ کا استعمال

مسئلہ (۱۹۰): بعض لوگ دفتری کاموں کی ملازمت سے منسلک ہوتے ہیں، مثلاً کوئی آفس انچارج ہوتا ہے، تو کوئی اہم شخصیت کا سکریٹری، یا پھر کوئی آفس سے متعلق کاموں کی انجام دہی کے لیے مقرر ہوتا ہے، اور آفس کی تمام چیزیں مثلاً فون، کمپیوٹر، زیراکس مشین اور گاڑی وغیرہ - ان لوگوں کے زیر استعمال ہوتی ہیں، یہ چیزیں آفس کے کاموں کی انجام دہی کے لیے ہوتی ہیں، مگر یہ ملازمین جائز وناجائز کی پرواہ کیے بغیر اُنہیں اپنے ذاتی استعمال میں بھی لاتے ہیں، حالانکہ اس سلسلے میں اسلامی نقطۂ نگاہ یہ ہے کہ اگر متعلقہ ادارہ یا فرد کی طرف سے اس طرح کے استعمال کی اجازت ہے، تو استعمال کرنا جائز ہے، ورنہ اپنی ضرورت بیان کرکے باقاعدہ صریح اجازت لینا ضروری ہے، بغیر اجازت استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي حرة الرقاشي عن عمه قال : قال رسول الله ﷺ : " ألا لا تظلموا ، ألا لا يحلّ مال امرئ إلا بطيب نفس منه " . رواه البيهقي في شعب الإيمان والدار قطني في المجتبى . (ص/۲۵۵، كتاب البيوع ، باب الغصب والعارية ، الفصل الثاني ، رقم الحديث : ۲۹۴۶)

ما في " مرقاة المفاتيح " : (إلا بطيب نفس منه) أي بأمر أو رضا منه .

(۶/۱۳۵ ، كتاب البيوع ، باب الغصب والعارية ، الفصل الثاني)

(فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ: ۸۳۰۷)

پہلے اجازت پھر سلام پھر کلام

مسئلہ (۱۹۱): اگر کوئی شخص مکان، دکان یا درس گاہ وغیرہ میں بیٹھا ہو، اور دوسرا شخص وہاں آجائے، تو اسے چاہیے کہ اولاً اجازت طلب کرے، پھر سلام کرے اور اس کے بعد کلام کرے، اور اگر باہر فَضا یعنی میدان میں ہو، تو پہلے سلام کرے پھر کلام کرے۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوی الهندية " : إذا أتی الرجل باب دار انسان يجب أن يستأذن قبل السلام ثم إذا دخل يسلم أولا ثم يتكلم ، وإن كان في الفضاء يسلم أولا ثم يتكلم . كذا في فتاوی قاضيخان . (۳۲۴/۵ ، كتاب الكراهية ، الباب السابع في السلام وتشميت العاطس ، فتاوی قاضيخان : ۳۷۷/۴ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في التسبيح والتسليم والصلوة علی النبي ﷺ الخ)

ما في " المحيط البرهاني " : ذكر في " النوازل " إذا أتی انسان باب دار غيره يجب أن يستأذنه ثم إذا دخل يسلم ، والأصل في ذلک قوله تعالی : ﴿لا تدخلوا بيوتا غير بيوتكم حتی تستأنسوا وتسلّموا علی أهلها﴾ – والمراد بالاستئناس الاستئذان لأمر الله تعالی ، أما الاستئذان قبل السلام وهذا في البيوت ، أما في الفضاء يسلم أولا ثم يتكلم لقوله عليه السلام : " من كلم قبل السلام فلا تجيبوه " .

(۵۷/۶ ، كتاب الاستحسان والكراهية ، الفصل الثامن في السلام وتشميت العاطس) (فتاویٰ فریدیہ: ۵۱۱/۴)

بیوہ کو میراث سے محروم کرنا

مسئلہ (۱۹۲): بعض جگہ یہ دستور ہے کہ اگر بیوہ دوسرا نکاح کرلے تو اُسے مرحوم شوہر کی میراث سے محروم کردیتے ہیں، اس لیے وہ بیچاری حصۂ میراث محفوظ رکھنے کی خاطر دوسرا نکاح نہیں کرتی، اور عمر بھر بیوگی کے مصائب برداشت کرنے کے ساتھ- مرحوم شوہر کے اعزّہ واقرِباء کے شب وروز- طرح طرح کے مظالم کا تختۂ مشق بنی رہتی ہے، یاد رکھئے! یہ سراسر ظلم اور حرام ہے، کیوں کہ نکاحِ ثانی کرنے کے باوجود، ازرُوئے شرع بیوہ بدستور اپنے حصۂ میراث کی مالک رہتی ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : قال الله تبارك وتعالى : ﴿ولهنّ الربع مما تركتم إن لم يكن لكم ولد ، فإن كان لكم ولد فلهنّ الثمن مما تركتم من بعد وصية توصون بهآ أو دين﴾ . (سورة النساء : ۱۲)

ما في " السراجي في الميراث " : أما للزوجات فحالتان : الربع للواحدة فصاعدة عند عدم الولد وولد الإبن وإن سفل ، والثمن مع الولد أو ولد الإبن وإن سفل .

(ص/ ۱۱، ۱۲، الشريفية شرح السراجية :ص/ ۲۱ ، فصل في النساء ، ط : المكتبة الأسعدي سهارنپور ، الفتاوى الهندية : ۶/ ۴۵۰ ، كتاب الفرائض ، الباب الثاني في ذوي الفروض المقدرة في كتاب الله تعالى ستة) (فتاویٰ محمودیہ: ۲۰/ ۴۷۱، احکامِ میت: ص/ ۱۷۴)

شوہر کی اجازت کے بغیر اپنا پیسہ خرچ کرنا

مسئلہ (۱۹۳): بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ بیوی اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اپنے ذاتی پیسوں یا پراپرٹی کو خیرات نہیں کرسکتی، اُن کی یہ بات درست نہیں ہے، صحیح یہ ہے کہ بیوی کے لیے اپنے ذاتی پیسوں یا پراپرٹی کو خیرات کرنے کے لیے شوہر سے اجازت لینا ضروری نہیں، کیوں کہ وہ مالک ہے، اور مالک کو اپنی مِلک میں تصرف کرنے کے لیے کسی اور کی اجازت لینا ضروری نہیں[1]، البتہ مشورہ لینا بہتر ہوگا۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الهداية " : ووجه الجواز أنها تصرفت في خالص حقها وهي من أهله لكونها عاقلة مميزة ، ولهذا كان لها التصرف في المال ولها اختيار الازواج .
(۲/۳۱۴ ، كتاب النكاح ، باب الأولياء والاكفاء)

ما في " التفسير للبيضاوي " : المالك هو المتصرف في الأعيان المملوكة كيف شاء من الملك . (ص/۷ ، تفسرة سورة الفاتحة)

ما في " شرح المجلة " : كل يتصرف في ملكه كيف ما شاء .
(ص/۶۵۴، رقم المادة : ۱۱۹۲)

تعظیم وتکریم کے لیے کسی کے پیر چھونا

مسئلہ (۱۹۴): بعض لوگ کسی اہم ومُقتدَر یا مُقتدیٰ شخص کی تعظیم وتکریم کے لیے جھُک کر اس کے پیر چھوتے ہیں، اور اُس کی دعائیں لیتے ہیں، یہ غیر قوموں کا طریقہ ہے، دینِ اسلام میں اس کی گنجایش نہیں، نیز کسی کے سامنے رکوع کی طرح جھکنا اور پیر چھونا سجدۂ تعظیمی کی طرح ہے، جو کہ منع ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : وفي الزاهدي : الإيماء في السلام إلى قريب الركوع كالسجود . (۹/ ۴۵۱، كتاب الحظر والإباحة ، باب الاستبراء وغيره ، بيروت ، المحيط البرهاني :۶/ ۱۴۸، الفتاوى الهندية :۵/ ۳۶۹ ، سكب الأنهر مع مجمع الأنهر :۴/ ۲۰۵) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۵۰۳۷۶)

فصل فی اللبس والزینة

لباس اور زینت کے مسائل

ناک میں نتھ اور پیر کی انگلیوں میں چھلے پہننا

مسئلہ (۱۹۵): عورتوں اور بچیوں کے لیے زیب وزینت اختیار کرنے کی شرعاً اجازت ہے، اس لیے اگر بطورِ زیب وزینت بچیوں کے ناک میں نتھ پہنادی جائے تو اس کی گنجایش ہے [۱]، البتہ پیر کی انگلیوں میں چھلّے پہننا غیر مسلم عورتوں کا شِعار ہے، اس لیے اس سے احتراز کرنا چاہیے، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے۔ [۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : تنبيه : لا بأس بكيّ البهائم للعلامة وثقب أذن الطفل من البنات لأنهم كانوا يفعلونه في زمن رسول الله ﷺ من غير إنكار .

(۹/۵۵۸ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع ، الفتاوى الهندية :۵/۳۵۷، الباب التاسع عشر في الختان والخصاء الخ ، نفع المفتي والسائل :ص/۴۷۹ ، ما يتعلق بالنوم والقيام والقعود والكلام الخ)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : قلت : وهل يجوز الخزام في الأنف لم أره . در مختار . وفي الشامية : قوله : (لم أره) قلت : إن كان مما يتزين النساء به كما هو بعض البلاد فهو فيها كثقب القرط . اهـ . وقد نص الشافعية على جوازه .

(۹/۶۰۲ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع)

(۲) ما في " مشكوة المصابيح " : عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : =

ڈَو (Dove) کریم کا استعمال

مسئلہ (۱۹۶): بعض لوگ پوچھتے ہیں کہ ڈَو (Dove) اور دیگر کریم جن میں الکحل ہوتا ہے، اُن کا استعمال حلال ہے یا نہیں؟ اور وضو صحیح ہوگا یا نہیں؟ - اِس سلسلے میں عرض ہے کہ آج کل کریموں، دواؤں اور عطریات وغیرہ میں جو الکحل ملایا جاتا ہے، وہ عموماً انگور اور کھجور کے علاوہ دیگر اشیاء مثلاً: جَو، گندم وغیرہ سے کشیدہ ہوتا ہے، جن کا حکم مختلف فیہ ہونے کی وجہ سے اُن کو استعمال کرنے کی شرعاً گنجایش ہے، اور ایسی صورت میں وضو اور نماز بھی درست ہوگی، تاہم اگر تحقیق سے معلوم ہوجائے کہ اُن میں ملایا جانے والا الکحل انگور یا کھجور سے کشیدہ ہے، اور کسی کیمیاوی طریقہ سے اس کی ماہیت کو تبدیل نہیں کیا گیا، تو اِس صورت میں اگرچہ وضو ہوجائیگا، مگر ایسی اشیاء بلا شبہ ناپاک ہیں، اِن کا استعمال شرعاً جائز نہیں ہے، اِس سے بچنا لازم ہے۔ (۱)

=" من تشبّه بقوم فهو منهم " . رواه أحمد وأبو داود .

(ص/٥/٣٧٥ ، كتاب اللباس ، الفصل الثاني ، رقم الحديث :٤٣٤٧)

ما في " مرقاة المفاتيح " : " من تشبه بقوم " أي من شبّه نفسه بالكفار مثلا في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار . " فهو منهم" أي في الإثم والخير ، قال الطيبي : هذا عام في الخلق ، والخلق والشعار .

(٨/٢٢٢ ، تحت رقم الحديث :٤٣٤٧، بذل المجهود : ١٢/ ٥٩، كتاب اللباس ، باب في لُبس الشهرة ، تحت رقم الحديث : ٤٠٣٠)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۴۲۸۲۹)=

ٹخنوں کے نیچے پاجامہ یا جبہ پہننا

مسئلہ (۱۹۷): جس طرح ٹخنوں کے نیچے پاجامہ پہننا ناجائز ہے، اسی طرح قمیص بھی ٹخنوں سے نیچی پہننا جائز نہیں، بعض لوگ جبہ کے اندر پاجامہ تو ٹخنوں سے اوپر پہنتے ہیں، مگر جبہ ٹخنوں سے نیچے تک ہوتا ہے، انہیں اِس پر دھیان دینا چاہیے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " تكملة فتح الملهم " : حكم الكحول المسكرة () فإنها إن اتخذت من العنب أو التمر فلا سبيل غلى حلتها أو طهارتها ، وإن اتخذت من غيرها فالأمر فيها سهل على مذهب أبي حنيفة .... وإن معظم الكحول التي تستعمل اليوم في الأدوية والعطور وغيرها لا تتخذ من العنب أو التمر ، إنما تتخذ من الحبوب أو القشور أو البيترول وغيرها ، وحينئذ هناک فسحة في الأخذ بقول أبي حنيفة عند عدم البلوى . (۶۰۸/۳ ، كتاب الطهارة ، الأشربة ، حكم الكحول المسكرة)

(فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ: ۱۴۲۷۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " ما أسفل من الكعبين من الإزار في النار " . رواه البخاري . (ص/۳۷۳ ، كتاب اللباس ، الفصل الأول ، رقم الحديث : ۴۳۱۴ ، صحيح البخاري : ۸۶۱/۲ ، كتاب اللباس ، باب ما أسفل من الإزار فهو في النار ، رقم الحديث : ۵۷۸۷)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن سالم عن أبيه عن النبي ﷺ قال : " الإسبال في الإزار والقميص والعمامة من جرّ منها شيئًا خيلاء لم ينظر الله إليه يوم القيامة " . رواه أبوداود والنسائي وابن ماجة . (ص/۳۷۴ ، كتاب اللباس ، الفصل الثاني ، رقم =

غیر شرعی لباس تیار کرنا

مسئلہ (۱۹۸): عورتوں کے غیر شرعی لباس - یعنی ایسے کپڑے جن میں ستر کھلا رہے، یا بدن کا نشیب وفراز دکھائی دے - تیار کرنا مکروہِ تحریمی وناجائز ہے۔ (۱)

=الحديث :۴۳۳۲ ، سنن ابن ماجه :ص/۲۵۶، كتاب اللباس ، باب طول القميص كم هو؟)

ما في " حاشية مسلم " : إن الإسبال يكون في الإزار والقميص والعمامة وأنه لا يجوز إسباله تحت الكعبين إن كان للخيلاء ، فإن كان لغيرها فهو مكروه ، وظواهر الأحاديث في تقييدها بالجرّ خيلاء تدل على أن التحريم مخصوص بالخيلاء ..... وأما القدر المستحب فيما ينزل إليه طرف القميص والإزار فنصف الساقين كما في حديث ابن عمر المذكور ، وفي حديث أبي سعيد : إزارة المؤمن إلى انصاف ساقيه لا جناح عليه فيما بينه وبين الكعبين ما أسفل من ذلک فهو في النار ، فالمستحب نصف الساقين والجائز بلا كراهة ما تحته إلى الكعبين فما نزل عن الكعبين فهو ممنوع فإن كان للخيلاء فهو ممنوع منع تحريم وإلا فمنع تنزيه ..... قال القاضي : قال العلماء : وبالجملة يكره كل ما زاد على الحاجة والمعتاد في اللباس من الطول والسعة والله اعلم . (۱۹۴/۲، ۱۹۵، كتاب اللباس ، باب تحريم جرّ الثوب خيلاء وبيان حد ما يجوز ارخاؤه إليه وما يستحب ، مرقاة المفاتيح :۱۹۸/۸، كتاب اللباس،الفصل الأول ، تحت رقم الحديث :۴۳۱۴) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۱۱۰۶)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : أو خياطًا أمره أن يتخذ له ثوبًا على زيّ الفساق يكره له أن يفعل . (۵۶۲/۹، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع ، البحر الرائق : ۳۷۱/۸، كتاب الكراهية ، فصل في البيع ، المحيط البرهاني : ۹۶/۶ ، كتاب الاستحسان والكراهية ، الفصل الرابع عشر في الكسب) (فتاویٰ محمودیہ:۲۶۹/۲۵،فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۳۶۳۱۴)

داڑھی اُگانے کے لیے بلیڈ گھمانا

مسئلہ (۱۹۹): اگر کسی شخص کی داڑھی پوری نہیں نکلی، صرف ٹھڈی پر بال اُگے ہیں گالوں پر نہیں، تو وہ اتنی ہی داڑھی رکھنے کا مکلّف و پابند ہے، اور اتنی داڑھی رکھنے سے اس پر کوئی گناہ نہیں، بعض لوگ اُسے یہ مشورہ دیتے ہیں کہ داڑھی کو ایک بار پوری طرح سے منڈ والو، تو پوری داڑھی آجائے گی، اس طرح کا مشورہ دینا اور اسے قبول کرنا، دونوں درست نہیں، کیوں کہ پوری داڑھی اُگانے کے لیے تھوڑی داڑھی کو صاف کرنا درست نہیں۔ [۱]

داڑھی کو سیاہ رنگ سے رنگنا

مسئلہ (۲۰۰): داڑھی کے سفید بالوں کو سیاہ رنگ سے رنگنا منع ہے [۲]، سیاہ رنگ کے علاوہ کی اجازت ہے [۳]، مگر اس شرط کے ساتھ کہ اس میں کوئی نجس چیز شامل نہ ہو، اور اس میں کوئی ایسا ذی جِرم (جسم والا) مادّہ نہ ہو، جو پانی پہنچنے کے لیے رکاوٹ بنے، بلکہ اس کو لگانے کے بعد محض رنگ اُبھرتا ہو۔ [۴]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : يحرم على الرجل قطع لحيته .

(۹/۵۸۳ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ذهب جمهور الفقهاء الحنفية والمالكية والحنابلة ، وهو قول عند الشافعية إلى أنه يحرم حلق اللحية لأنه مناقض للأمر النبوي بإعفائها وتوفيرها . (۳۵/۲۲۵ ، ۲۲۶ ، لحية ، حلق اللحية)=

....

....

=(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۶۔۷۔۴۸۶)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " سنن أبي داود " : عن ابن عباس قال : قال رسول الله ﷺ : " يكون قوم يخضبون في آخر الزمان بالسواد كحواصل الحمام لا يريحون رائحة الجنة " .

(ص/۵۷۸ ، كتاب الترجل ، باب ما جاء في خضاب السواد ، رقم الحديث : ۴۲۱۲)

ما في " بذل المجهود " : وفي الحديث تهديد شديد في خضاب الشعر بالسواد ، وهو مكروه كراهة تحريم . (۱۲/۲۳۷ ، ۲۳۸ ، تحت رقم : ۴۲۱۲)

(۳) ما في " صحيح مسلم " : عن جابر بن عبد الله قال : أتى بأبي قحافة يوم فتح مكة ورأسه ولحيته كالثغامة بياضًا ، فقال رسول الله ﷺ : " غيّروا هذا بشيء واجتنبوا السواد " . (۲/۱۹۹، كتاب اللباس والزينة ، باب استحباب خضاب الشيب بصفرة أو حمرة وتحريمه بالسواد ، مشكوة المصابيح :ص/۳۸۰ ، كتاب اللباس ، باب الترجل ، الفصل الأول ، رقم الحديث : ۴۴۲۴)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : يستحب للرجل خضاب شعره ولحيته ولو في غير حرب في الأصح ..... ويكره بالسواد .

(۹/۶۰۴ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع)

(۴) ما في " مراقي الفلاح " : والثالث زوال ما يمنع وصول الماء إلى الجسد لجرمه الحائل كشمع وشحم قيد به ، لأن بقاء دسومة الزيت ونحوه لا يمنع لعدم الحائل . (ص/۶۲ ، كتاب الطهارة ، فصل في أحكام الوضوء)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : ولا يمنع ما على ظفر صباغ .

(۱/۲۸۹ ، كتاب الطهارة ، مطلب في أبحاث الغسل)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۷۔۷۔۴۳۵)

داڑھی کے بال نالی میں نہ بہائیں

مسئلہ (۲۰۱): بسا اوقات وضو کے دوران داڑھی کے بال ہاتھ میں آجاتے ہیں، یا گرجاتے ہیں، تو ان بالوں کو نالی میں نہ بہائیں، یہ انسانی جزء ہے، جس کا احترام لازم ہے، ان بالوں کو الگ کونے میں رکھ دیں، پھر ممکن ہو تو بعد میں زمین کے نیچے دفن کردیں، یا ایسی جگہ ڈالدیں جہاں بے حرمتی نہ ہو۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولقد كرّمنا بني آدم﴾ . (سورة الإسراء : ۷۰)

ما في " حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح " : وفي الخانية : ينبغي أن يدفن قلامة ظفره ومحلوق شعره ، وإن رماه فلا بأس وكره القاؤه في كنيف أو مغتسل لأن ذلک يورث داء ، وروي أن النبي ﷺ أمر بدفن الشعر والظفر ..... ولأنهما من أجزاء الآدمي فتحرم ، وروى الترمذي عن عائشة رضي الله عنها : كان ﷺ أمر بدفن سبعة أشياء من الإنسان : الشعر والظفر والحيضة والسِّنّ والقلفة والمسحة . اهـ . (ص/۲۷۵ ، كتاب الصلاة ، قبيل باب أحكام العيدين ، الفتاوى الهندية :۳۵۸/۵ ، كتاب الكراهية ، الباب التاسع عشر في الختان والخصاء وقلم الأظفار الخ)

ما في " المغنى والشرح الكبير " : ويستحب دفن ما قلم من أظفاره أو أزال من شعره . (۱۰۲/۱ ، الفطرة خمس : الختان الاستحداد قصّ الشارب تقليم الأظافر نتف الإبط ، الفقه الإسلامى وأدلته : ۲۶۵/۱ ، الفصل الرابع الوضوء ، المبحث الثاني السواک ، آراء الفقهاء في خصال الفطرة)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۴۷۹۶۳)

کشیدہ کاری والے برقع کا استعمال

مسئلہ (۲۰۲): آج کل خواتین جن برقعوں اور حجابوں کو استعمال کررہی ہیں، ہم اُن سے اچھی طرح واقف ہیں، رنگ برنگ نگوں سے سجائے ہوئے، عمدہ وشاندار کشیدہ کاری کی ہوئی- کہ نہ دیکھنے والا بھی دیکھنے لگ جائے، اس طرح کے برقعے مقصدِ برقع کے خلاف ہیں، کیوں کہ برقع کا مقصد یہ ہے کہ وہ عورت اوراس کی زیب وزینت کی تمام چیزوں کو چھپائے، یہ نہیں کہ برقع خود اس قدر زیب وزینت والا، زرق برق ہو کہ وہ بھی کسی برقع کا محتاج ہو، اس لیے ہم مردوں کو چاہیے کہ اپنی ماؤں، بہنوں اور بیویوں کو اس طرح کے برقعوں کے استعمال سے منع کریں، اور سیدھے سادھے برقعوں کے استعمال کی ترغیب دیں، یہ ہماری ذمہ داری ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يا أيها النبي قل لأزواجک وبنٰتک ونسآ المؤمنين يدنين عليهن من جلابيبهنّ﴾ . (سورة الأحزاب : ۵۹) وقال تعالى : ﴿وليضربن بخمرهنّ على جيوبهنّ ولا يبدين زينتهنّ إلا لبعولتهنّ أو آبائهنّ﴾ . (سورة النور : ۳۱)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : ﴿وقرن في بيوتكنّ ولا تبرّجن تبرّج الجاهلية الأولى﴾ وأن المقصود من الآية مخالفة من قبلهنّ من المشية على تغنيج وتكسير واظهار المحاسن للرجال إلى غير ذلک مما لا يجوز شرعًا . (۱۸۰/۱۴)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن عبد الله بن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : " ألا كلكم راع وكلكم مسؤول عن رعيته ، فالإمام الذي على الناس راع وهو مسؤول عن رعيته والرجل راع على أهل بيته " . الحديث .

(ص/ ۳۲۰ ، كتاب الامارة والقضاء ، الفصل الأول)

عورتوں کے لیے ساڑی کا استعمال

مسئلہ (۲۰۳): مراٹھواڑہ کے علاقے میں اکثر عورتیں خواہ مسلم ہوں یا غیر مسلم، سب کا پہناوا ساڑی ہے، اور یہ کسی قوم ومذہب کی علامت وشِعار بھی نہیں ہے، لہٰذا ساڑی پہننے میں کوئی مضائقہ نہیں، البتہ ساڑی اس طرح پہنی جائے کہ اس سے پورا جسم چھپ جائے، اگر اس کا خیال رکھا جائے، تو ساڑی پہننا بھی جائز ہے، اور ساڑی پہن کر نماز پڑھنا بھی صحیح ہے، البتہ ڈھیلی ڈھالی جسم کو اچھی طرح چھپانے والی قمیص شلوار اور دوپٹے کا استعمال بہتر ہے۔(۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿یٰبني آدم قد أنزلنا علیکم لباسًا یواري سوء اتکم وریشًا ولباس التقوی ذلک خیر﴾ . (سورة الأعراف : ۲۶)

ما في " أحکام القرآن للجصاص " : وقد اتفقت الأمة علی معنی ما دلت علیه الآیة من لزوم فرض ستر العورة . (۳/ ۴۰)

ما في " تکملة فتح الملهم " : ان الإنسان جبل علی حب التنوع في أنواع اللباس والطعام ، فإن الإسلام لم یقصره علی نوع دون نوع ، ولم یقرر للإنسان نوعا خاصا ، أو هیئة خاصة من اللباس ، ولا أسلوبا خاصا للمعیشة ، وإنما وضع مجموعة من المبادئ والقواعد الأساسیة یجب علی المسلم أن یحتفظ بها في أمر لباس ، ثم ترکه حرًا في اختیار ما یراه من أنواع الملابس ، ولیس هناک ما یمنع التطور في أنواع اللباس ما دام الإنسان یحتفظ بهذه المبادئ ویفي بشروطها الواجبة ، فمن مقدمة هذه المبادئ أن اللباس یجب أن یکون ساترا لعورة الإنسان ، فالإسلام یلزم الرجل أن یلبس ما یستر ما بین سرته ورکبتیه ، ویلزم المرأة أن تستر کل جسدها ما عدا =

خواتین کا سر کے بال کٹوانا

مسئلہ (۲۰۴): عام حالات میں خواتین کا اپنے سر کے بالوں کو کٹوانا، کتروانا، فیشن کے طور پر چھوٹے کروانا، خواہ سامنے کی جانب سے ہو، یا دائیں بائیں جانب سے ہو، یا پیچھے کی جانب سے ہو، یعنی کسی بھی جانب سے ہو، مردوں کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے ناجائز وگناہ ہے(۱)، ہاں! اگر کسی خاتون کے بال بہت زیادہ لمبے ہوں، اور انہیں سنبھالنا واقعۃً مشکل ہوجائے، تو اس عذر کی وجہ سے اسے کچھ بال کاٹنے کی اجازت ہوگی، اسی طرح کسی کے بال عام عادت سے چھوٹے ہوں، اور انہیں بڑھانے کے لیے بالوں کو کاٹنے کی ضرورت پیش آجائے، تو بالوں کی نوک یعنی سِروں کو کاٹنا جائز ہے، اسی طرح کسی کے بالوں کی دونوکیں نکل آئیں، تو ایسے بالوں کو کاٹنا بھی جائز ہے، بشرطیکہ کاٹنے میں زیادہ مبالغہ نہ کیا جائے، مذکورہ صورتوں میں بالوں کو کٹوانے کی اجازت محض اس لیے ہے کہ یہ کٹوانا تشبہ بالرجال (مردوں کے ساتھ مشابہت) کی غرض سے نہیں، بلکہ بسببِ عذر وبغرضِ علاج ہے۔(۲)

=وجهها و كفيها وقدميها . (۱۰/ ٧٦ ، ٧٧ ، كتاب اللباس و الزينة)

ما في '' كتاب التعريفات للجرجاني '' : الاحتياط في اللغة هو : الحفظ ، وفي الاصطلاح : حفظ النفس عن الوقوع في المأثم . (ص/ ۱۵ ، باب الألف)

(فتاویٰ دار العلوم دیو بند، رقم الفتویٰ: ۴۲۱۱۳، کفایت المفتی: ۹/ ۱۷۰)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' مشكوة المصابيح '' : عن ابن عباس رضي الله عنهما قال : قال رسول الله=

رات میں یا دن میں سرمہ لگانا

مسئلہ (۲۰۵): رات میں سونے سے پہلے سُرمہ لگانا آپ ﷺ سے ثابت ہے، یعنی یہ عمل سنت ہے، نیز اس میں افادیت بھی ہے، بینائی کو طاقت ملتی ہے، اور امراضِ چشم سے حفاظت رہتی ہے، رہی بات دن میں سُرمہ لگانے کی تو یہ آپ ﷺ سے بطورِ سنت ثابت نہیں، البتہ اگر کوئی شخص دن میں سُرمہ لگالیتا ہے، اور اس سے زینت مقصود نہیں ہے، تو یہ مکروہ بھی نہیں۔ (۱)

= ﷺ : " لعن الله المتشبّهين من الرجال بالنساء ، والمتشبّهات من النساء بالرجال " .
(ص/ ۳۸۰ ، باب الترجل)

وفيه : عن علي رضي الله عنه : نهى رسول الله ﷺ " أن تحلق المرأة رأسها " .

وفي " حاشية مشكوة المصابيح " : قوله : أن تحلق المرأة رأسها وذلك لأن الذوائب للنساء كاللحى للرجال في الهيئة والجمال . (ص/ ۳۸۴ ، باب الترجل)

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : قطعت شعر رأسها أثمت ولعنت ...... والمعنى المؤثر التشبه بالرجال . اهـ . (۴۹۸/۹ ، كتاب الحظر والإباحة)

ما في " الهندية " : ولو حلقت المرأة رأسها فإن فعلت لوجع أصابها لا بأس به ، وإن فعلت ذلك تشبها بالرجل فهو مكروه . كذا في الكبرى . (۳۵۸/۵ ، الباب التاسع عشر)

ما في " جمهرة القواعد الفقهية " : إذا ارتفعت العلة ارتفع معلولها .
(۶۱۲/۲ ، رقم المادة : ۱۱۸) (فتاویٰ رحیمیہ :۱۰/ ۱۲۰، فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ: ۱۳۱۶۰)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " جامع الترمذی " : عن ابن عباس أن النبي ﷺ قال : " اكتحلوا بالإثمد ، فإنه يجلو البصر وينبت الشعر ، وزعم أن النبي ﷺ كانت له مِكحلة يكتحل بها كل ليلة ثلاثة في هذه وثلاثة في هذه " . (۳۰۵/۱ ، كتاب اللباس ، =

دیور سے پردہ ضروری ہے

مسئلہ (۲۰۶): مشترکہ خاندانی نظام یعنی جوائنٹ فیملی کا ایک سنگین مسئلہ یہ ہے کہ؛ بڑے لڑکے کی شادی ہوجاتی ہے، اور دوسرے جوان لڑکے جن کی شادیاں ابھی تک نہیں ہوئیں، وہ اُسی مکان میں رہتے ہیں، اُن کی خدمت بھی اِس نئی بھابی کی ذمہ داریوں میں شامل ہوتی ہے، اور یہ دیور اپنی اِس بھابی سے ہنسی مذاق کرتے ہیں، اور بے پردہ آمنا سامنا بھی ہوتا ہے، اور اسے گناہ بھی نہیں سمجھا جاتا ہے، حالانکہ شریعت کا حکم یہ ہے کہ دیور (شوہر کا چھوٹا بھائی) بھابی کا مَحرَم نہیں، اُس سے پردہ کرنا ضروری ہے، لہٰذا دیور اور بھابی کو چاہیے کہ پردہ کا پورا پورا اہتمام کریں، آپس میں بے تکلفی اور ہنسی مذاق سے پرہیز کریں، کیوں کہ اِس حکم شرعی کا پاس ولحاظ نہ رکھنے کی وجہ سے بڑے مفاسد اور برائیاں مُشاہَدے میں آ رہی ہیں۔ (۱)

=باب ما جاء في الاكتحال ، رقم :۱۷۵۷)

ما في " سنن أبي داود " : عن عبد الرحمن بن النعمان بن معبد بن هوذة عن أبيه عن جده عن النبي ﷺ أنه أمر بالإثمد المروَّح عند النوم وقال ليتقه الصائم .

(ص/۳۲۳ ، كتاب الصيام ، باب في الكحل عند النوم ، رقم :۲۳۷۷)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : لا يكره دهن شارب ولا كحل إذا لم يقصد الزينة . تنوير مع الدر . قال الشامي رحمه الله تعالى : لا يكره الاكتحال بحال . (۳/۳۵۳ ، ۳۵۴ ، كتاب الصوم ، قبيل مطلب في الفرق بين قصد الجمال وقصد الزينة ، بيروت)

ما في " الموسوعة الفقهية " : استحب الحنابلة والشافعية الاكتحال وترا ...... أما الحنفية : فقالوا بالجواز إذا لم يقصد به الرجل الزينة ، وأوضح بعض الحنفية أن الممنوع هو التزين للتكبر لا بقصد الجمال والوقار . (۶/۹۴ ، اكتحال ، الحكم الإجمالي)

(فتاویٰ دار العلوم دیو بند، رقم الفتویٰ:۳۴۶۷۶)

....

....

....

....

....

....

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : عن عقبة بن عامر قال : قال رسول الله ﷺ : "إياكم والدخول على النساء " فقال رجل : يا رسول الله ! أرأيت الحمو ؟ قال : "الحمو الموتُ " . متفق عليه . (ص/۲۶۸، باب النظر إلى المخطوبة ، قديمی ، صحيح البخاري : ۲/۷۸۷ ، كتاب النكاح ، باب لا يخلون رجل بامرأة إلا ذو محرم والدخول على المغيبة ، رقم : ۵۲۳۲ ، صحيح مسلم : ۲/۲۱۶ ، كتاب السلام ، باب تحريم الخلوة بالأجنبية والدخول عليها ، رقم : ۲۱۷۲)

ما في " مرقاة المفاتيح " : وعن عقبة بن عامر قال : قال رسول الله ﷺ : " إياكم والدخول على النساء " . أي غير المحرمات على طريق التخلية أو على وجه التكشف . (۲۵۳/۶ ، رقم : ۳۱۰۲ ، ط: المكتبة الأشرفية ديوبند)

ما في " عمدة القاري " : وقال النووي : المراد من " الحمو " في الحديث ؛ أقارب الزوج غير آبائه وأبنائه ، لأنهم محارم للزوجة يجوز لهم الخلوة بها ، ولا يوصفون بالموت ، قال : وإنما المراد : الأخ وابن الأخ والعم وابن العم وابن الأخت ونحوهم ممن يحل لها تزوجه لو لم تكن متزوجة ، وجرت العادة بالتساهل فيه ، فيخلو الأخ بامرأة أخيه فشبهه بالموت ، وقال القاضي : الخلوة بالأحماء مؤدية إلى الهلاک في الدين . (۳۰۳/۲۰ ، تحت رقم : ۵۲۳۲ ، المنهاج شرح مسلم بن الحجاج : ۲۷۴/۷ ، تحت رقم : ۲۱۷۲) (فتاویٰ محمودیہ: ۸۷/۱۷، ط: میرٹھ)

چچازاد، ماموں زاد، خالہ زاداور پھوپی زاد سے پردہ

مسئلہ (۲۰۷): عام طور پر ہمارے سماج ومعاشرے میں ماموں زاد، خالہ زاد، چچازاداور پھوپی زاد بھائیوں سے پردہ نہیں کیا جاتا، حالانکہ مذکورہ جتنے زادگان ہیں، سب غیر محرم ہیں (۱)، اوران سے شرعی پردہ ضروری ہے (۲)، پردہ نہ کرنے کی وجہ سے جہاں گناہ لازم آتا ہے، وہیں بہت ساری خرابیاں اور برائیاں بھی وجود میں آتی ہیں، آئے دن ہم ان برائیوں کو سنتے اور دیکھتے ہیں، لہٰذااس حکمِ شرعی پر سختی کے ساتھ عمل کی ضرورت ہے۔ (۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع رد المحتار " : وأما عمة أمه وخالة خالة أبيه حلال كبنت عمه وعمته وخاله وخالته لقوله تعالى : ﴿وأحل لكم ما ورآء ذلكم﴾ .

(۴/۱۰۳، ۱۰۴، كتاب النكاح ، فصل في المحرمات)

ما في " بدائع الصنائع " : وتحل له بنت العمة والخالة وبنت العم والخال ، لأن الله تعالى ذكر المحرمات في آية التحريم ، ثم أخبر سبحانه وتعالى أنه أحل ما وراء ذلک بقوله : ﴿وأحل لكم ما ورآء ذلكم﴾ ، وبنات الأعمام والعمات والأخوال والخالات لم يذكرن في المحرمات ، فكن مما وراء ذلک فكنّ محللاتٍ .

(۳/۴۱۱ ، كتاب النكاح ، قبيل فصل في المحرمات بالمصاهرة)

(۲) ما في " تبيين الحقائق " : والأصل أن لا يجوز النظر إلى المرأة لما فيه من خوف الفتنة، ولهذا قال عليه الصلاة والسلام : " المرأة عورة مستورة " إلا ما استثناه الشرع وهما العضوان . (۷/۳۹ ، كتاب الكراهية ، فصل في النظر والمسّ)

ما في " الدر المختار " : وفي الأشباه : الخلوة بالأجنبية حرام .

(۹/۵۲۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في النظر والمسّ)=

بہنوئی سالی کے لیے محرم نہیں

مسئلہ (۲۰۸): بہنوئی سالی کے لیے محرم نہیں ہے، محرم اُس شخص کو کہا جاتا ہے جس کے ساتھ ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہو[۱]، حالانکہ بہنوئی کے ساتھ نکاح بہن کے اس کے نکاح میں ہونے تک ہی حرام ہے، اگر بہنوئی بہن کو طلاق دیدے اوراس کی عدت گزر جائے ، یا بہن کا انتقال ہوجائے، تو بہنوئی سے سالی کا نکاح حرام نہیں ہے[۲]، اور وہ اپنی سالی سے نکاح کرسکتا ہے، اس لیے سالی بہنوئی کا آپس میں ہنسی مذاق کرنا اور بے پردہ سامنے آنا شرعاً منع وحرام ہے[۳]، ہمارا معاشرہ اس حکم شرعی سے بڑی غفلت برتتا ہے، جس کے مفاسد اور برائیاں آئے دن ہمارے مشاہدے میں آتی رہتی ہیں، لہٰذا اس جانب خاص توجہ دی جانی چاہیے۔

=(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وما آتاكم الرسول فخذوه وما نهٰكم عنه فانتهوا﴾. (سورة الحشر :۷)

ما في " صحيح مسلم " : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال : خطبنا رسول الله ﷺ : " .... فإذا أمرتكم بشيء فأتوا منه ما استطعتم ، وإذا نهيتكم عن شيء فدعوه " . (۱/۴۳۲ ، كتاب الحج ، باب فرض الحج مرة في العمر ، رقم :۱۳۳۷)

(فتاویٰ محمودیہ:۱۶/۳۷۵، میرٹھ)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : والمحرم من لا يجوز مناكحتها على التأبيد لقرابة أو رضاع أو صهرية . (۳/۴۱۱ ، كتاب الحج ، مطلب يقدم حق العبد ، الفتاوى الولوالجية :۲۵۳/۳ ، الفصل الأول في شرائط وجوب الحج ، الاختيار =

فصل فی الأکل والشرب

مرد وعورت کا آپس میں جھوٹا کھانا پینا

مسئلہ(۲۰۹): میاں بیوی اورمَحرم مَردوں اورعورتوں کا ایک دوسرے کا جھوٹا کھانا پینا جائز ہے(۱)، البتہ اجنبی مَردوں اورعورتوں کا جھوٹا کھانا پینا فتنے کے اندیشہ کی بنا پر مکروہ ہے۔(۲)

=لتعليل المختار : ۱/ ۲۰۰ ، كتاب الحج ، الفتاوى الهندية : ۱/ ۲۱۹ ، كتاب المناسک ، الباب الأول في تفسير الحج ، فتح القدير : ۲/ ۴۲۶ ، كتاب الحج)

(۲) ما في " رد المحتار " : فرع : ماتت امرأة له التزوج بأختها بعد يوم من موتها كما في الخلاصة عن الأصل ، وكذا في المبسوط لصدر الإسلام والمحيط والسرخسي والبحر والتاترخانية وغيرها من الكتب المعتمدة ، وأما ما عزى إلى النتف من وجوب العدة فلا يعتمد عليه ، وتمامه في كتابنا الفتاوى الحامدية . (۴/ ۱۱۶، كتاب النكاح ، فصل في المحرمات ، بيروت ، الدر المنتقى مع مجمع الأنهر : ۱/ ۴۷۸ ، كتاب النكاح ، باب المحرمات)

ما في " أحكام القرآن للتهانوى " : ولا يحرم الزنا بأحد الأختين النكاح بالأخرى كما لا يحرم الأخرى بعد موت إحداهما أو انقضاء العدة من الطلاق .

(۲/ ۲۱۴ ، سورة النساء ، قوله تعالى : وأن تجمعوا بين الأختين إلا ما قد سلف)

(۳) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وفي الأشباه : الخلوة بالأجنبية حرام .

(۹/ ۵۲۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في النظر والمسّ)

ما في " تبيين الحقائق " : والأصل أن لا يجوز النظر إلى المرأة لما فيه من خوف الفتنة ، ولهذا قال عليه الصلاة والسلام : " المرأة عورة مستورة " إلا ما استثناه الشرع وهما العضوان . (۷/ ۳۹ ، كتاب الكراهية ، فصل في النظر والمس)

(فتاویٰ محمودیہ: ۱۷/ ۴۹، میرٹھ)=

بچوں کو پولیو کے قطرے پلانا

مسئلہ (۲۱۰): اگر تحقیق سے ثابت ہوجائے کہ پولیو کے قطروں میں حرام اَجزاء شامل ہیں، یا اُن قطروں کے پلانے میں نقصانِ قوی کا اندیشہ ہو، تو اس کا استعمال شرعاً جائز نہیں، ورنہ بلا وجہ اور بلا تحقیق اس کو ناجائز اور حرام کہنا، اور لوگوں کو اس سے روکنا درست نہیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " الصحيح لمسلم " : عن عائشة قالت : " كنت أشرب وأنا حائض ثم أناوله النبي ﷺ فيضع فاه على موضع فيّ فيشرب ، واتعرّق العرق وأنا حائض ثم أناوله النبي ﷺ فيضع فاه على موضع فيّ " . (۱/۱۴۳، كتاب الحيض ، باب جواز غسل الحائض رأس زوجها وترجيله وطهارة سؤرها الخ ، رقم الحديث : ۳۰۰ ، سنن أبی داود :ص/۳۴ ، كتاب الطهارة ، باب في مؤاكلة الحائض ومجامعتها)

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : يكره للمرأة سؤر الرجل وسؤرها له . در . وفي الشامية : وقال الرملي : يجب تقييده بغير الزوجة والمحارم . (۹/۱۱۶، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع) (آپ کے مسائل اور اُن کا حل:۸/۳۹۴)

(۱) ما في " الشامية " : قوله : (ولو شک الخ) من شکّ في إنائه أو ثوبه أو بدنه أصابته نجاسة أو لا ، فهو طاهر ما لم يستيقن ..... وكذا ما يتخذه أهل الشرک أو الجهلة من المسلمين ، كالسمن والخبز والأطعمة والثياب .

(۱/۲۸۴، كتاب الطهارة ، قبيل مطلب في أبحاث الغسل)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : وخبر أبي الدرداء : " إن الله تعالى أنزل الداء والدواء ، وجعل لكل داء دواءً ، فتداووا ولا تداووا بالحرام " . (۲/۱۴۷۶، المبحث الثامن ؛ صلاة الجنازة الخ ، المطلب الأول الخ ، كراهة تمنى الموت ، التداوي)

(فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۱۱۸۸۵)

غیر مسلم پڑوسی کے تہوار کا کھانا

مسئلہ (۲۱۱): بسا اوقات کسی مسلم کا پڑوسی غیر مسلم ہوتا ہے، مسلمان - پڑوسی کے حقوق کا خیال رکھتے ہوئے عید کے موقع پر اپنے گھر میں بنی ہوئی چیز اُس کے گھر بھیجتا ہے، اور غیر مسلم پڑوسی بھی اپنے تہوار کے موقع پر جو کچھ اپنے گھر پر بناتا ہے، اپنے مسلم پڑوسی کے یہاں بھیجتا ہے، اس چیز کے متعلق اگر یہ یقین واطمینان ہو کہ وہ دیوی دیوتا کے نام چڑھائی ہوئی نہیں ہے، اور نہ ناپاک وحرام چیز اس میں شامل ہے، تو اس کو کھا سکتے ہیں۔ (۱)

جنم دن کی دعوت یا مٹھائی کی تقسیم

مسئلہ (۲۱۲): برتھ ڈے یعنی جنم دن کی دعوت یا اُس دن مٹھائیوں کی تقسیم کا اہتمام رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلفِ صالحین سے ثابت نہیں، اِن حضرات کے زمانہ میں اس طرح کی فضول خرچی والی تقریبات نہیں ہوا کرتی تھیں، یہ مغربی تہذیب سے متأثر ہونے کا نتیجہ ہے، برتھ ڈے کی دعوت یا

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : ولا بأس بطعام المجوس كله إلا الذبيحة فإن ذبيحتهم حرام . (۳۴۷/۵ ، كتاب الكراهية ، الباب الرابع عشر في أهل الذمة والأحكام التي تعود إليهم ، المحيط البرهاني :۱۰۳/۶ ، كتاب الاستحسان والكراهية ، الفصل السادس عشر في معاملة أهل الذمة ، البحر الرائق :۳۳۷/۸ ، كتاب الكراهية ، فصل في الأكل والشرب) (فتاوی دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۴۲۹۴۱)

اُس دن مٹھائیوں کی تقسیم کو دینی عمل سمجھ کر نہیں کیا جاتا، اس لیے اسے بدعت نہیں کہہ سکتے، کیوں کہ بدعت اُس کام کو کہا جاتا ہے جو دین میں ثابت نہ ہو، اور اس کو دین سمجھ کر کیا جائے (۱)، لیکن غیر مسلموں سے مماثلت اور غیر اسلامی تہذیب کی مشابہت کی وجہ سے یہ دعوت اور مٹھائیوں کی تقسیم کراہت سے خالی نہیں (۲)، اِس سے مسلمانوں کو پرہیز کرنا چاہیے، نہ اس طرح کی دعوت میں شرکت کرنی چاہیے، اور نہ اس طرح کی دعوت کا خود نظم کرنا چاہیے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مرقاة المفاتيح " : قال النووي : البدعة كل شيء عمل على غير مثال سبق ، وفي الشرع : إحداث ما لم يكن في عهد رسول الله ﷺ . (۱/ ۳۳۷ ، كتاب الإيمان ، باب الاعتصام بالكتاب والسنة ، الفصل الأول ، تحت رقم الحديث : ۱۴۱)

ما في " كتاب التعريفات للجرجاني " : البدعة : هي الأمر المحدث الذي لم يكن عليه الصحابة والتابعون ، ولم يكن مما اقتضاه الدليل الشرعي . (ص/ ۴۷)

ما في " البحر الرائق " : وعرفها الشمني : بأنها ما أحدث على خلاف الحق الملتقى عن رسول الله ﷺ من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان وجعل دينًا قويمًا وصراطًا مستقيمًا . (۱/ ۶۱۱ ، باب الإمامة ، رد المحتار على الدر المختار :۳/ ۳۵۲ ، كتاب الصلاة، باب الإمامة ، مطلب البدعة خمسة أقسام)

(۲) ما في " سنن أبي داود " : عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : " من تشبّه بقوم فهو منهم " . (ص/ ۵۵۹ ، كتاب اللباس)

ما في " مرقاة المفاتيح " : " من تشبّه بقوم فهو منهم " أي من شبّه نفسه بالكفار مثلا في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار . (۸/ ۲۲۲ ، كتاب اللباس ، رقم الحديث :۴۳۴۷)

(فتاویٰ دار العلوم دیو بند، رقم الفتویٰ: ۲۸۷۴۱)

ضرورت کے وقت غذائی اجناس کا ذخیرہ

مسئلہ (۲۱۳): انسانوں یا جانوروں کے کھانے پینے کی غذائی اَجناس کا ضرورت کے وقت ذخیرہ کر کے رکھنا، اور قیمت بڑھنے کے انتظار میں انہیں بازار میں نہ لانا، جس سے مخلوقِ خدا مہنگائی کے بوجھ تلے دب کر رہ جائے، جیسا کہ کچھ دنوں پہلے پیاز اور پھر اس کے بعد ٹماٹر کی قیمت آسمان سے باتیں کر رہی تھی، شرعاً ممنوع اور ناجائز ذخیرہ اندوزی میں داخل ہے، اس لیے اس طرح کے عمل سے پرہیز کرنا چاہیے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن ابن ماجة " : عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " الجالب مرزوق والمحتكر ملعون " .

(۱/۱۵۶، أبواب التجارات ، باب الحكرة والجلب)

ما في " الهداية " : ويكره الاحتكار في أقوات الآدميين والبهائم إذا كان ذلک في بلد يضر الاحتكار بأهله . (۴/۴۵۴ ، كتاب الكراهية ، فصل في البيع)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : وكره احتكار قوت البشر كتين وعنب ولوز والبهائم كتبن وقتّ في بلد يضر بأهله لحديث : " الجالب مرزوق والمحتكر ملعون" . قال الشامي رحمه الله تعالى : الاحتكار لغة : احتباس الشيء انتظارا لغلائه ، وشرعًا : اشتراء طعام ونحوه وحبسه إلى الغلاء أربعين يومًا .

(۹/۵۷۱ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع ، مجمع الأنهر :۴/۲۱۳، كتاب الكراهية ، فصل في البيع) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۸۱۴۷)

ڈبل روٹی یا کیک کا کاٹنا

مسئلہ (۲۱۴): بعض لوگ چھُری یا چاقو سے ڈبل روٹی اور کیک کاٹتے ہیں، تو کچھ لوگ اسے بے ادبی اور ناجائز سمجھتے ہیں، جب کہ چھُری یا چاقو سے ڈبل روٹی اور کیک وغیرہ کاٹنا جائز ہے، بے ادبی نہیں۔ (۱)

آپ ﷺ کا فقر اختیاری تھا اضطراری نہیں

مسئلہ (۲۱۵): آپ ﷺ کا دائمی عمل جسے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شمائلِ ترمذی میں نقل کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے دن میں دو مرتبہ گوشت نہیں کھایا اور نہ روٹی، آپ ﷺ کا یہ عمل فقرِ اختیاری تھا، اضطراری نہیں تھا، آپ ﷺ کا یہ عمل سننِ زوائد میں سے ہے، سننِ ہُدیٰ میں سے نہیں، لہٰذا اگر کوئی شخص اپنی ہمت وطاقت، صحت وتندرستی کے پیشِ نظر آپ ﷺ کی اِس سنت پر عمل کرتا ہے، تو اسے اجر وثواب ملے گا، اور اگر کوئی اس پر عمل نہیں کرتا ہے تو اس پر کوئی مؤاخذہ اور گناہ بھی نہیں ہوگا۔ (۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوی الهندية " : قال علاء الترجماني : يكره قطع الخبز بالسكين ، وقال أبو الفضل الكرماني وأبو حامد : لا يكره . كذا في القنية . وسئل عنها علي بن أحمد فقال : ينظر إن كان خبز مكة معجونا بالحليب فلا يكره ولا بأس ، وأما إذا لم يكن كذلك فهو من أخلاق الأعاجم . كذا في التتارخانية ناقلا عن اليتيمة .

(۵/ ۳۴۱ ، كتاب الكراهية ، قبيل الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات ، الفتاوی التاتارخانية :۱۸/ ۱۴۸ ، كتاب الكراهية ، الفصل الثاني عشر في الكراهية في الأكل وما يتصل به ، ط : مكتبة زكريا ديوبند) (فتاویٰ فریدیہ:۴/ ۵۱۱)=

وائٹ وائن (White Wine) نامی شراب پینا

مسئلہ (۲۱۶): وائٹ وائن (White Wine) کا اِطلاق عموماً انگوری شراب پر ہوتا ہے، اورانگوری شراب بنصِ قطعی حرام ہے، چاہے قلیل ہو یا کثیر، نشہ آور ہو یا نہ ہو، لہٰذا اگر وائٹ وائن سے مراد انگوری شراب ہو، تو یہ حرام ہے، چاہے دماغ میں خلل پیدا کرے یا نہ کرے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

=(۲) ما في " جامع الترمذی " : عن مسروق قال : دخلت على عائشة فدعت لي بطعام وقالت : " ما شبع من طعام فأشاء أن أبكی إلا بكيت ، قال : قلت : لم ؟ قالت : اذكر الحال التي فارق عليها رسول الله ﷺ الدنيا والله ما شبع من خبز ولحم مرتين في يوم " . هذا حديث حسن .

(۲/ ۶۱، أبواب الزهد ، باب ما جاء في معيشة النبي ﷺ وأهله ، رقم : ۲۳۵۶)

ما في " رد المحتار " : والسنة نوعان : سنة الهدى ؛ وتركها يوجب إساء ة وكراهية كالجماعة والأذان والإقامة ونحوها ، وسنة الزوائد ؛ وتركها لا يوجب ذلک كسير النبي ﷺ في لباسه وقيامه وقعوده ..... ويرد عليه أن النفل من العبادات وسنن من العادات . (۱/ ۲۱۸ ، كتاب الطهارة ، مطلب في السنة وتعريفها ، بيروت) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۴۸۴۱۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " اعلاء السنن " : عن ابن عباس قال : كان لرسول الله ﷺ صديق من ثقيف أو دوس ، فلقيه يوم الفتح براحلة أو راوية من خمر يهديها إليه ، فقال رسول الله ﷺ : " أما علمت أن الله حرّمها " .

قال العلامة العثماني رحمه الله : أقول : الحديث نص في حرمة الخمر ، =

....

....

....

....

....

....

....

....

=وحرمة بيعها ، .... إلا أن من الخمور ما اتفقوا على كونها خمرًا حقيقة بلا شبهة في خمريتها وهو النيء من ماء العنب إذا غلا واشتدّ وقذف بالزبد ، وهو حرام قطعي يكفر مستحلها ، ويحدّ شاربها ولو قطرة ، ويبطل بيعها ، ويحكم بنجاستها بلا خلاف، ومنها ما هو خمر بالاتفاق إلا أن في خمريتها شبهة ، وهو النيء من ماء العنب إذا غلا واشتدّ وصار مسكرًا ، ولكنه لم يقذف بالزبد ، وحكمها أنه لا يكفر مستحلها، ولا يحدّ شاربها ما دون السكر ، لكونها أدنى حالا من الخمر المقطوع بحرمتها ، لنقصانها في بعض صفاتها عند أبي حنيفة إلا أنه يحكم بنجاستها وحرمة بيعها ، وحرمة شربها قليلا أو كثيرًا ، لأنها ليست بأدنى حالا من السكر .

(۱۸/۲۵، ۲۶، كتاب الأشربة ، باب حرمة الخمر ، رقم : ۵۷۸۲)

ما في " الهداية " : الأشربة المحرمة أربعة : الخمر وهي عصير العنب إذا غلا واشتدّ وقذف بالزبد .... أما الخمر فالكلام فيها في عشرة مواضع : أحدها في بيان مائيتها وهي النيء من ماء العنب إذا صار مسكرًا .... والثالث أن عينها حرام غير معلول بالسكر ولا موقوف عليه .... وقد جاء ت السنة متواترة أن النبي ﷺ حرّم الخمر ، وعليه انعقد الإجماع ، ولأن قليله يدعو إلى كثيره ، وهذا من خواص الخمر . (۴/۴۷۶ ، ۴۷۷ ، كتاب الأشربة) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۱۶۸۲۸)

کَیفِین والی چائے، کافی اور کولڈ ڈرنکس کا استعمال

مسئلہ (۲۱۷): بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ کَیفِین جو کہ چائے، کافی اور کچھ کولڈ ڈرنکس جیسے پیپسی وغیرہ میں پائی جاتی ہے، وہ ڈرگ یعنی نشہ ہے، اور جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ طاری کرتی ہے، اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے، اس لیے ان چیزوں کا استعمال درست نہیں ہونا چاہیے، اُن کی یہ بات صحیح نہیں ہے، صحیح بات یہ ہے کہ کَیفِین میں محض تنشیط یعنی چستی پیدا کرنا ہے، وہ مُسکر یعنی نشہ آور نہیں ہے، اور مشاہدہ بھی یہی ہے کہ بے شمار لوگ چائے، کافی پیتے ہیں، اور بہت سے لوگ زیادہ مقدار میں بھی پیتے ہیں، لیکن نشہ کسی کو بھی نہیں چڑھتا، اس لیے محض کَیفِین کی وجہ سے چائے، کافی وغیرہ کو ناجائز نہیں کہا جاسکتا، اور نہ ہی کَیفِین حدیث پاک " کُلُّ مُسْکِرٍ حَرَامٌ "(ہر نشہ آور چیز حرام ہے) کا مصداق بنے گی۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح مسلم " : عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : " كل مسكر خمر، وكل مسكر حرام ، ومن شرب الخمر في الدنيا فمات وهو يُدمِنها لم يتب ، لم يشربها في الآخرة " . (۱۶۷/۲ ، كتاب الأشربة ، باب بيان أن كل مسكر خمر وأن كل خمر حرام ، رقم : ۲۰۰۳ ، سنن أبي داود :ص/۵۱۸ ، كتاب الأشربة ، باب ما جاء في السكر ، رقم : ۳۶۷۹)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ان ما ثبت بيقين لا يرتفع بالشک ، وما ثبت بيقين لا يرتفع إلا بيقين . (۲۸۹/۴۵ ، يقين)

ما في " قواعد الفقه " : الأصل في الأشياء الإباحة . (ص/۵۹ ، الأشباه والنظائر لإبن نجيم: ۲۵۲/۱ ، رقم التفريع :۴۳۸ ، الموسوعة الفقهية : ۱۳۰/۱)

(فتاویٰ دار العلوم دیو بند، رقم الفتویٰ: ۵۰۰۷۵)

مُردار یا ذبح کی ہوئی بکری کا دودھ یا مرغی کا انڈا

مسئلہ (۲۱۸): مذبوحہ یعنی ذبح کی ہوئی، یا مُردار بکری سے جو دودھ نکلے، یا ذبح کی ہوئی یا مردار مرغی سے جو انڈا نکلے وہ دودھ اور انڈا حلال ہے۔ (۱)

لیز (Lays) چپس کا استعمال

مسئلہ (۲۱۹): لیز چپس شامل اجزاء سے متعلق متضاد تحقیقات سامنے آتی ہے، جن میں سے کسی ایک کو حتمی و یقینی قرار نہیں دیا جاسکتا، اس لیے یقینی طور پر لیز چپس کو حرام نہیں کہہ سکتے (۲)، البتہ تحقیقات کے مختلف ہونے کی وجہ سے اسے نہ کھانا ہی بہتر ہے۔ (۳)

ہاں! اگر غیر جانب دار تحقیق سے معلوم ہوجائے کہ اس میں کسی حرام چیز کی آمیزش کی گئی ہے، اور کسی کیمیاوی طریقے سے اس کی ماہیت وحقیقت کو بھی تبدیل نہیں کیا گیا، تو پھر اس کا کھانا حرام ہوگا۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : البيضة إذا خرجت من دجاجة ميتة أكلت ، وكذا اللبن الخارج من ضرع الشاة الميتة . كذا في السراجية .

(۵/ ۳۳۹ ، كتاب الكراهية ، الباب الحادي عشر في الكراهية في الأكل)

ما في " تفسير القرطبي " : ولا يلزم على هذا اللبن والبيضة من الدجاجة الميتة ، لأن اللبن عندنا طاهر بعد الموت ، وكذلک البيضة . (۲/ ۱۴۶ ، ط : احياء التراث العربي ، سورة البقرة :۱۷۳ ، أحكام القرآن للجصاص : ۱/ ۱۶۸ ، باب منفعة =

....

....

....

....

=الميتة ولبنها ، قديمي ، بدائع الصنائع : ٦/ ٢١٦ ، كتاب الذبائح ، فصل في شرط حل الأكل في الحيوان المأكول ، ط : بيروت ، خلاصة الفتاوى : ۴/ ٣٦٠ ، كتاب الكراهية ، الفصل الخامس في الأكل ، ط : لاهور)

(فتاویٰ فریدیہ:۲/۶۶۳،فتاویٰ محمودیہ:۱۸/ ۲۳۷)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " رد المحتار " : في التاتارخانية : من شك في إنائه أو ثوبه أو بدنه أصابته نجاسة أو لا ، فهو طاهر ما لم يستيقن ..... وكذا ما يتخذه أهل الشرك أو الجهلة من المسلمين كالسمن والخبز والأطعمة والثياب . (۱/ ۲۸۳ ، ۲۸۴ ، كتاب الطهارة ، قبيل مطلب في أبحاث الغسل ، ط : بيروت ، الفتاوى التاتارخانية : ۱/ ۷۹ ، كتاب الطهارة ، نوع آخر في مسائل الشك)

(۳) ما في " جامع الترمذي " : عن أبي الحوراء السعدي قال : قلت للحسن بن علي : ما حفظت من رسول الله ﷺ قال : " حفظت من رسول الله ﷺ ؛ دع ما يريبک إلى ما لا يريبک " .

(۲/ ۷۸ ، قبيل أبواب صفة الجنة عن رسول الله ﷺ ، رقم الحديث : ۲۵۱۸)

ما في " رد المحتار " : جعل الدهن النجس في صابون يفتى بطهارته لأنه تغير ، والتغير يطهر عند محمد ويفتى به للبلوى ...... فيدخل فيه كل ما كان فيه تغير وانقلاب حقيقة وكان فيه بلوى عامة . (۱/ ۵۱۹ ، كتاب الطهارة ، باب الأنجاس)

(فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۴۲۱۴۴)

کتاب الطب

طب کے مسائل

سنت علاج حَجامہ یعنی پچھنا لگوانا

مسئلہ (۲۲۰): آج کل ایک سنت علاج ''حَجامہ'' یعنی پچھنا لگوانا- جو جانور کے سینگ کے بجائے پلاسٹک کا کپ لگا کر کیا جارہا ہے، اوراس کومنہ کے بجائے کپ سے کھینچا جاتا ہے، جس کی وجہ سے گندا خون کپ میں آجاتا ہے، یہ چائنا والوں کا قومی علاج بھی ہے، بعض لوگ اس جدید طریقۂ حجامت کواس لیے سنت نہیں کہتے کہ اس میں جانور کے سینگ سے خون کونہیں کھینچا جاتا، اُن کی یہ بات غلط ہے، صحیح بات یہ ہے کہ حجامہ سے مقصود فاسد خون نکلوانا ہے، جواس جدید طریقۂ حجامت سے بھی حاصل ہوجاتا ہے، لہٰذا سنت کی نیت سے اس جدید طریقہ سے حجامہ کروایا جاسکتا ہے، اوراس سے سنت بھی ادا ہوجائے گی۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في '' مشکوة المصابیح '' : عن أنس قال : '' کان رسول الله ﷺ یحتجم في الأخدعین والکاهل '' . رواه أبو داود وزاد الترمذي وابن ماجة .
(ص/ ۳۸۹ ، کتاب الطب والرقی ، الفصل الثاني ، رقم : ۴۵۴۶)

وفیه أیضًا : عن أبي کبشة الأنماري : أن رسول الله ﷺ کان یحتجم علی هامته وبین کتفیه ، وهو یقول : '' من أهراق من هذه الدماء فلا یضره أن لا یتداوی بشيء لشيء '' . رواه أبو داود وابن ماجة . (ص/ ۳۸۹ ، کتاب الطب والرقی ، الفصل الثاني، رقم : ۴۵۴۲ ، سنن أبی داود :ص/ ۵۳۹ ، کتاب الطب ، باب في =

حقوق الاولاد والوالدین

اولاد اور والدین کے حقوق

والدین کے حقوق اُن کی حیات میں

مسئلہ (۲۲۱): علماء کرام نے قرآن وحدیث کی روشنی میں ماں باپ کی حیات میں اُن کے سات حقوق بیان فرمائے ہیں:

(۱) عظمت؛ یعنی دل سے ان کو بڑا ماننا، (۲) محبت؛ یعنی دل سے ان کو چاہنا اوران سے محبت کرنا، (۳) اطاعت؛ یعنی جائز اُمور میں ان کی فرماں برداری کرنا، (۴) خدمت؛ یعنی انہیں مالی یا جسمانی جس طرح کی خدمت کی ضرورت ہو پوری کرنا، (۵) فکرِ راحت؛ یعنی ان کی راحت وآرام کا خیال رکھنا، (۶) رفعِ حاجت؛ یعنی ان کی ضرورت پوری کرنا، (۷) گاہے گاہے ان کی ملاقات؛ یعنی اگر وہ کہیں اور رہتے ہوں، تو کبھی کبھی ان سے ملنے اور خیریت معلوم کرنے کے لیے جانا۔[1]

=موضع الحجامة ، رقم : ٣٨٥٩ ، جامع الترمذی : ٢/٢٥ ، کتاب الطب ، باب ما جاء في الحجامة ، رقم : ٢٠٥١) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۱۶۲۷۸)

الحجة على ما قلنا :

(١) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وقضى ربک ألا تعبدوا إلا إياه وبالوالدين احسانا إما يبلغنّ عندک الكبر أحدهما أو كلاهما فلا تقل لهما افٍّ ولا تنهرهما وقل لهما قولا كريما . واخفض لهما جناح الذلّ من الرحمة وقل رب ارحمهما كما=

....

= ربياني صغيرا﴾ . (سورة الإسراء :۲۳، ۲۴) . ﴿وعبدوا الله ولا تشركوا به شيئًا وبالوالدين احسانا﴾ . (سورة النساء :۳٦) . ﴿ووصّينا الانسان بوالديه حُسنًا﴾ . (عنكبوت :۸) ﴿ووصّينا الانسان بوالديه احسانًا﴾ . (سورة أحقاف :۱۵)

ما في " أحكام القرآن للتهانوى " : قرن الله تعالى إلزام برّ الوالدين بعبادته وتوحيده ، وأمر به كما أمر بهما ، كما قرن بشكره في قوله : ﴿أن اشكر لي ولوالديک وإليّ المصير﴾ . وكفى بذلک دلالة على تعظيم حقهما ووجوب برهما، والإحسان إليهما ، وقال تعالى : ﴿ولا تقل لهما افٍّ ولا تنهرهما وقل لهما قولا كريمًا﴾ إلى آخر القصة . (۲/۲٦۰ ، سورة النساء :۳٦)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿ووصّينا الانسان بوالديه حملته امه وهنًا على وهن وفصٰله في عامين ان اشكر لي ولوالديک اليّ المصير﴾ . (سورة لقمان :۱۴)

(اصلاحی مضامین:ص/۱٦۱،ازمولانا نجیب قاسمی سنبھلی،فتاویٰ دارالعلوم دیوبند،رقم الفتویٰ:۴۳۲)

ما في " مرقاة المفاتيح " : فانه دل على الاجتناب عن جميع الأقوال المحرمة والإتيان بجميع كرائم الأقوال والأفعال في التواضع والخدمة والإنفاق عليهما ثم الدعاء لهما في العاقبة .

(۹/۱۳۳، كتاب الآداب ، باب البر والصلة ، الفصل الأول ، رقم :۴۹۱۲)

ما في " الموسوعة الفقهية " : يكون برّ الوالدين بالإحسان إليهما بالقول اللين الدال على الرفق بهما والمحبة لهما ، وتجنب غليظ القول الموجب لنفرتهما ، وبمناداتهما بأحب الألفاظ إليهما كـ " يا أمي " و " يا أبي " وليقل لهما ما ينفعهما في أمر دينهما ودنياهما ويعلمهما ما يحتاجان إليه من أمور دينهما وليعاشرهما بالمعروف ، أي بكل ما عرف من الشرع جوازه ، فيطيعهما في فعل جميع ما يأمرانه به من واجب أو مندوب ، وفي ترک ما لا ضرر عليه في ترکه .

(۸/٦۹، برّ الوالدين ، بم يكون البرّ)

والدین کے حقوق اُن کی وفات کے بعد

مسئله (۲۲۲): علماء کرام نے قرآن وحدیث کی روشنی میں ماں باپ یا ان میں سے کسی ایک کے انتقال کے بعد ان کے سات حقوق بیان فرمائے ہیں:

(۱) ان کے لیے اللہ سے معافی اور رحمت کی دعائیں کرنا، (۲) ان کی جانب سے ایسے اعمال کرنا جن کا ثواب ان تک پہنچے، (۳) ان کے رشتے دار دوست ومتعلقین کی عزت کرنا، (۴) ان کے رشتے دار دوست ومتعلقین کی حتی الامکان مدد کرنا، (۵) ان کی امانت اور قرض ادا کرنا، (۶) ان کی جائز وصیت پر عمل کرنا، (۷) کبھی کبھی ان کی قبر پر جانا۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح مسلم " : عن عبد الله بن عمر قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : " إن من أبرّ البرِّ صلة الرجل أهل وُدّ أبيه بعد أن يُولّي " . (۲/۳۱۴ ، كتاب البر والصلة ، باب فضل صلة أصدقاء الأب والأم ونحوهما ، رقم : ۲۵۵۲)

ما في " مرقاة المفاتيح " : (بعد أن يولى) بتشديد اللام المكسورة أي يدبر ويغيب بسفر أو موت . (۹/۱۲۸ ، كتاب الآداب ، باب البر والصلة ، الفصل الأول ، رقم : ۴۹۱۷)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي أسيد الساعدي قال : بينا نحن عند رسول الله ﷺ إذ جاء ه رجل من بني سلمة فقال : يا رسول الله ! هل بقي من برّ أبويّ شيء أبرهما به بعد موتهما ؟ قال : " نعم ؛ الصلاة عليهما ، والاستغفار لهما ، وانفاذ عهدهما من بعدهما ، وصلة الرحم التي لا توصل إلا بهما ، وإكرام صديقهما " . رواه أبو داود وابن ماجة . (ص/۴۲۰ ، كتاب الآداب ، باب البر والصلة ، الفصل الثاني ، رقم : ۴۹۳۶ ، تفسير القرطبي : ۱۰/۲۴۱ ، سورة الإسراء :۲۳، سنن ابي داود :۷۰۰ ، كتاب الأدب ، باب في بر الوالدين ، رقم : ۵۱۴۲) (اصلاحی مضامین:ص/۱۶۱، والدین کے حقوق؛ازمولانا نجیب قاسمی سنبھلی)

والدین اوراولاد کا شکوہ

مسئلہ (۲۲۳): اکثر ماں باپ یہ کہتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں کہ اولاد ہماری بات نہیں مانتی، جب کہ ماں باپ کی اطاعت اولاد پر فرض ہے [۱]، دوسری جانب اولاد یہ کہتی ہوئی دکھائی دیتی ہے کہ ہمارے والدین ہماری خواہشات وجذبات کا خیال نہیں رکھتے، اور ہماری طبیعت کے خلاف کام کرنے کا ہمیں حکم دیتے ہیں، اس شکوہ شکایت کی اصل وجہ یہ ہے کہ ماں باپ نے صرف اپنے حق یعنی بچوں پر ان کی اطاعت واجب ہے، اسے یاد رکھا، اور اولاد کے حق؛ یعنی والدین کو اپنے بچوں کی خواہشات وجذبات اور طبیعتوں کا خیال رکھنا چاہیے، اسے سِرے سے بھلا دیا [۲]، اسی طرح اولاد نے صرف اپنے حق؛ یعنی بچوں کی خواہشات وطبیعتوں کا خیال رکھنا چاہیے، اسے یاد رکھا، اور والدین کے حق؛ یعنی اُن پر والدین کی اطاعت واجب ہے- کو سِرے سے بھلا دیا، اگر والدین اور اولاد دونوں ایک دوسرے کے حقوق کو یاد رکھتے ااور ان کو ادا کرتے، تو یہ شکوہ شکایت زبانوں پر نہ ہوتا، لہٰذا والدین کو چاہیے کہ اپنی اولاد کے حقوق کو ادا کریں، اور اولاد کو چاہیے کہ اپنے ماں باپ کے حقوق کو ادا کریں، اس طرح کرنے سے گھر امن وامان اور چین وسکون کا گہوارہ بن سکتا ہے۔

الحجة علی ماقلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿وقضی ربک ألا تعبدوا إلا إیاه وبالوالدین =

....

....

=احسانا﴾ . (سورة الإسراء :۲۳)

ما في " فتح القدير لإبن الهمام " : وعن هذا حرم الخروج إلى الجهاد وأحد الأبوين كاره له ، لأن طاعة كل منهما فرض عين .

(۴۲۵/۵ ، كتاب السير ، البحر الرائق :۱۲۲/۵ ، كتاب السير ، التنوير مع الدر والرد :۲۰۲/۶ ، كتاب الجهاد ، مطلب طاعة الوالدين فرض عين)

ما في " المنهاج شرح مسلم بن الحجاج " : وأجمع العلماء على الأمر ببرّ الوالدين وأن عقوقهما حرام من الكبائر .

(۱۶۰/۸ ، كتاب البر والصلة ، باب بر الوالدين وانهما أحق به)

ما في " أحكام القرآن للتهانوى " : طاعة الوالدين واجبة في المعروف لا في معصية الله . (۲۶۱/۲ ، سورة النساء ، الآية : ۳۶)

ما في " عمدة القاري " : وقيل للحسن : ما برّ الوالدين ؟ قال : تبذل لهما ما ملكت وتطيعهما فيما أمراك ما لم يكن معصية . (۱۲۹/۲۲ ، كتاب الأدب ، باب من أحق الناس بحسن الصحبة ، تحت رقم : ۵۹۷۱)

ما في " احياء علوم الدين " : ان أكثر العلماء على أن طاعة الأبوين واجبة في الشبهات ، وإن لم تجب في الحرام المحض .

(۲۱۸/۲ ، كتاب آداب الألفة والأخوة ، حقوق الوالدين والولد ، تفسير القرطبي: ۲۳۸/۱۰ ، سورة الإسراء ، الآية :۲۳)

(۲) ما في " الدر المنتقى في شرح الملتقى " : ولا يجبر ولي بالغة على النكاح ولو بكرا لانقطاع الولاية بالبلوغ فلا يجبر حر بالغ بالأولى . (۴۹۰/۱ ، فصل في الأولياء والاكفاء ، الدر المختار مع الشامية :۱۱۸/۴ ، باب الولي)

(فتاویٰ محمودیہ: ۱۳۹/۱۷، میرٹھ)

مخلوق کی فرمانبرداری میں خالق کی نافرمانی

مسئلہ (۲۲۴): بعض والدین اپنے بچوں پر اطاعت وفرمانبرداری کے لزوم ووُجوب کی فہمائش کرتے وقت، آپ ﷺ کی اِس حدیث کو بیان کرتے ہیں، جس میں آپ ﷺ نے حضرت معاذ کو دس وصیتیں فرمائی تھیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ؛ والدین کی نافرمانی نہیں کرنی چاہیے، اگرچہ وہ یہ حکم دیں کہ بیوی کو چھوڑ دے، یا سارا مال خرچ کردے، اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ آپ ﷺ کی حضرت معاذ کو یہ وصیتیں حدیث صحیح سے ثابت ہے، اور والدین کی اطاعت واقعۃً لازم ہے، اوران کے حکم کی خاطر بیوی اور سارے مال کو چھوڑ دینے کا حکم بھی ہے، لیکن یہ حکم اس وقت ہے جب کہ ابتلاء کا قوی اندیشہ نہ ہو، مثلاً بیوی چھوڑ دینے سے زنا میں مبتلا ہوجائے، اور سارا مال خرچ کردینے سے چوری وغیرہ میں مبتلا ہوجائے، تو پھر ایسی صورت میں بیوی کو چھوڑ دینے اور پورے مال کو خرچ کردینے میں ماں باپ کی اطاعت وفرمانبرداری نہیں کی جائے گی، کیوں کہ ماں باپ کا یہ حکم معصیتِ خداوندی کا سبب ہے، جب کہ فقہ کا قاعدہ ہے کہ ''لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق''، یعنی مخلوق کی ایسی فرمانبرداری جس سے خالق کی نافرمانی لازم آتی ہو، یا مخلوق کی فرمانبرداری خالق کی نافرمانی کا سبب بنتی ہو، جائز ودرست نہیں، نیز آپ ﷺ کی یہ وصیت کہ؛ ماں باپ اگر بیوی کو چھوڑنے اور پورے مال کو خرچ کرنے کا حکم دیں، تب بھی اُن کی اطاعت لازم ہے، آپ کا یہ حکم بطورِ مبالغہ یعنی؛ ان کی اطاعت کی اہمیت کو بتلانا ہے، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ

جن والدین میں اپنے بچوں کے لیے کامل جذبۂ شفقت ہوگا، وہ کبھی اپنے بچوں کو ایسا حکم نہیں دیں گے، اور اگر ایسا حکم دیں، تو اولاد پر اس حکم کی تعمیل لازم نہیں، بلکہ جائز ہے، لہٰذا ماں باپ کے اس حکم کے نہ ماننے پر اولاد گنہگار نہیں ہوگی۔ (۱)

الحجة على ماقلنا :

(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : عن معاذ رضي الله عنه قال : أوصاني رسول الله ﷺ بعشر كلمات ، قال : " لا تشرك بالله شيئًا وإن قُتلتَ وحُرّقتَ ، ولا تُعقّن والديک وإن أمرک أن تخرج من أهلک ومالک ، ولا تتركنّ صلوة مكتوبة متعمداً ، فإن من ترک صلوة مكتوبة متعمدا فقد برئت منه ذمة الله " . الحديث . رواه أحمد . (ص/١٨ ، كتاب الإيمان ، باب الكبائر وعلامات النفاق ، الفصل الثالث ، رقم الحديث : ٦١ ، مسند أحمد : ١٨٨/١٦ ، حديث معاذ بن جبل ، رقم : ٢١٩٧٤)

ما في " مرقاة المفاتيح " : (ولا تعقّن والديک) أي لا تخالفهما أو أحدهما فيما لم يكن معصية إذ لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق (وإن أمراک أن تخرج من أهلک) أي امرأتک أو جاريتک أو عبدک بالطلاق أو البيع أو العتق أو غيرها (ومالک) بالتصرف في مرضاتهما ، قال ابن حجر : شرط للمبالغة باعتبار الأكمل أيضًا ، أي لا تخالف واحدا منهما وإن غلا في شيء أمرک به ، وإن كان فراق زوجة أو هبة مال ، أما باعتبار أصل الجواز فلا يلزمه طلاق زوجة امرأة بفراقها وإن تأذيا ببقائها ايذاء شديدا لأنه يحصل له ضرر بها فلا يكلفه لأجلهما إذ من شأن شفقتهما أنهما لو تحققا ذلک لم يأمراه به ، فالزامهما له به مع ذلک حمق منهما ولا يلتفت إليه وكذلک إخراج ماله .

(٢٢٠/١ ، كتاب الإيمان ، باب الكبائر وعلامات النفاق ، الفصل الثالث)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن النواس بن سمعان قال : قال رسول الله ﷺ : "لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق " . (ص/٣٢١ ، كتاب الإمارة والقضاء ، الفصل الثاني ، رقم الحديث : ٣٦٩٦ ، كشف الخفاء ومزيل الإلباس للعجلوني : ٣٣٣/٢ ، حرف اللام ألف ، رقم : ٣٠٧٤) (فتاویٰ محمودیہ: ١٨/ ٣٥)

کتاب السیاسۃ

سیاست کے مسائل

دورِ حاضر کی سیاست اور ووٹ

مسئلہ (۲۲۵): موجودہ دور کی سیاست نے الیکشن اور ووٹ کے لفظوں کو اتنا بدنام کردیا ہے کہ ان کے ساتھ مکر وفریب، جھوٹ، رشوت اور دَغا بازی و وعدہ خلافی کا تصور لازمِ ذات ہوکر رہ گیا ہے، اس لیے اکثر شریف لوگ اس جھنجھٹ میں پڑنے کو مناسب نہیں سمجھتے، اور یہ غلط فہمی تو بے حد عام ہے کہ الیکشن اور ووٹوں کی سیاست کا دین ومذہب سے کوئی واسطہ نہیں، یہ اور اس طرح کی دیگر غلط فہمیاں -خواہ کتنی ہی نیک نیتی کے ساتھ پیدا ہوئی ہوں، لیکن بہر حال غلط اور ملک وملت کے لیے سخت مضر ہیں، کیوں کہ جمہوری نظام میں ووٹ کی غیر معمولی اہمیت ہے، جب تک ہم اپنے ووٹوں سے صاف سُتھرے لوگوں کو منتخب نہیں کریں گے، ہم اپنے دینی، قومی اور مِلّی مفادات کے تحفُّظ میں کامیاب نہیں ہوسکیں گے، لہٰذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے حقِ رائے دہی (ووٹ دینے کا حق) کا بھرپور استعمال کریں۔[1]

الحجة على ماقلنا :

(۱) ما في " الموافقات في أصول الأحكام للشاطبي " : ومجموع الضروريات خمسة : وهي حفظ الدين والنفس والنسل والمال والعقل .

(۴/۲ ، كتاب المقاصد ، اعلام الموقعين ۳/ ۱۷۵ ، المقاصد الشرعية :ص/۴۶)=

اپنے آپ کو بحیثیت امیدوار پیش کرنا

مسئلہ (۲۲۶): عام حالات میں اسلامی مزاج کے مطابق عہدہ واقتدار کی طلب غیر مستحسن ہے، کیوں کہ عہدہ کی طلب وحرص (۱)، اور مسابقت ایک ایسی لذت ہے کہ اگر عہدہ چھن جائے تو پھر حسرتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے (۲)، لیکن اگر طلبِ عہدہ کے پیچھے کسی حظِّ نفس کا دخل نہ ہو بلکہ محض انسانیت کا درد، امانت ودیانت کے ساتھ مفاداتِ عامہ کے تحفظ کا جذبہ کارفرما ہو، نیز انسانوں کو صحیح فائدہ پہنچانا، خلقِ خدا کو جبر وظلم سے نجات دلانا اور شرور وفتن سے بچانا مقصد ہو، فساق وفجار کے منتخب ہونے سے معاشرہ میں بے دینی کی ترویج کا خطرہ ہو، اوراس عہدہ ومنصب کے لائق دیگر افراد موجود نہ ہوں، بلکہ تنہا وہی شخص اس عہدہ کے لیے موزوں ہو، تو اب اس پر مذکورہ تمام مقاصد کے حصول کے لیے الیکشن میں اپنے آپ کو بحیثیت امیدوار پیش کرنا واجب ہے (۳)، البتہ وہ شخص از خود پرچۂ امیدواری داخل نہ کرے بلکہ دوسرے لوگوں کے ہاتھوں پرچۂ نامزدگی داخل کریں، تاکہ وہ طلبِ عہدہ میں متہم نہ ہو۔ (۴)

=ما في " فقه النوازل " : " ان ما لا يتم الواجب إلا به فهو واجب " . (۲۲۵/۳)

(نئے مسائل اور اسلامک فقہ اکیڈمی کے فیصلے: ص/۱۳۶، بائیسواں فقہی سمینار "امروہہ یوپی" بتاریخ: ۲۵-۲۷/ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ مطابق ۹-۱۱/مارچ ۲۰۱۳ء)

الحجة على ماقلنا :

(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : عن عبد الرحمن بن سمرة قال : قال لي رسول=

....

....

= الله ﷺ : " لا تسأل الامارة فإنک إن أُعطِيتَها عن مسئلة وُكِلتَ إليها ، وإن أُعطيتها عن غير مسئلة اُعِنتَ عليها " . متفق عليه . "عبدالرحمٰن بن سمرۃ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عہدہ کی طلب مت کرو، اگر تم کو بلا طلب عہدہ مل جائے تو اللہ کی نصرت تم پر نازل ہوگی ، اور طلب کے بعد کوئی عہدہ حاصل کرو تو اس کے ذمہ دار تم خود قرار پاؤگے۔" (ص/۳۲۰، کتاب الامارۃ والقضاء)

(۲) ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي هريرة عن النبي ﷺ : " إنكم ستحرصون على الامارة وستكون ندامة يوم القيامة فنعم المرضعة وبئست الفاطمة " . رواه البخاري . "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عنقریب تم عہدوں کی مسابقت میں کود پڑوگے، حالانکہ یہ قیامت کے دن ندامت کا باعث ہوگا، دودھ دینے والا اور لذت بخش عہدہ بہت اچھا لگتا ہے، لیکن جب عہدہ چھن جاتا ہے اور دودھ کا تھن منہ سے نکل جاتا ہے، تو اتنا ہی برا لگتا ہے، پھر کیا حاصل ایسی لذتوں کا جن کے بعد حسرتوں کا سامنا کرنا پڑے۔" (ص/۳۲۰، کتاب الامارۃ والقضاء، الفصل الأول، قدیمی)

(۳) ما في " البحر الرائق " : وليس النهي عن السؤال على إطلاقه بل مقيد بأن لا يتعين للقضاء أما إن تعين بأن لم يكن أحد غيره يصلح للقضاء وجب عليه الطلب صيانة لحقوق المسلمين ودفعا لظلم الظالمين .

(۶/ ۴۵۹ ، كتاب القضاء ، فتح القدير : ۷/ ۲۴۴ ، الفتاوى البزازية على هامش الهندية : ۵/ ۱۳۱ ، الأحكام السلطانية للماوردي : ص/۷۵)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿اجعلني على خزائن الأرض إني حفيظ عليم﴾ . "(یوسف نے) کہا مجھے ملک کے پیداواروں پر مامور کر دیجیے میں دیانت (بھی) رکھتا ہوں علم (بھی) رکھتا ہوں۔" (سورۂ یوسف: ۵۵)

ما في " التفسير الماجدي " : "یعنی ایسے بڑے اور ذمہ دارانہ عہدہ کے لیے ضرورت دو ہی=

....

....

= چیزوں کی ہوتی ہے، ایک دیانت وامانت، دوسرے اس کام سے واقفیت، سو مجھ میں یہ دونوں وصف موجود ہیں، حضرت یوسف کا عہدہ گویا آج کل کی اصطلاح میں وزیر مال (ریونیو منسٹر) اور وزیر خزانہ (فنانس منسٹر) کا جامع تھا۔ **اجعلنی علی خزائن الارض**۔...... مفسرین نے لکھا ہے کہ جب مقصود نفع رسانی ہو نہ کہ نفس پروری، تو اپنے کو عہدہ ومنصب کے لیے پیش کر دینا ناجائز نہیں، یہاں تک کہ غیر مسلم نظام حکومت کے ماتحت بھی عہدہ ومنصب قبول کر لینا مطلق صورت میں حرام نہیں۔ انی حفیظ علیم۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ کسی کو واقف کرنے کے لیے اپنے فضل وکمال کو بیان کر دینا بالکل جائز ہے۔...... مرشد تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آیت میں دلالت ہے کہ منصب وحکومت کی درخواست جب کہ اس میں مخلوق کا نفع ہو اور خود اپنا یہ ضرر نہ ہو کہ غیر اللہ میں مشغول ہو جائے قادح کمال نہیں۔"

(ص/ ۴۹۷، سورۂ یوسف، آیت نمبر: ۵۵، حاشیہ نمبر: ۱۱۰)

ما في " بیان القرآن للتهانوي " : اجعلني الخ – "معلوم ہوا کہ جب کسی کام کی لیاقت اپنے اندر منحصر دیکھے خود اس کی درخواست جائز ہے مگر مقصود نفع رسانی ہو نہ کہ نفس پروری۔"

(۲/۲۵۴، ادارہ تالیفات اشرفیہ پاکستان)

ما في " معارف القرآن " : "اگر آج بھی کوئی شخص یہ محسوس کرے کہ کوئی عہدہ حکومت کا ایسا ہے جس کے فرائض کو کوئی دوسرا آدمی صحیح طور پر انجام دینے والا موجود نہیں، اور خود اس کو یہ انداز ہے کہ میں صحیح انجام دے سکتا ہوں، تو اس کے لیے جائز ہے بلکہ واجب ہے کہ اس عہدہ کی درخواست کرے، مگر اپنے جاہ ومال کے لیے نہیں، بلکہ خدمتِ خلق کے لیے، جس کا تعلق قلبی نیت اور ارادہ سے ہے، جو اللہ تعالیٰ پر خوب روشن ہے [قرطبی]۔" (۵/ ۹۱، قرطبی: ۹/ ۲۱۶-۲۱۷، روح المعانی: ۳/ ۲۲۵)

ما في " أحكام القرآن للتهانوي " : ويستدل بالآية على أحكام : .... الأول جواز طلب الملك والمنزلة في الدنيا إذا كان الغرض صالحًا ، كما وقع من نبي الله يوسف عليه السلام حيث قال : ﴿اجعلني على خزائن الأرض إني حفيظ عليم﴾ وكما طلب سليمان عليه السلام ملكا لا ينبغي لأحد من بعده . الخ . =

....

....

....

....

....

....

....

=(۴/۴۳/۴ ، أحكام القرآن لإبن العربي : ۲/ ۱۶۴۹ ، سورة صٓ/ ۳۵)

(۴) علامہ کاسانی کتاب آداب القاضی میں تحریر فرماتے ہیں: ''عہدۂ قضا کے طالب کو منصبِ قضا دینا ناجائز نہیں ہے، اگر اس میں اس عہدہ کی واقعی اہلیت موجود ہو تو باتفاق فقہاء ایسے شخص کو عہدۂ قضا دینا درست ہے، البتہ بہتر ہے کہ ایسے شخص کے بجائے کسی ایسے شخص کو تلاش کیا جائے جس میں عہدہ کی طلب نہ ہو، اس لیے کہ طلب کی بنا پر انسان اپنے حق میں متہم ہو جاتا ہے۔'' **" وأما ترك الطلب فليس بشرط لجواز التقليد بالإجماع ، فيجوز تقليد الطالب بلا خلاف ، لأنه يقدر على القضاء بالحق ، لكن لا ينبغي أن يقلد ، لأن الطالب يكون متهمًا " . (۹/ ۹۱ ، كتاب آداب القاضي)** (غیر مسلم ملکوں میں آباد مسلمانوں کے مسائل اور ان کا شرعی حل: ص/ ۵۵)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اگر واقع میں وہ اپنے اس دعویٰ میں سچا ہے، یعنی قابلیت بھی رکھتا ہے اور امانت و دیانت کے ساتھ قوم کی خدمت کے جذبے سے اس میدان میں آیا ہے تو اس کا یہ عمل کسی حد تک درست ہے، اور بہتر طریق اس کا یہ ہے کہ کوئی شخص خود مدعی بن کر کھڑا نہ ہو، بلکہ مسلمانوں کی کوئی جماعت اس کو اس کام کا اہل سمجھ کر نامزد کر دے۔''

(جواہر الفقہ :۲/ ۲۹۱، مطبوعہ دیوبند، غیر مسلم ملکوں میں آباد مسلمانوں کے مسائل اور ان کا شرعی حل: ص/ ۵۶ ،فتاوی حقانیہ:۲/ ۳۱۵، انتخابات میں خود امیدوار بننا، نئے مسائل اور اسلامک فقہ اکیڈمی کے فیصلے: ص/ ۱۳۶، بائیسواں فقہی سمینار ''امروہہ یوپی'' بتاریخ: ۲۵- ۲۷ ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ مطابق ۹-۱۱/ مارچ ۲۰۱۳ء)

قانون ساز اِداروں میں مسلم ممبران کی نمائندگی اور اُن کا دینی وملّی فریضہ

مسئلہ (۲۲۷): جن غیر مسلم و مسلم ملکوں میں قانون ساز ادارے مخالف شرع قوانین بناتے ہیں وہاں مسلمانوں کے لیے ان اداروں کا ممبر بننا درست ہونا چاہیے، اور ایسے ممبر شخص کو چاہیے کہ جمہوری حقوق سے استفادہ کرتے ہوئے خلافِ شرع قانون سازی کے خلاف آواز اٹھاتا رہے۔ (۱)

الحجة علی ماقلنا :

(۱) ما في " معارف القرآن " : ''ایسے مکمل اختیار کے ساتھ کہ کسی خلاف شرع قانون پر مجبور نہ ہو کوئی کافر یا ظالم کی ملازمت اختیار کرلے تو اگر چہ اس کافر ظالم کے ساتھ تعاون کرنے کی قباحت پھر بھی موجود ہے، مگر جن حالات میں اس کو اقتدار سے ہٹانا قدرت میں نہ ہو اور اس کا عہدہ قبول نہ کرنے کی صورت میں خلق اللہ کے حقوق ضائع ہونے یا ظلم وجور کا اندیشہ قوی ہو تو بمجبوری اتنے تعاون کی گنجائش حضرت یوسف علیہ السلام کے عمل سے ثابت ہوجاتی ہے، جس میں خود کسی خلاف شرع امر کا ارتکاب نہ کرنا پڑے، کیوں کہ درحقیقت یہ اس کے گناہ میں اعانت نہیں ہوگی، گو سبب بعید کے طور پر اس سے بھی اعانت کا فائدہ حاصل ہوجائے، اعانت کے ایسے اسباب بعیدہ کے بارے میں بحالات مذکورہ شرعی گنجائش ہے، جس کی تفصیل حضرات فقہاء نے بیان فرمائی ہے، سلف صالحین صحابہ وتابعین میں بہت سے حضرات کا ایسے ہی حالات میں ظالم وجابر حکمرانوں کا عہدہ قبول کرلینا ثابت ہے [قرطبی ومظہری]۔'' (۹۲/۵)

(نئے مسائل اور اسلامک فقہ اکیڈمی کے فیصلے :ص/ ۱۳۶، بائیسواں فقہی سمینار ''امروہہ یوپی'' بتاریخ: ۲۵-۲۷/ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ مطابق ۹-۱۱/مارچ ۲۰۱۳ء)

مسلم ممبران کا دستور سے وفاداری کا حلف اٹھانا

مسئلہ (۲۲۸): جولوگ قانون سازاداروں کے رکن منتخب ہوتے ہیں، جب انہیں حلف دلایا جاتا ہے اس وقت حلف میں دستور کی تمام دفعات تفصیلاً مذکورنہیں ہوتیں، بلکہ اجمالی طور پر دستور سے وفاداری کا حلف دلایا جاتا ہے،تو مسلم ممبرکو چاہیے کہ وہ حلف اٹھاتے وقت اپنے دل میں انہی دفعات کے ساتھ وفاداری کی نیت (توریہ) کرے، جوموافق شرع ہیں، نہ کہ ان دفعات کی جو شریعت کے خلاف ہیں، اس طرح حلف اٹھانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہونا چاہیے۔(۱)

الحجة على ماقلنا :

(۱) ما في " معجم لغة الفقهاء " : التورية : من ورّى ؛ إرادة المتكلم بكلامه أمرا خفيا غير الظاهر منه (Dissimulation).

(ص/ ۱۵۱ ، الموسوعة الفقهية : ۱۲/ ۲۴۸ ، تعريض)

ما في " صحيح البخاري " : عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : " لم يكذب إبراهيم عليه السلام إلا ثلاث كذبات : ثنتين منهنّ في ذات الله عزّ وجلّ ، قوله : ﴿إني سقيم﴾ [الصافات : ۸۹] وقوله : ﴿بل فعله كبيرهم هذا﴾ [الأنبياء : ٦٣] وقال : بينا هو ذاتَ يوم وسارةُ ، إذ أتى على جبّار من الجبابرة فقيل له : إن هاهنا رجلا معه امرأة من أحسن الناس ، فأرسل إليه فسأله عنها ، فقال : من هذه ؟ قال: أختي ، فأتى سارةَ ، قال : يا سارةُ ليس على وجه الأرض مؤمن غيري وغيرَكِ ، وإن هذا سألني فأخبرته أنک أختي فلا تُكذِّبيني . الخ . الحديث .

(ص/۵۹۷، رقم الحديث : ۳۳۵۸ ، كتاب أحاديث الأنبياء ، باب قول الله تعالى : =

فرقہ واریت پر مبنی منشور والی پارٹی میں شرکت

مسئلہ (۲۲۹): جو سیاسی پارٹیاں کھلے طور پر مسلم دشمن ہیں اور ان کے منشور میں اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت شامل ہے، اور کسی شخص کی یہ نیت ہو کہ وہ پارٹی میں شریک ہو کر اس کے ایجنڈے کو بدلنے کی کوشش کریگا، تو ایسی پارٹی میں شامل ہونے کی گنجائش نہیں ہونی چاہیے، کیوں کہ اس طرح کی پارٹیوں میں شرکت اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت میں تعاون کے مترادف ہے، جو شرعاً ممنوع ہے۔ (۱)

=﴿واتخذوا إبراهيم خليلا﴾ [النساء :۱۲۵] ، احياء التراث العربي بيروت ، الصحيح لمسلم : ۷/۴۵۸، كتاب الفضائل ، باب من فضائل إبراهيم الخليل ﷺ ، رقم الحديث : ۶۰۹۷، 2371 ، بيروت ، عمدة القاري :۱۳/۳۸۳ ، رقم الحديث : ۲۶۹۲، رياض الصالحين :ص/۲۴۸، باب بيان ما يجوز من الكذب ، ط : دار القاسم الرياض، شرح مسلم للنووي :۸/۲۰۸-۲۰۹، رقم الحديث :۶۰۰۵، تكملة فتح الملهم : ۱۱/۳۲۲، رقم الحديث :۶۵۷۲-۶۶۰۵ ، تفسير المظهري : ۶/۱۳۳-۱۳۴، سورة الأنبياء ، الآية/۶۳، معارف القرآن : ۶/۱۹۷-۲۰۱)

ما في " معارف القرآن " : "مصالح دینیہ کے لیے توریہ اختیار کیا جاسکتا ہے۔"

(مستفاد از معارف القرآن مفتی شفیع رحمہ اللہ:۶/۱۹۷-۲۰۱،حاشیۃ ابن عابدین :۸/۲۵۳، باب الولی ،قسم الأحوال الشخصیۃ ، نئے مسائل اور اسلامک فقہ اکیڈمی کے فیصلے :ص/۱۳۶، بائیسواں فقہی سمینار" امروہہ یوپی" بتاریخ:۲۵-۲۷/ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ مطابق ۹-۱۱/مارچ ۲۰۱۳ء)

الحجة على ماقلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (المائدة : ۲)

ما في " روح المعاني " : فيعم النهي ما هو من مقولة الظلم والمعاصي ويندرج فيه=

مسلم خواتین کے لیے حق رائے دہی کا استعمال

مسئلہ (۲۳۰): خواتین انتخابات کے موقع پر اپنا حق رائے دہی (ووٹ) کا استعمال کرسکتی ہیں [۱]، بشرطیکہ پردہ اور دیگر امور شرعیہ کا لحاظ وخیال کریں، ورنہ ارتکابِ معصیت سے ووٹ کا ترک افضل ہے، حضرت مفتیٔ اعظم مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''عورتوں کا ووٹر بننا ممنوع نہیں ہے، ہاں! ووٹ دیتے وقت شرعی پردہ کا لحاظ رکھنا لازم ہوگا۔'' [۲]

=النهي عن التعاون على الاعتداء والانتقام .... وعن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما وأبي العالية أنهما فسرا الإثم بترك ما أمرهم به وارتكاب ما نهاهم عنه .

(۸۵/۴ ، أحكام القرآن للجصاص :۳۸۱/۲ ، مختصر تفسير ابن كثير: ۴۷۸/۱ ، التفسير المنير : ۴۱۸/۷ ، الوفاء بالعقود ومنع الاعتداء ، والتعاون على الخير وتعظيم شعائر الله ، تفسير المظهري :۳/ ۴۸)

(نئے مسائل اور اسلامک فقہ اکیڈمی کے فیصلے :ص/ ۱۳۶، بائیسواں فقہی سمینار ''امروہہ یوپی'' بتاریخ: ۲۵-۲۷/ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ مطابق ۹-۱۱/مارچ ۲۰۱۳ء)

الحجة على ماقلنا :

(۱) ما في '' أحكام القرآن للجصاص '' : ﴿فرجل وامرأتان﴾ .... فأفادنا إثبات هذا الإسم للرجل والمرأتين حتى يعتبر عمومه في جواز شهادتهما مع الرجل في سائر الحقوق .... فقال أبوحنيفة وأبويوسف ومحمد وزفر وعثمان البتي : '' لا تقبل شهادة النساء مع الرجال لا في الحدود ولا في القصاص ، وتقبل فيما سوى ذلک من سائر الحقوق '' . (۲۰۸/۱، سورة البقرة : ۲۸۲)

(۲) ما فی '' أحكام القرآن للجصاص '' :قال أبوبكر : هذه الآية دلالة على=

....

....

....

....

....

= أن المرأة الشابة مامورة بستر وجهها عن الأجنبيين وإظهار الستر والعفاف عند الخروج لئلا يطمع أهل الريب فيهن . (۳/۴۸٦ ، سورة الأحزاب : ۵۹)

ما في " تفسير المظهري " : لا يجوز للمرأة إبداء وجهها لرجل ذي اربة غير الزوج والمحرم ، فإن عامة محاسنها في وجهها ، فخوف الفتنة في النظر إلى وجهها أكثر منه في النظر إلى سائر أعضائها ، وإن كان المراد بها مواضع الزينة فمعنى الاستثناء إلا ما ظهر منها عند الضرورات ، ضرورة الخروج لقضاء الحوائج، أو ضرورة الاستشهاد ، ونحو ذلك يدل على عدم جواز إبداء المرأة وجهها .

(٦/۳۷۷ ، قرطبی : ۱۲/۲۲۷ ، سورة النور : ۳۱)

ما في " جامع الترمذي " : قال رسول الله ﷺ : " المرأة عورة ، فإذا خرجت استشرفها الشيطان " . (۱/۲۲۱)

ما في " كنز العمال " : قال عليه الصلاة والسلام : " ليس للنساء نصيب في الخروج إلا مضطرة " . (١٦/۱٦۳)

ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : " الضرورات تبيح المحظورات ". "الضرورة تتقدر بقدر الضرورة " . (۱/۳۰۷ – ۳۰۸)

(کفایت المفتی: ۹/۳۴۹، عورت کا ووٹر بننا الخ، فتاویٰ حقانیہ: ۲/۳۱۲، عورت کے لیے ووٹ کا حق استعمال کرنا، نئے مسائل اور اسلامک فقہ اکیڈمی کے فیصلے: ص/۱۳٦، بائیسواں فقہی سمینار ''امروہہ یوپی'' بتاریخ: ۲۵-۲۷/ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ مطابق ۹-۱۱/مارچ ۲۰۱۳ء)

مصادر و مراجع

رقم	اسماء کتب	اسماء مصنفین و مؤلفین	مکتبہ/مطبع

کتب عقائد

رقم	اسماء کتب	اسماء مصنفین و مؤلفین	مکتبہ/مطبع
۱	الزواجر عن اقتراف الکبائر	علامہ ابن حجر ہیثمی	مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز
۲	شرح کتاب الفقہ الأکبر	شیخ ملا علی قاری	دار الکتب العلمیۃ

کتب تفاسیر

رقم	اسماء کتب	اسماء مصنفین و مؤلفین	مکتبہ/مطبع
۳	التفسیر الکبیر	امام فخر الدین رازی شافعی	علوم اسلامیہ اردو بازار
۴	تفسیر مظہری	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی	مکتبہ زکریا دیوبند
۵	روح المعانی	امام شہاب الدین سید محمد محمود آلوسی	مکتبہ زکریا دیوبند
۶	احکام القرآن	امام ابوبکر معروف بابن عربی	ریاض الحدیثیہ
۷	احکام القرآن	امام ابوبکر بن علی رازی جصاص	مکتبہ شیخ الہند دیوبند
۸	احکام القرآن	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی	ادارۃ القرآن لاہور
۹	بیان القرآن	حکیم الامت علامہ تھانوی	ادارہ تالیفات اشرفیہ
۱۰	تفسیر القرطبی	امام ابوعبداللہ احمد انصاری قرطبی	مکتبۃ الغزالی دمشق
۱۱	البحر المحیط	امام ابوحیان غرناطی اندلسی	دار الکتب العلمیۃ
۱۲	تفسیر السمر قندی	ابو اللیث نصر بن محمد السمر قندی	دار الکتب العلمیۃ
۱۳	تفسیر بیضاوی	قاضی ناصر الدین ابوالخیر عبداللہ بن عمر	یاسر ندیم اینڈ کمپنی
۱۴	معارف القرآن	مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع	فرید بکڈپو دیوبند
۱۵	تفسیر ماجدی	علامہ عبدالماجد دریابادی	تاج کمپنی

کتب احادیث و شروحِ احادیث

نمبر	کتاب	مصنف	ناشر
۱۶	صحیح بخاری	امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری	احیاء التراث/ قدیمی
۱۷	صحیح مسلم	امام ابوالحسن مسلم بن حجاج قشیری	احیاء التراث/ قدیمی
۱۸	سنن ابی داود	امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی	مکتبہ بلال دیو بند
۱۹	سنن ترمذی	امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسی ترمذی	مکتبہ بلال/ بیروت
۲۰	سنن نسائی	امام ابوعبدالرحمٰن بن شعیب بن علی	دارالسلام/ مکتبہ تجاریہ
۲۱	سنن ابن ماجہ	امام ابن ماجہ قزوینی	قدیمی/عیسی الحلبی
۲۲	مشکوۃ المصابیح	شیخ ولی الدین خطیب تبریزی بغدادی	یاسر ندیم اینڈ کمپنی
۲۳	مسند احمد	امام احمد بن محمد بن حنبل	دارالحدیث قاہرہ
۲۴	المعجم الکبیر	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی	داراحیاء التراث
۲۵	المعجم الاوسط	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی	دارالکتب العلمیۃ
۲۶	مصنف عبدالرزاق	حافظ ابوبکر عبدالرزاق ابن ہمام	مجلس علمی/ دارالسّلفیہ
۲۷	مصنف ابن ابی شیبہ	امام عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ	مکتبہ امدادیہ ملتان
۲۸	سنن دارقطنی	امام حافظ علی بن عمر	دارالایمان/ دارالمحاسن
۲۹	نصب الرایہ	امام جمال الدین زیلعی حنفی	دارالایمان سہارنپور
۳۰	کنز العمال	علامہ علاء الدین علی متقی ہندی	دارالکتب العلمیۃ
۳۱	جمع الجوامع	امام جلال الدین سیوطی	دارالکتب العلمیۃ
۳۲	مجمع الزوائد	علامہ شیخ نورالدین ھیثمی	دارالکتب العلمیۃ
۳۳	نیل الاوطار	امام محمد بن علی بن محمد شوکانی	دارالکتب العلمیۃ
۳۴	شعب الایمان	امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی	دارالکتب العلمیۃ
۳۵	مستدرک حاکم	ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری	دارالکتاب العربی
۳۶	مسند البزار	ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق	مکتبہ شاملہ

۳۷	ریاض الصالحین	امام ابوزکریا محی الدین یحی بن شرف	دار المؤید/ مکتبہ فیصل
۳۸	جمع الفوائد	علامہ محمد بن محمد بن سلیمان المغربی	مجلس علمی/ ادارۃ القرآن
۳۹	کشف الخفاء	اسماعیل بن محمد بن عبدالہادی عجلونی	دار الکتب العلمیۃ
۴۰	سنن دارمی	حافظ عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی	دار الایمان سہارنپور
۴۱	فتح الباری	علامہ ابن حجر عسقلانی	السلفیۃ/ الریاض
۴۲	عمدۃ القاری	امام بدرالدین عینی	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۴۳	المنہاج شرح صحیح مسلم	امام ابوزکریا محی الدین یحی بن شرف	احیاء التراث
۴۴	شرح النووی علی صحیح مسلم	امام ابوزکریا محی الدین یحی بن شرف	مکتبہ بلال
۴۵	موسوعۃ فتح الملہم	مفتی شبیر احمد عثمانی/ مفتی تقی عثمانی	دار احیاء التراث
۴۶	بذل المجہود	شیخ خلیل احمد سہارنپوری	دار البشائر الاسلامیۃ
۴۷	عون المعبود	ابوعبدالرحمٰن شرف الحق عظیم آبادی	احیاء التراث العربی
۴۸	اشعۃ اللمعات	علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی	کتب خانہ مجیدیہ ملتان
۴۹	حاشیہ مشکوۃ المصابیح	مع مشکوۃ المصابیح	مکتبہ بلال دیوبند
۵۰	مرقاۃ المفاتیح	علامہ شیخ ملا علی قاری حنفی	ملتان/ اشرفیہ
۵۱	شرح الطیبی	شرف الدین حسین بن محمد بن عبداللہ	مکتبہ زکریا دیوبند
۵۲	اوجز المسالک	شیخ محمد زکریا کاندھلوی	دار القلم دمشق
۵۳	التمہید	امام ابن عبدالبر مالکی	احیاء التراث
۵۴	اعلاء السنن	علامہ شیخ ظفر احمد عثمانی	دار الکتب العلمیۃ
۵۵	فیض القدیر	عبدالرؤف المناوی	دار المعرفۃ بیروت
۵۶	کتاب الآثار	اما محمد بن حسن شیبانی	داالایمان سہارنفور
۵۷	شرح معانی الآثار	امام ابوجعفر طحاوی احمد بن محمد	مکتبہ ملت دیوبند
۵۸	الکوکب الدری	بحوالہ فتاویٰ محمودیہ، میرٹھ	مکتبہ یحیویہ سہارنپور

کتب فقہ وفتاویٰ عربی

۵۹	المبسوط	شیخ الاسلام ابوبکر محمد بن احمد سرخسی	دارالکتب/ دارالمعرفۃ
۶۰	تنویر الابصار مع الدر والرد	امام محمد بن عبداللہ التمر تاشی	دارالکتب العلمیۃ
۶۱	الدر المختار مع الشامیۃ	علامہ شیخ علاء الدین حصکفی	دارالکتب العلمیۃ/ زکریا
۶۲	رد المحتار	علامہ محمد امین ابن عابدین شامی	بیروت/ دیوبند/نعمانیہ
۶۳	بدائع الصنائع	ملک العلماء شیخ علاء الدین کاسانی	بیروت/ دیوبند
۶۴	البحر الرائق	علامہ زین الدین (ابن نجیم حنفی)	دارالکتب العلمیۃ
۶۵	منحۃ الخالق علی البحر الرائق	محمد امین شہیر با بن عابدین الشامی	دارالکتاب دیوبند
۶۶	تبیین الحقائق	امام فخر الدین عثمان بن علی زیلعی	دارالکتب العلمیۃ
۶۷	النہر الفائق	امام سراج الدین ابن نجیم حنفی	دارالایمان سہارنپور
۶۸	حاشیۃ الشلبی علی التبیین	شیخ شلبی	دارالکتب العلمیۃ
۶۹	الفتاوی الہندیۃ	شیخ نظام و جماعت علماء ہند	زکریا/ رشیدیہ
۷۰	فتاوی قاضی خان	فخر الدین حسن بن منصور اوزجندی	زکریا/ رشیدیہ
۷۱	الملتقط فی الفتاوی الحنفیۃ	امام ناصر الدین محمد بن یوسف سمرقندی	دارالایمان سہارنپور
۷۲	فتح القدیر	کمال الدین معروف با بن ہمام	دارالکتب العلمیۃ
۷۳	الاختیار لتعلیل المختار	علامہ شیخ ابن مودود موصلی حنفی	دارالارقم / العالمیۃ
۷۴	النتف فی الفتاویٰ	امام ابوالحسن علی بن حسین سغدی	دارالکتب العلمیۃ
۷۵	حاشیۃ الطحطاوی	احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی حنفی	مکتبہ شیخ الہند/ اشرفیہ
۷۶	مراقی الفلاح	حسن بن عمار بن علی شرنبلالی	دارالکتب العلمیۃ
۷۷	غنیۃ المتملی (حلبی کبیر)	علامہ شیخ ابراہیم حلبی	سہیل اکیڈمی لاہور
۷۸	خلاصۃ الفتاویٰ	امام طاہر بن عبدالرشید بخاری	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۷۹	الفتاوی التاتارخانیہ	علامہ شیخ عالم بن علاء دہلوی ہندی	دارالایمان سہارنپور

۸۰	الفتاوی الولوالجیۃ	ظہیر الدین عبد الرشید الولوالجی	دار الایمان سہارنپور
۸۱	المحیط البرہانی	علامہ محمود بن احمد بخاری	دار احیاء التراث
۸۲	مجمع الانہر	شیخ عبد الرحمٰن بن محمد (شیخی زادہ)	دار الکتب العلمیۃ
۸۳	الدر المنتقی شرح الملتقی مع مجمع الانہر	شیخ محمد بن علی معروف بالعلاء حصکفی	دار الکتب العلمیۃ
۸۴	الہدایۃ مع الفتح	امام برہان الدین مرغینانی	دار الکتب العلمیۃ
۸۵	الہدایہ شرح البدایہ	امام برہان الدین مرغینانی	مکتبہ اسلامیہ/ قدیمی
۸۶	الفقہ علی المذاہب الاربعۃ	امام عبد الرحمٰن بن معوض الجزیری	احیاء التراث/ بیروت
۸۷	الفقہ الاسلامی وادلتہ	دکتور وہبہ زحیلی	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۸۸	نور الایضاح	علامہ شرنبلالی	مکتبۃ العصریہ صیدا
۸۹	الموسوعۃ الفقہیۃ	وزارۃ الاوقاف والشون الاسلامیہ	وزارۃ الاوقاف کویت
۹۰	زبدۃ المناسک	بحوالہ فتاویٰ دار العلوم زکریا	
۹۱	ارشاد الساری للقاری	ملا علی بن سلطان محمد قاری حنفی	المکتبۃ الامدادیۃ بمکۃ
۹۲	لباب المناسک مع شرحہ		بیروت
۹۳	غنیۃ الناسک فی بغیۃ المناسک	علامہ محمد حسن شاہ مہاجر مکی	مکتبہ یادگار شیخ سہارنپور
۹۴	البحر العمیق	امام ابو البقاء محمد بن محمد مکی حنفی	المکتبۃ المکیۃ بمکۃ
۹۵	مجموعہ رسائل لکنوی	عبد الحی لکھنوی	ادارۃ القرآن کراچی
۹۶	سباحۃ الفکر فی الجہر بالذکر	ملحقہ برسائل لکنوی	ادراۃ القرآن کراچی
۹۷	فقہ النوازل	محمد بن حسین الجیزانی	دار ابن الجوزی
۹۸	شرح منظومہ	عبد اللہ بن محمد (ابن الشحنہ حلبی)	الوقف المدنی الخیری
۹۹	الفتاوی الحدیثیۃ	احمد بن محمد بن علی بن حجر ہیثمی مکی	احیاء التراث العربی
۱۰۰	المغنی والشرح الکبیر	ابن قدامہ	بیروت
۱۰۱	رسائل الارکان	علی ہامش بہشتی زیور	بحوالہ فتاویٰ محمودیہ کراچی

۱۰۲	المغنی	ابن قدامہ حنبلی	الریاض/ القاہرۃ/ منار
۱۰۳	حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار	بحوالہ فتاویٰ دار العلوم زکریا	
۱۰۴	نفع المفتی والسائل	علامہ عبد الحی لکھنوی	بھارت آفسیٹ دہلی
۱۰۵	المدخل	ابو عبد اللہ محمد بن محمد العبدری المالکی	دار الکتب العلمیۃ
۱۰۶	جامع الرموز	بحوالہ فتاویٰ دار العلوم دیوبند	
۱۰۷	عمدۃ الرعایۃ علی شرح الوقایۃ	علامہ عبد الحی لکھنوی	یاسر ندیم اینڈ کمپنی
۱۰۸	الکوکب الدری	بحوالہ فتاویٰ محمودیہ، میرٹھ	مکتبہ یحیویہ سہارنپور
۱۰۹	الاحکام الفقہیۃ المتعلقۃ بالتدخین	احمد بن محمد بن عتیق	دار المیمان الریاض
۱۱۰	الألعاب الریاضیۃ	علی حسین امین یونس	دار النفائس اردن

کتب فقہ و فتاویٰ اردو

۱۱۱	فتاویٰ محمودیہ	علامہ مفتی محمود حسن گنگوہی	کراچی/ میرٹھ
۱۱۲	فتاویٰ فریدیہ	مفتی فرید صاحب	دار العلوم صدیقیہ زروبی
۱۱۳	آپ کے مسائل اور ان کا حل	شہید مولانا محمد یوسف لدھیانوی	کتب خانہ نعیمیہ
۱۱۴	فتاویٰ دار العلوم دیوبند	علامہ مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی	دار العلوم دیوبند/ زکریا
۱۱۵	فتاویٰ دار العلوم دیوبند	مفتیان دار العلوم دیوبند	علی شبکۃ نیت
۱۱۶	فتاویٰ بنوریہ	جامعہ بنوریہ ٹاؤن کراچی	علی شبکۃ نیت
۱۱۷	احسن الفتاویٰ	علامہ مفتی رشید احمد پاکستانی	دار الاشاعت دیوبند
۱۱۸	فتاویٰ عثمانی	علامہ مفتی محمد تقی عثمانی	معارف القرآن کراچی
۱۱۹	کفایت المفتی	علامہ مفتی کفایت اللہ دہلوی	دار الاشاعت پاکستان
۱۲۰	منتخبات نظام الفتاویٰ	فقیہ عصر مفتی نظام الدین اعظمی	تاج کمپیوٹرس دیوبند
۱۲۱	فتاویٰ حقانیہ	علامہ مفتی عبد الحق پاکستانی	دار العلوم حقانیہ پاکستان
۱۲۲	امداد الفتاویٰ	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی	دار العلوم کراچی

۱۲۳	امداد الاحکام	شیخ ظفر احمد عثمانی/عبد الکریم گمتھلوی	مکتبہ زکریا دیوبند
۱۲۴	فتاویٰ قاضی	قاضی مجاہد الاسلام صاحب	ایفا پبلیکیشنز
۱۲۵	فتاویٰ رحیمیہ	مفتی عبد الرحیم لاجپوری	دار الاشاعت کراچی
۱۲۶	خیر الفتاویٰ	مفتی خیر محمد جالندھری	مکتبہ الحق جوگیشوری
۱۲۷	کتاب الفتاویٰ	شیخ خالد سیف اللہ رحمانی	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
۱۲۸	فتاویٰ دینیہ	مفتی اسماعیل کچھولوی	ایچ ایس آفسیٹ پرنٹرس
۱۲۹	فتاویٰ دار العلوم زکریا (افریقہ)	مفتی رضاء الحق صاحب	زمزم پبلشرز کراچی
۱۳۰	کتاب المسائل	مفتی محمد سلمان منصور پوری	فرید بکڈپو دہلی
۱۳۱	نئے مسائل اور اکیڈمی کے فیصلے	ایفا	ایفا پبلی کیشنز دہلی
۱۳۲	عمدة الفقہ	مولانا سید زوار حسین	ادارہ مجددیہ کراچی
۱۳۳	جواہر الفقہ	علامہ مفتی شفیع احمد عثمانی	تفسیر القرآن جامع مسجد دیوبند
۱۳۴	احکام میت	مولانا عبد الحی فرنگی محلی	جمہور بک ڈپو دیوبند
۱۳۵	اصلاح انقلاب امت	حکیم الامت علامہ تھانوی	بحوالہ احکام میت
۱۳۶	اغلاط العوام	حکیم الامت علامہ تھانوی	شمس پبلشرز دیوبند
۱۳۷	بوادر النوادر	حکیم الامت علامہ تھانوی	ادارۂ اسلامیات لاہور
۱۳۸	بہشتی زیور کامل	حکیم الامت علامہ تھانوی	
۱۳۹	غیر مسلم ملکوں میں مسلمانوں۔۔	مفتی اختر امام عادل قاسمی	جامعہ ربانی منورا شریف

کتب اصولِ فقہ وقواعد فقہ

۱۴۰	الموافقات فی اصول الاحکام	امام ابو اسحاق شاطبی	دار المعرفة/احیاء التراث
۱۴۱	الاشباہ والنظائر	علامہ زین الدین (ابن نجیم حنفی)	مکتبہ فقیہ الامت دیوبند
۱۴۲	درر الحکام شرح مجلة الاحکام	شیخ علی حیدر استنبول ترکی	دار الجیل بیروت
۱۴۳	شرح المجلة	سلیم رستم باز البنانی	احیاء التراث

۱۴۴	جمہرۃ القواعد الفقہیۃ	دکتور علی احمد الندوی	شرکۃ الراجحی المصرفیۃ
۱۴۵	المقاصد الشرعیہ	شیخ نور الدین الخادمی	دار اشبیلیا

کتب متفرقہ

۱۴۶	احیاء علوم الدین	امام غزالی	مصطفی الحلبی
۱۴۷	اتحاف السادۃ للمتقین	سید محمد بن محمد حسینی زبیدی	مؤسسۃ التاریخ العربی
۱۴۸	معجم لغۃ الفقہاء	شیخ محمد رواس قلعہ جی حامد صادق	ادارۃ القرآن کراچی
۱۴۹	التعریفات الفقہیۃ مع قواعد الفقہ	مفتی سید عمیم احسان مجددی	اشرفی بکڈپو دیوبند
۱۵۰	کتاب التعریفات	علامہ سید شریف جرجانی	دار الکتب العلیمۃ
۱۵۱	مصباح اللغات	ابو الفضل مولانا عبد الحفیظ بلیاوی	مکتبہ برہان دہلی
۱۵۲	حصن حصین	ابو الخیر محمد بن محمد الجزری	المکتبۃ الرحیمیۃ دیوبند
۱۵۳	السراجی فی المیراث	شیخ سراج الدین سجاوندی	مکتبہ یاسر ندیم
۱۵۴	الشریفیۃ شرح السراجیۃ	علامہ سید شریف جرجانی	المکتبۃ الاسعدی
۱۵۵	تربیۃ الاولاد فی الاسلام	احسان عُتیبی	موقع مقالات اسلام ویب
۱۵۶	اصلاحی مضامین	مولانا نجیب قاسمی سنبھلی	